اردو زبان کا ارتقا

ڈاکٹر شوکت سبزواری

اردو زبان کا ارتقا

جس میں

اردو زبان کے صرفی، نحوی، اور صوتی سرمائے کا تحقیقی
جائزہ لینے کے بعد اردو کے ماخذ کا کھوج لگایا گیا ہے -

ڈاکٹر شوکت سبزواری

ایم - اے - ایل ایل - بی - پی - ایچ - ڈی

شعبہ اردو و فارسی ڈھاکا یونیورسٹی

ملنے کا پتہ

پاک کتاب گھر، ۹۳ پٹواٹولی، ڈھاکہ

طبع اول—جولائی سنہ ۱۹۵۶

قیمت :— سات روپئے آٹھ آنے

ناشران—گہوارۂ ادب
ڈھاکا

طباعت - دی سٹی پریس
ڈھاکا

نذرِ عقیدت

بابائے اردو ڈاکٹر مولوی عبد الحق مدظلّہ کی خدمت میں

جن کی

اردو سے متعلق بے لوث ادبی اور لسانی خدمات نے
میرے دل میں اردو کی لو لگا کر اس بے کس زبان کی
صحیح اور سچی خدمت کی ایک نئی اور روشن راہ دکھائی

شوکت سبزواری

فہرست مطالب

۳— باب سوم -

۴— باب چہارم -

۵— باب پنجم -

حرف اول

آردو کی ابتدا اور اِسکے نشوونما کے متعلق خصوصیت کے ساتھ آردو داں طبقے میں بہت سی غلط فہمیاں ھیں - مسلمانوں کی ساختہ و پرداختہ زبان سمجھ کر کوئی آسے عہد شاہجہانی کی پیداوار بتاتاھے - کوئی آسکی قدامت کے پیش نظر محمود غزنوی کی فتوحات ھند سے اس کا رشتہ جوڑتا ھے - اور کوئی اس سے پیچھے ھٹ کر محمد ابن قاسم کی فتح سندھ سے اس کی ولادت دکھاتاھے - پہلے گروہ نے اس کا مولد دلی کوٹھرایا تھا - دوسرے گروہ نے پنجاب سے اس کا خمیر آٹھایا - تیسرے گروہ نے اسکی آنول نال سندھ میں گڑھی ھوئی بتائی - ایک اور گروہ آیا جس نے دکن و گجرات میں پھلتا پھولتا دکھاکر اس کا پودا دکن کی سر زمین سے آگا یا -

میرے خیال میں آردو کے آغاز سے متعلق آردو والوں کی یہ قیاس آرائیاں چنداں معیوب نہ تھیں اگر ان کی بنیاد علمی نظریوں پر استوار ھوتی - آردو کی ساخت' نشوونما' تاریخی ارتقا سے آردو کے حسب و نسب کا کھوج لگایا جاتا - آردو کی قدیم و جدید ھم رشتہ بولیوں سے آردو کا مقابلہ کرکے اور خود اردو کی عہد بعہد تبدیلیوں کوسامنے رکھکر طے کیا جاتا کہ آردو کا آن بولیوں سے کیا رشتہ ھے - اس کی ماں کون ھے اور ماں جائی بہنیں کونسی ھیں - وہ کس کی نواسی ھے اور کس کی بھانجی - لیکن مولانا محمود شیرانی مرحوم کے سوا کسی نے بھی آردوکے گہرے مطالعے کی ضرورت نہ سمجھی - آردو سے آردو داں طبقے کی دلچسپی اسکے الفاظ (اور وہ بھی تہذیبی اور ادبی) تک محدود رھی - آردو کے لباس' حسن و زیبائش' بناؤسنگھار سے نظریں ھٹا کر آسکے گوشت پوست' وضع قطع یا خط و خال کا مطالعہ آنھیں گوارا نہ ھوا اور آردو میں فارسی وعربی الفاظ سے فریب کھا کرانھوں نے یہ عاجلانہ فیصلہ کر لیا کہ آردو مسلمانوں کے عہد میں فارسی کی کوکھ سے پیدا ھوئی - میرے خیال میں آردو کے سلسلے میں یہ پہلی

اینٹ تھی جو کج رکھ دی گئی، اس پر جو عمارت بلند ہوئی وہ آج تک کج چلی آرہی ہے۔

اردو کا مسلمانوں سے بہت گہرا رشتہ ہے ۔ وہ مسلمانوں کی "ساختہ" نہ سہی پرداختہ ضرور ہے ۔ عہد شاہجہانی تو اسکے شباب کا زمانہ تھا ۔ شہاب الدین غوری جب فاتحانہ شان سے دہلی میں داخل ہوا تو اردو مولانا آزاد مرحوم کے لفظوں میں دلی کی گلیوں میں گھٹنیوں چلتی تھی ۔ مسلمانوں نے اٹھا کر اسے سینہ سے لگایا ۔ پال پوس کر چونچال بنایا ۔ دل فریب ادائیں سکھائیں ۔ مسلمانوں سے پہلے غوں غاں کرتا یا زیادہ سے زیادہ تتلا تتلا کر باتیں کرتا بچہ مسلمانوں کی آغوش تربیت میں پہنچ کر زبان کے جوہر دکھانے لگا ۔ یہ مسلمانوں کی نگہداشت اور پرداخت کا اثر تھا ۔ لیکن یہ سمجھنا کہ مسلمانوں کی بر صغیر ہند میں آمد سے پہلے اردو کا وجود ہی نہ تھا، ہندو اور مسلمانوں کے میل جول نے اسے جنم دیا، کسی طرح بھی صحیح نہیں ۔ اردو مسلمانوں کی اسی طرح پرداختہ ہے جس طرح فارسی، ترکی یا پنجابی اور سندھی وغیرہ زبانیں مسلمانوں کی پرداختہ ہیں (اس حدتک نہ سہی جس حدتک اردو ہے) اردو کی طرح ان زبانوں کے تہذیبی اور ادبی الفاظ کا ایک بہت بڑا سرمایہ مسلمانوں کا عطا کردہ ہے جو مسلم قوم کے اثر اور تربیت کی غمازی کرتا ہے ۔ اگر یہ زبانیں اس اثر، تربیت یا پرداخت کے باوجود مسلمانوں کی "ساختہ" نہیں سمجھی گئیں تو اردو کس طرح مسلمانوں کی "ساختہ" سمجھی جاتی ہے یہ کم سے کم میری فہم ناقص سے باہر ہے ۔

مولانا شیرانی مرحوم کا اردو داں طبقہ کو شکرگذار ہونا چاہئے کہ انہوں نے غالباً اردو میں سب سے پہلے اردو کے چہرے سے نقاب اٹھاکر اس کے خط و خال کا گہرا حکیمانہ مطالعہ کیا ۔ اور پنجابی، ہریانی، برج بھاشا سے اس کا مقابلہ کرکے اردو داں طبقے کو تقابلی لسانیات کی ہلکی سی جھلک دکھائی ۔ "ہلکی" اس لئے کہ اردو جس خاندان سے ہے وہ بڑا پرانا، گمبھیر اور ہمہ گیر گھرانا ہے ۔ اس

میں آریائی نسل کی تمام چھوٹی بڑی زبانیں شامل ہیں جو اپنی تاریخ رکھتی ہیں - ان کا ارتقا اور تسلسل ہے - اردو کے پہلو بہ پہلو زمانے کے دریا میں بہتی ہوئی وہ ہم تک پہنچی ہیں - اردو کا صحیح نام، مولد، اور منشا متعین کرنے کے لئے صرف اتنا کافی نہ تھا کہ اس کی موجودہ شکل و صورت کا مقابلہ اس کی ہمسر بولیوں کے آج کے رنگ روپ سے کردیا جائے اور بس - اس کے لئے پیچھے ہٹ کر یہ دیکھنا بھی ہے کہ اردو کا قدیم رنگ کیا تھا - اس میں زمانے کی الٹ پھیر کے ساتھ عہد بہ عہد کیا کیا تبدیلیاں ہوئیں - اس کے ارتقائی مدارج کیا ہیں اور اس کی معاصر بولیوں کے ارتقائی منازل سے انہیں کیا نسبت ہے - لسانیات کی اصطلاح میں اسے تاریخی گرامر کہتے ہیں - جب تک اردو کی تاریخی گرامر واضح نہ ہو، جب تک اردو کا مکمل لسانی تجزیہ کر کے اس کا عہد بہ عہد ارتقا نہ دکھایا جائے، دوسری ہمسر زبانوں سے اس کا رشتہ ٹھیک دریافت نہیں ہو سکتا - مولانا شیرانی مرحوم نے موجودہ اردو کا مقابلہ موجودہ پنجابی سے کرکے یہ نتیجہ نکالنا چاہا تھا کہ اردو نے پنجاب میں جنم لیا - اردو پنجابی کی بیٹی ہے - میرے خیال میں یہ صحیح نہ تھا - اردو اور پنجابی کی مشابہت تنہا اس امر کا ثبوت نہیں ہو سکتی کہ اردو پنجابی کی بیٹی ہے - اس لئے کہ مشابہت ماں اور بیٹی ہی میں نہیں بلکہ دو ماں جائی بہنوں میں بھی ہوتی ہے - اس لئے یہ طے کرنا کہ یہ مشابہت ماں بیٹی کی ہے یا بہن بہن کی اس وقت ممکن نہیں جب تک اردو کے اوپر کے ارتقائی درجے ہمارے سامنے نہ ہوں اور ہم زبان کے قدیم و جدید صرفی، نحوی، اور صوتی سرمایہ کا پہلے اچھی طرح جائزہ نہ لے لیں -

میں مدت سے اس فکر میں تھا کہ ہر قسم کے تعصبات سے الگ ہو کر اردو کے لسانی ارتقا کا ایک ہلکا سا لیکن روشن خاکہ اردو میں پیش کردوں، تاکہ اس کی روشنی میں اردو داں طبقے کو اردو کے حسب نسب اور مولدومنشا کے متعلق صحیح فیصلہ کرنے کا موقع

مل سکے - چنانچہ اس مقصد سے میں نے ضروری مواد ادھر اُدھر سے فراہم کرنا شروع کیا - لیکن جیسے جیسے مواد فراہم ہوتا گیا موضوع میں پھیلاؤ آتا چلا گیا اور آخر ایک طویل الذیل مقالہ اردو کے ارتقا پر تیار ہو گیا - مقالے کی وسعت اور موضوع کی اہمیت کے پیش نظر میں نے مناسب سمجھا کہ اسے طبع کرا کر ڈی - لٹ کے لئے پیش کر دوں - لیکن اتفاق سے اس کی طباعت کا فوری اور خاطرخواہ انتظام نہ ہو سکا - غیر مطبوع مقالہ ڈی - لٹ کے لئے پیش نہیں ہو سکتا تھا اس لئے بمجبوری پی - ایچ ڈی کے لئے سنہ ۱۹۵۲ع میں اسے پیش کر دینا پڑا - یونیورسٹی نے ڈاکٹر مولوی عبدالحق، ڈاکٹر عبدالستار صدیقی، اور ڈاکٹر محی الدین قادری زور کو، جو ملک کے ممتاز ادیب، زباں داں اور ماہرین لسانیات ہیں، مقالہ کا ممتحن مقرر کیا - اس کے متعلق فیصلہ ہوتے ہوتے پورا ایک سال بیت گیا - اس کی طباعت کے لئے دو سال اور انتظار کرنا پڑا - اب یہ مقالہ کسی قدر ضروری ترمیم اور نظر ثانی کے بعد قارئین کے سامنے ہے - اس کی افادیت کے بارے میں وہ خود فیصلہ کریں گے -

مقالے میں اردو زبان کا لسانی تجزیہ کر کے اس کا تاریخی ارتقا دکھایا گیا ہے اور قدیم زمانے سے لے کر آج تک کی عہد بہ عہد تبدیلیاں پیش کی گئی ہیں - بنظر افادہ اس کے ساتھ ایک مختصر مقدمہ بھی شامل ہے جس میں زبانوں کی تقسیم، ان کے مختلف زمرون اور برصغیر کی قدیم و جدید بولیوں کے رشتوں پر کسی قدر تفصیل سے بحث کی گئی ہے تاکہ آئندہ مباحث کے لئے وہ ایک پس منظر کا کام دے اور ان کے سمجھنے میں اس سے مدد ملے - اردو کے آغاز اوراس کے ماخذ پر میں نے صرف چند سطروں پر اکتفا کیا ہے - جان بوجھ کر اس پر کوئی تفصیلی بحث نہیں کی اس لئے کہ میں نہیں چاہتا تھا کہ اس سلسلے میں قارئین کے آزاد فیصلہ کو کسی درجے میں بھی متاثر کروں - پورا مقالہ پڑھنے کے بعد انھیں خود کوئی فیصلہ کرنا چاہئے -

مقالے کی تیاری میں جن کتابوں، رسالوں، اور مقالوں سے مدد لی

گئی ہے ان کی تفصیل ہر چند افادے سے خالی نہ تھی لیکن بعض حضرات کے لئے شاید موجب تطویل ہوتی اس لئے آخر میں ضروری اور اہم ماخذ کی فہرست دینا میں نے مناسب سمجھا - موضوع کچھ ایسا سنجیدہ اور جدید میلانات کو دیکھتے ہوئے غیر دل چسپ تھا کہ دو ایک بزرگوں کے علاوہ کسی سے کوئی خاص مدد نہیں ملی - میں اپنے ان بزرگوں کا شکرگزار ہوں -

نجم الحسن صاحب مالک ادارۂ پاک کتاب گھر ڈھاکا کا شکریہ ادا نہ کروں تو یہ میری بڑی فروگزاشت ہوگی اس لئے کہ یہ مقالہ انھی کی پر خلوص مساعی کے باعث قارئین کے ہاتھوں تک پہنچ رہا ہے - اگرچہ انہیں اور مجھے دونوں کو اس کا احساس ہے کہ ڈھاکے میں اردو طباعت کی غیر معمولی دقتوں کے باعث اسے طباعت کی غلطیوں سے پاک نہ رکھا جا سکا -

ڈھاکا - ۲۸ - جولائی سنہ ۱۹۵۶ شوکت سبزواری

باب اول

—–( )٥( )–—

زبانوں کے خاندان اور ان کے شجرے

زبانیں بے شمار ہیں جنہیں ماہرین لسانیات نے بہت سے گروہوں، خاندانوں، اور زمروں میں تقسیم کردیا ہے - بے شمار اور نا محدود چیزوں کو اسی طرح شمار کیا جاتا ہے - عالم نباتات لاتعداد درختوں اور پودوں پر مشتمل تھا - جب ماہرین نباتات ان درختوں اور پودوں کا حصر و شمار نہ کر سکے تو انہوں نے یہی طریقہ اختیار کیا - نباتات کی خصوصیات کو دیکھ کر انہیں چھوٹے بڑے گھرانوں اور گروہوں میں بانٹ دیا - یہ بٹوارا ظاہر ہے، اس وقت تک ممکن نہ تھا جب تک نباتات کا گہرا حکیمانہ مطالعہ نہ کیا جاتا - ڈال ڈال، پتے پتے کا تجزیہ کرکے عمل نشو و نما کا کھوج نہ لگایا جاتا - تقسیم کا دار مدار تقابل اور تماثل پر ہے - یہ دونوں عمل ساتھ ساتھ ہوتے ہیں - تقابل کی صورت میں ان تمام صفات اور خصوصیات کو پیش نظر رکھا جاتا ہے جو ایک چیز کو دوسری سے ممتاز بناتی ہیں - تماثل میں مشترک صفات پر نظر رہتی ہے - جن چیزوں میں یہ صفات پائی جاتی ہیں ان کو ایک قسم قرار دیدیا جاتا ہے - اس کے مقابلے میں دوسری قسم ہوتی ہے جس میں کچھ اور صفات پائی جاتی ہیں - یہ دونوں قسمیں ایک دوسرے سے الگ ہوتی ہیں - اس لئے کہ ان میں پائی جانے والی صفات جدا جدا ہیں - اس قسم کی صفات کو ممیزات کہتے ہیں - یہ ایک نوع کو دوسری سے ممتاز بناتی ہیں -

دنیا کی زبانوں کو تقسیم کرنے کی صرف دو صورتیں تھیں - ایک صوری (Morphological) دوسری نسلی (Genealogical) پہلی صورت میں زبانوں کی عام ترکیبی یا تشکیلی صفات کے پیش نظر زبانوں کے جدا جدا زمرے یا گروہ بتائے گئے - دوسری صورت میں پہلے زبان کی بناوٹ، لفظوں کے اخذ واشتقاق، صرفی و نحوی تغیرات کو دیکھا گیا - اس کے بعد ان زبانون کو ایک خاندان میں رکھ دیا گیا جن میں اشتقاق کے قاعدے، صرفی تغیرات، صوتی تبدیلیاں ایک جیسی تھیں اور جن کے لفظوں اور مادوں میں ایک بڑی حد تک مماثلت پائی جاتی تھی - تقسیم کی یہ صورت بہت جامع ہے مگر ساتھ ہی دشوار بھی ہے - اس سے ہم رشتہ زبانوں کا ایک خاندان تو بن جاتا ہے مگر ان میں - صحیح رشتہ کا کھوج نہیں لگتا - اس کے لئے مزید جستجو کرنی پڑتی ہے - لفظوں کی بناوٹ اور اشتقاق کے اصولوں کو نئے سرے سے جانچنا اور زبان کے سر مایہ کو کھنگا لنا پڑتا ہے - ہر تغیر کی پوری تاریخ سامنے رکھنی ہوتی ہے تب کہیں جاکر دو زبانوں کے باہمی تعلق کا ٹھیک ٹھیک سراغ ملتا ہے (۱) -

جن زبانوں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ملتا جلتا نظر آتا ہو ان کو ایک خاندان یا قبیلہ قرار دیا جا سکتا ہے لیکن اس خاندان کی زبانوں میں سے کون عمر میں چھوٹی ہے اور کون بڑی، کون ماں ہے اور کون بیٹی یہ بتانا ذرا دشوار ہے جب تک ہمارے پاس واضح لسانی شہادتیں اس امر کی نہ ہوں کہ ان میں سے کوئی ایک عمر میں بڑی ہے اور اس نے اس خاندان کی دوسری کم عمر زبانوں کو

---

(۱) سائنس آف لینگویج جلد۱ صفحہ ۳۰۲

جنم دیا ہے - اس پر آگے چل کرمیں کسی قدر تفصیل سے بحث کروں گا - فی الحال یہ پیش نظر رہے کہ فسلی تقسیم ہمیں صرف یہ بتاتی ہے کہ فلاں فلاں زبانیں ہم رشتہ ہیں - ان کا ایک خاندان ہے انہیں ایک عرصے تک ساتھ ساتھ ترقی کرنے، پھلنے پھولنے، ایک دوسرے پر اثر ڈالنے کا موقع ملا ہے -

زبان ایک نامی اور ذی حیات چیز ہے - وہ دوسری نامی چیزوں کی طرح بڑھتی اورترقی کرتی ہے - اس کی ترقی کارا ستہ معین ہے - دنیا کی زبانیں باستثنا چند اس راہ پرگام زن رہی ہیں — ماہرین لسانیات نے راہ ارتقا کی کچھ منزلیں مقرر کی ہیں اور بتا یا ہے کہ کونسی زبان اس وقت کس منزل میں ہے — جان بیمز ان منزلوں کو زبان کے ارتقا کے چار زینے قرار دیتے ہین (۱) ارتقا کی راہ اور اس کی چار منزلوں کا علم آپ کو صوری تقسیم سے ہو گا -

زبانوں کی صُوری تقسیم

زبانیں لفظوں سے بنتی ہیں - یہ الفاظ بامعنی ہوتے ہیں - بامعنی لفظون کو ترتیب دے کر جملہ بنا یا جاتا ہے - مختلف زبانون میں الفاظ کی ترکیب مختلف ہوتی ہے - بعض زبانوں میں یہ الفاظ برابر برابر رکھ دئیے جاتے ہیں - (۲) اور بعض میں ایک کو دوسرے کے ساتھ جوڑ دیا جاتا ہے - پہلی صورت میں پہلو بہ پہلو رکھے ہوئے الفاظ الگ الگ رہتے ہین - دوسری صورت میں گھل مل جاتے ہیں — پہلی صورت زبان کی ابتدائی حالت ہے - اسے ارتقا کی اولین منزل کہنا چاہئے - اس منزل میں زبان کے سارے

---

(۱) ہندوستانی لسانیات کا خاکہ باب سوم

(۲) ایضاً

الفاظ ایک حیثیت کے ھوتے ھیں - (۱) ان میں اسم ' فعل ' حرف وغیرہ کا کوئی فرق نہیں ھوتا - لفظوں کے آگے پیچھے کرنے سے نئے نئے مفھوم پیدا کر لئے جاتے ھیں - چینی زبان اسی منزل میں ھے - اس میں ھر لفظ با معنی اور مستقل ھے - اگر یہ کہنا چاھیں کہ مرد نے لکڑی سے قتل کیا تو یوں کہیں گے (۲) - 'شاجن اے تنغ' مرد نے قتل کیا' لکڑی استعمال کی 'کوشنغ' کے معنی ھیں ملک میں - اس میں "میں" کے لئے جو لفظ استعمال ھوا - (۳) وہ "شنغ" ھے جس کے اصلی اور حقیقی معنی ھیں "وسط اور درمیان" - "سنگ پیکن لائی" پیکن سے - "سنگ" جب علاحدہ استعمال ھوتا ھے تو پیچھے چلنے کے معنی دیتا ھے اور "لائی" کے معنی ھیں آنا - چینی زبان میں زمانہ اور فعلی حالتوں کو بھی مختلف با معنی الفاظ سے ظاھر کیا جاتا ھے - مثلاً "تسیو - لیاؤ" (چلنا - ختم) یعنی چلا - "اے - کی - تسیو" (کر چکا - ختم - چلنا) یعنی چلا گیا ھے - "یاؤ - تسیو" - (خواھش - چلنا) یعنی چلے گا (۴) -

اختلاط کی صورت میں لفظوں کی حیثیت بدل جاتی ھے - اصل لفظ جس میں دوسرے الفاظ ملا کر اس سے طرح طرح کے مشتقات وضع کئے جاتے ھیں مادہ کہلاتا ھے -

---

(۱) الفلسفہ اللغویہ صفحہ ۱۰ سائنس ۲۳۲ -

(۲) الفلسفہ ۴۲

(۳) الفلسفہ صفحہ ۴۲

(۴) لسانیات کا خاکہ باب سوم

دوسرے الفاظ جو اس مادے کو نئی نئی صورتیں عطا کرتے ہیں علامات اشتقاق کہلاتے ہیں - (۱) ابتدا میں علامات اشتقاق اپنی جگہ با معنی ہوتی ہیں لیکن امتداد زمانہ اور کثرت استعمال کے زیر اثر گھس گھسا کر جب ان کی شکل کچھ سے کچھ ہوجاتی ہے تو ان کے اصل معنی بھلادئے جاتے ہیں - اور ان کا کام یہ رہ جاتا ہے کہ وہ مادوں کو نئے نئے معنی دیں - ارتقائے زبان کا یہ دوسرا دور ہے -

اس دور کی واضح مثال ترکی ہے - ترکی میں علامات اشتقاق بہت ہیں - یہ علامتیں اصل لفظ کے لخر یا اول میں جوڑی جاتی ہیں اور نیا بامعنی لفظ تیار کر لیا جاتا ہے - اس کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں - 'یازمق' کے معنی ہیں لکھنا - اگر اس سے ماضی مطلق بنانا چاہیں تو 'مق' علامت مصدر ہٹاکر اس کے آخر میں 'دی' (جو ویسے بے معنی ہے) اضافہ کردیں گے اور اس طرح کہیں گے 'یازدی' (اس نے لکھا) اور اگر ماضی بعید بنانا چاہیں تو 'دیدی' بڑھا دیں گے 'یازدی دیدی' - (اس نے لکھا تھا) جمع کے لئے 'لر' اضافہ کردیا جائے گا یازدی لردیدی - یازدی دیدی لر (ان سب نے لکھا تھا) - نفی کے لئے 'دی' پر 'م' بڑھا دیاجائے گا 'یا زمد یلر دیدی' (ان سب نے نہیں لکھا تھا) اسی طرح مختلف معانی و مطالب پیدا کرنے کے لئے علامتیں بڑھاتے چلے جائیں گے -

---

(۱) سائنس صفحہ ۲۵۰

'اہ' بمعنی 'کو' یا 'تک' 'دن' بمعنی 'سے' 'او' بمعنی 'مکان' 'اواہ' (ایک مکان تک) 'اودن' (ایک مکان سے) اس پر 'لر' علامت جمع اضافہ کیجئے اولراہ (مکانوں تک یا کو) اولردن (مکانوں سے) اگر اس فقرے میں 'م' اور بڑھا دیں جس کے معنی ہیں 'میرا' تو یہ فقرہ یوں ہو گا 'اولرم دن' اور اس کا تجز یہ اس طرح کیا جائے گا۔ او (مکان) لر (بہت سے) م (میرے) دن (سے) یعنی میرے مکانات سے (۱)

ان مثالوں سے کئی باتیں معلوم ہوئیں۔ اول یہ کہ الفاظ سب ملے جلے ہیں۔ چینی مرکبات کی طرح الگ الگ نہیں۔ دوسرے ایک لفظ اصلی اور با معنی ہے اور بقیہ الفاظ تعمیری اور اپنی جگہ بے معنی ہیں۔ تیسرے علامات کے بڑھانے سے اصل لفظ کے روپ میں کوئی تغیر نہیں ہوا۔ وہ جیسے پہلے تھا ویسا ہی اب بھی ہے۔ چوتھے الفاظ و علامات کا اختلاط ایسا نہیں جس سے ان کو ایک دوسرے سے ممتاز نہ کیا جا سکے۔

اختلاط کی ایک شکل اور بھی ہے اور وہ زیادہ مکمل ہے۔ اس میں الفاظ اور علامات کچھ اس طرح گھل مل جاتی ہیں کہ ان کے درمیان سے امتیاز اٹھ جاتا ہے۔ علامت اضافہ کرنے کے بعد اصل لفظ کی شکل و صورت اکثر بدل جاتی ہے اور کبھی مل ملا کر دونوں ایک نئے روپ 'نئی شکل' اور نئی صورت میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔ یہ ارتقا کی تیسری کڑی ہے۔(۲) اس نوع کے اختلاط الفاظ کو لسانیات میں تصریف (گردان) کہتے ہیں۔ اور جن زبانوں میں ترکیب کی یہ شکل رائج ہے وہ متصرفہ کہلاتی ہیں۔ دنیا کی زبانوں کے دو بڑے قبیلے یعنی 'آریائی' اور 'سامی' ارتقا کی اسی منزل میں ہیں۔ اس کو چند مثالوں سے ذہن نشیں کیجئے۔ سنسکرت میں 'اسمی' کے معنی

---

(۱) خاکہ باب سوم

(۲) سائنس جلد - ۱ - صفحہ ۳۳۱

ھیں - 'میں ھوں' - یہ دو لفظوں (یاایک لفظ اور ایک حرف) سے بنا ھے - 'اس' (ھونا) اور 'می' (میں) ھر چند 'اس' اپنی اصلی شکل میں ھے لیکن 'می' صورت بدل چکا ھے - یہ اپنی اس صورت میں تنہا مستعمل نہیں - یونانی میں یہ فقرہ 'ای می' ھے - اس میں دونوں لفظوں کی شکل بدل گئی ھے - 'ای' (ھونا) جو سنسکرت اس کی بگڑی ھوئی صورت ھے اب یونانی میں مستعمل نہیں - 'می' کا استعمال بھی فعل سے الگ نہیں دیکھا گیا - لاطینی میں اس فقرے کی شکل بالکل بدلی ھوئی ھے - 'سم' (میں ھوں) اس میں 'اس' کا 'س' اور 'می' کا 'م' رہ گیا ھے انگریزی am کا حال بھی یہی ھے - m تو 'می' کا مخفف ھے اور a سنسکرت 'اس' سے ترش ترشا کر وجود میں آیا ھے - یہ دونوں اپنی موجودہ صورت میں تنہا انگریزی میں مستعمل نہیں (۱)

عربی 'لن' (ھرگز نہیں) 'لا' اور 'ان' سے مرکب ھے - دونوں لفظوں نے میل ملاپ کے لئے اپنا اپنا چولا بدل دیا ھے - 'لا' نے اپنا آخری حرف یعنی 'الف' اور 'ان' نے شروع کا حرف اس تال میل کی نذر کر دیا - تنہا 'ل' اور 'ن' عربی میں دیکھے نہیں گئے - فعلت (تو نے کیا) اور تفعل (تو کرتا ھے) 'فعل' اور 'انت' سے مرکب ھین (فعل + انت = فعلت ــــ انت + فعل = تفعل) ان دونوں فعلوں میں 'فعل' تو صرف اتنا بدلا کہ ماضی مین ترکیب کے بعد اس کے آخر کا

---

(۱) یہ مثالیں بیمز اور دھٹنے کی کتابوں سے ماخوذ ھین

(۲) یہ مثالیں "فلسفہ" سے لی گئی ھیں

زبر جاتا رہا اور مضارع میں یہ پیش سے بدل گیا مگر 'انت' کٹ کٹا کر بالکل لنڈورا ہوگیا - یہ کرشمے تصریف کے ہیں جو تمام متصرفہ زبانوں میں بھان متی کا سا کھیل دکھاتی ہے (۱)

اس سلسلے کی ایک چوتھی کڑی بھی ہے - (۲) تصریفی دور میں الفاظ اتنے گھل مل جاتے ہیں کہ اصل لفظ یعنی مادے اور اشتقاقی علامت میں کوئی فرق نہیں رہتا اس لئے کچھ عرصے کے بعد بولنے والے یہ بھول جاتے ہیں کہ یہ لفظ دو یا دو سے زیادہ لفظوں سے بنا ہے - وہ اس مرکب کو بسیط سمجھ کر کوئی اشتقاقی علامت بطور سابقہ یا لاحقہ اس میں جوڑ دیتے ہیں - ظاہر ہے کہ یہ علامت کلمے سے الگ ہوتی ہے اور واضح طور پر اس سے الگ نظر آتی ہے - انگریزی فعل حال goes یا goeth مرکب ہے go (جانا) اور s یا th (وہ) سے - لیکن اب انگریزی بولنے والے عوام اس فعل کو بسیط سمجھتے ہیں اور ''وہ'' کا مفہوم ادا کرنے کے لئے اس کے شروع میں He (وہ) بڑھا کر He goes (وہ جاتا ہے وہ) کہتے ہیں - اس میں دو کلمے ہیں، دونوں مستقل ہیں، اور دونوں جدا جدا مفہوم ادا کر رہے ہیں - (۳) سنسکرت میں مستقبل کے لئے مادے کے آخر میں (स्य) (سی) بڑھا دیا جاتا ہے - مثلاً دا (دینا) سے داسیتی (وہ دے گا) یہ فعل

---

(۱) یہ مثالیں فلسفہ سے لی گئی ہیں

(۲) ہسٹری اف لینگویج ہنری سویٹ ص ۶۸

(۳) خاکہ باب سوم

بہت کچھ تبدیلیوں کے بعد اردو میں دے ہوا - ڈاکٹر بھنڈار کرنے ان تبدیلیوں کی مختلف کڑیاں یہ بتائی ہیں - (۱) - داسیتی - داسسدی - داسئی - دائسئی - دائی اوردے اب دے میں کوئی حرف یا علامت اشتقاق نہیں جس سے زمانہ استقبال سمجھاجاسکے - اس لئے اردو بولنے والے "گا" علامت استقبال بڑھا کر 'دےگا' کہتے ہیں - 'دے گا' دو کلموں سے مرکب ہے - (دے+گا) اور دونوں اپنی جگہ مستقل اور آزاد ہیں -

یہ چار ارتقائی کڑیاں ہوئیں - میکس مولر نے پہلی تین کڑیوں کا ذکر کیا ہے - چوتھی کو انہوں نے تیسری سے الگ نہیں سمجھا (۲) - ان میں سے پہلی کڑی اصلی یا بنیادی دور (Radical Stage) کے نام سے موسوم ہے - جان بیمز اسے ترکیبی یا نحوی (Collocational or Syntactical) کہتے ہیں - (۳) کچھ عالموں نے احادی المقطع Monoasyllabic یاانفرا دی (Isolating) کے نام سے یاد کیا ہے - قدیم چینی زبان اس دور میں ہے - دوسرے دور کا نام میکس مولر اِختتامی Terminative تجویز کرتے ہیں - بیمز وغیرہ ماہرین لسانیات تالیفی یا اتصالی Agglutinative بتاتے ہیں - سامی اور آریائی نسل کی قدیم و جدید زبانوں کو چھوڑ کر دنیا کی تقریباً سبھی بولیاں ارتقا کے دوسرے دور میں ہیں - ان میں سب سے زیادہ نمایاں اور اہم زبان

---

(۱) ولسن لیکچرز صفحہ-۱۲

(۲) سائنس جلد - ۱ صفحہ ۳۷۱

(۳) خاکہ باب سوم

ترکی یا قسطنطنیہ کی عثمانلی ہے - سامی اور آریائی زبانیں تصریفی Inflectional دور میں ہیں - انگریزی، فرانسیسی، اردو و غیرہ جدید زبانیں تحلیلی Analytical ہیں -

ہندوستان کی غیر آریائی زبانیں، گونڈ، بھیل، کول، تامل، تلیگو ملیالم، کنڑی تالیفی ہین - جدید آریائی زبانوں مین سے بنگالی آسامی اڑیا اور گجراتی اشتقاقی یا تصریفی ہیں - سندھی، پنجابی مرہٹی بین بین ہیں - اردو تحلیلی ہے -

یہ تقسیم جہاں زبانوں کی گروہ بندی کرتی ہے وہاں اس سے ارتقائے لسان کی مختلف منزلوں کی نشان دہی بھی ہوجاتی ہے - دور اول کی زبانوں میں ذیل کی خصوصیات پائی جاتی ہیں

(۱) مرکب کا ہر لفظ جدا، آزاد، اور مستقل ہوتا ہے -

(۲) ہر لفظ اپنی جگہ با معنی ہوتا ہے -

(۳) ترکیب کے بعد مرکب کی شکل و صورت میں کوئی تغیر یا تبدل نہیں ہوتا -

(۴) الفاظ پہلو بہ پہلو رکھے ہوتے ہیں - یہ ترکیب ہے اس لئے یہ زبانیں ترکیبی کہلاتی ہیں -

دوسرے دور کی زبانیں کسی زمانے میں دور اول میں تھیں - ان کے تمام الفاظ ایک حیثیت کے تھے اور سب اپنی جگہ با معنی تھے - کوئی نیا مفہوم پیدا کرنے کے لئے ان الفاظ کو پہلو بہ پہلو رکھ دیا جاتا تھا - مگر امتداد زمانہ سے کچھ الفاظ گھس گھسا گئے اور ان کا اصل مفہوم فراموش ہوگیا - وہ صرف اس کام کے رہ گئے کہ کسی دوسرے لفظ کے آگے یا پیچھے رکھدئے جائیں اور ان سے نیا مفہوم پیدا کر لیا جائے - اس منزل میں پہنچ کر

غالباً زبان کے ذخیرہ الفاظ میں یہ فرق کیا گیا کہ ان میں سے کچھ اصلی ھیں اور کچھ تعمیری(۱) - اس دور کی چند اھم خصوصیات یہ ھیں -

(۱) مادہ ھمیشہ واضح اور نمایاں رھتا ھے - وہ کبھی اپنی صورت نھیں بدلتا -

(۲) تعمیری یا تشکیلی الفاظ عام طور پر بطور لاحقہ مادوں کے آخر میں جوڑے جاتے ھیں -

(۳) لاحقون کی حرکات میں ایک خاص قسم کی لچک ھوتی ھے - مادوں کی مناسبت سے یہ حرکتیں بدلتی رھتی ھیں - ترکی میں حرکتیں دو طرح کی ھیں - کھڑی ـَ اور پڑی ـِ مادے کی حرکت اگر کھڑی ھے تو لاحقے کی حرکت بھی کھڑی ھوگی اور پڑی کے ساتھ پڑی - مثلاً 'اِو' کے ساتھ علامت جمع لِرْ آئیگی - اِو لِرْ (مکانات) اور 'آت' (گھوڑا) کے ساتھ یہ علامت لَرْ ھوجائے گی - آت لر (گھوڑے)

(۴) الفاظ ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ھو تے ھیں - یہ زبانیں تا لیفی یا اتصالی کھلا تی ھیں (۲)

تیسری منزل میں تالیف تصریف کی شکل میں رونما ھوتی ھے - فقرے کے تالیفی اجزا ایک دوسرے میں پیوست ھو کر ایک وحدانی شکل اختیار کر لیتے ھیں - اور عمل نحت کے زیراثر ان کی صورت اتنی بگڑ جاتی ھے کہ یہ پھچاننا مشکل ھو جاتا ھے کہ ان میں سے مادہ کون سا ھے اور لا حقہ کیا ھے - اس کی متعدد مثالیں اوپر آچکی

---

(۱) سائنس جلد ۱ صفحہ ۳۴۰ (۲) ایضاً صفحہ ۳۳۶

ھیں - دو ایک اور ملاحظه فرما ئیں - 'ھوں' (واحد متکلم) اور 'ھیں' (جمع متکلم) کون که سکتا ھے که مرکب کلمے ھیں جو 'ھو' (فعل) اور 'اُن' (ضمیر واحد متکلم) اور 'این' (ضمیر جمع) سے بنے ھیں - 'اُن' اصل میں 'اُم' تھا - پالی میں یه صیغه 'ھومی' (۱) ھے اور پھلوی (۲) میں 'ھوام' 'ین' علامت جمع اسم کے ساتھ بھی مستعمل ھے - جیسے کتا بیں' عورتیں و غیره - اس دور کی خصو صیات حسب ذیل ھین -

(۱) ترکیب کی حالت میں ماده اور تعمیری الفاظ مل جل کر ایک ھو جاتے ھیں -

(۲) مادے اور تعمیری لفظ کی شکل و صورت ترکیب کے بعد کسی قدر بدل جاتی ھے - دور اول میں عمل نحت نهیں ھو تا - دور دوم میں یه عمل صرف تعمیری جز یعنی لاحقے پر اپنا اثر دکھاتا ھے - تیسرے دور میں ماده اور لاحقه دونوں اس کی زد میں آجاتے ھین (۳)

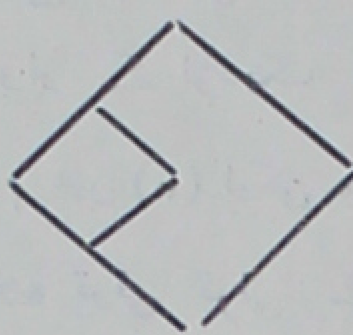
یه تینوں دور ارتقا کے نهیں بلکه تخریب کے دور ھیں - عمل نحت یا تخریب صوتی کی توڑپھوڑ اور شکست وریخت ان کا باعث بنی ھے - چو تھے دور سے تعمیرنو کا سلسله شروع ھوتا ھے - ھنری سویٹ نے تالیف کوایک دوراھه فرض کیا ھے - جھاں سے ایک راسته تصریف تک جاتا ھے اور ایک بٹیا پیچھے کی طرف مڑ جاتی ھے جو چلنے والے کو اولیں اور ابتدائی منزل تک لے جاتی ھے -

---

(۱) پالی گرامر صفحه ۱۲۱ (۲) دستور پھلوی صفحه ۱۳۰

(۳) سائنس جلدا صفحه ۳۳۱

یہ وہی منزل ہے جہاں سے وہ روانہ ہوا تھا ۔ ان کا بیان ہے کہ تالیف کی حدوں سے گزرنے کے بعد جو زبانیں آگے بڑھ جاتی ہیں وہ تصریف تک پہنچ جاتی ہیں اور جو مڑ کر چھوٹی بٹیا پر پڑجاتی ہیں وہ ابتدائی دور میں داخل ہو جاتی ہیں (۱) - یہ خیال ذیل کی شکل سے باسانی سمجھ میں آسکتا ہے -



۲

زبانوں کی نسلی تقسیم

زبانوں کی ارتقائی تاریخ میں یہ تقسیم بہت اہم ہے - اس سے زبانوں کے قریبی رشتوں کا پتا چلتا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ زبانوں کے مختلف طبقات میں کسی ایک زبان کا مقام کیا ہے - زبانوں کی نسلی تقسیم کے لئے ضروری ہے کہ مختلف زبانوں کے صرفی و اشتقاقی تغیرات کے اصول و قواعد کا تقابلی مطالعہ کیا جائے - یہ مطالعہ ان صوتی قوانین کی روشنی مین ہوتا ہے جو حروف کے باہمی تبادل میں کار فرما ہیں (۲) -

(۱) هسڑی اف لینگویج صفحه ۱۷ (۲) سائنس جلد ۱ صفحه ۱۹۵

غیر ترقی یافتہ زبانوں کا تقا بلی مطالعہ بہت کم ہوا ہے - ترقی یافتہ زبانون میں سے بھی صحیح معنی میں صرف تیسرے دور کی تصریفی زبانوں کا اب تک علمی تجزیہ کیا جاسکا ہے - تصریفی زبانوں کا سرمایہ دو قسم کے الفاظ پر مشتمل ہے (۱) اصلی (Radical) اور تعمیری (Formal) تقابلی مطالعے میں دونوں قسم کے الفاظ پیش نظر رہنے چاہئیں - لیکن ان میں تعمیری الفاظ زیادہ اہم ہیں - میکس‌مولر کے نزدیک نسلی تقسیم کی بنیادین زبان کے تعمیری عنصر پر قائم ہیں (۲) لیکن جن زبانوں نے اپنی اصل سے الگ ہو جانے کے بعد کچھ ترقی کرلی ہے ان کا دوسری زبانوں سے رشتہ صرف اصلی الفاظ کی بنیاد پر ہی دریافت کیا جاسکتا ہے - ان اصلی اور بنیادی الفاظ میں بھی ذیل کی چیزیں اہم ہیں - (۳)

(۱) قریبی رشتے بتانے والے اسماء جیسے ماں، باپ بھائی، بہن، وغیرہ

(۲) اسماء اعداد - ایک، دو وغیرہ

(۳) ضمیریں، اشارات، موصولات -

(۴) روزانہ کی عام ضرورتوں پر دلالت کرنے والے افعال جیسے کھانا، پینا، اٹھنا بیٹھنا وغیرہ،

---

(۱) سائنس جلد۱ صفحہ ۲۵۰ (۲) ایضاً صفحہ ۱۹۹

(۳) سائنس صفحہ ۲۰۱ وفلسفہ ۲۱

متصرفہ زبانوں کے دو بڑے خاندان ہیں (۱) 'سامی' اور 'ہندآریائی' - پھر یہ دو خاندان چھوٹے بڑے بہت سے کنبوں اور گھرانوں پر مشتمل ہیں - 'سامی' خاندان میں زبانوں کے تین بڑے گھرانے ہیں -

(۱) ارامی - یہ شام، عراق، قدیم بابل اور نینوا کی زبان تھی۔ اس کی دوبولیاں ہیں - 'سریانی' اور 'کلدانی' - ان بولیوں میں خفیف سافرق ہے - 'جرجی زیدان' کا بیان ہے (۲) کہ بابل کی قدیم زبان اول اول 'آرامی' کہلاتی تھی۔ کچھ مدت کے بعد جب یہ بدل گئی تو اس کا نام 'کلدانی' ہوا اس کے بعد یہی 'سریانی' کہلائی - اس کی دوشاخیں ہیں - ایک 'غربی سریانی' دوسرے 'شرقی سریانی' - قدیم آرامی میں لکھے ہوئے کتبے 'بابل' اور 'اشور' کے کھنڈروں میں ملتے ہیں -

(۲) 'عبرانی' - 'یہود' کی مقدس اور مذہبی زبان ہے - ان کے مذہبی نوشتے اسی زبان میں ہیں - اس کی بھی دوشاخیں ہیں - فینقی اور 'قرطاجنی' یہ دونوں شاخیں اب مردہ ہو چکی ہیں -

(۳) 'عربی' - یہ 'سامی' خاندان کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ زبان ہے - اسلام سے پہلے یہ جزیرہ نمائے عرب کی زبان تھی لیکن اسلام کے بعد یہ دور تک پھیلتی چلی گئی اور وسط ہند سے لے کر جبل الطارق تک اور بحراسود سے بحرعرب تک بولی اور سمجھی جانے لگی - حبشے کی قدیم زبان عربی ہی کی ایک شاخ تھی (۳) - یہ زبان حبشیوں کی مذہبی کتابوں مین محفوظ ہے - ان کی مرجودہ بول چال کی زبان امہری ہے - مشہور مستشرق ڈاکٹر لائٹر

---

(۱) سائنس جلد۱ - لکچر ۵ (۳) سائنس صفحہ ۳۲

(۲) فلسفہ صفحہ ۱۳

نے شمالی افریقا کی بربر بولیوں اور مصر کی قدیم زبان کو بھی اسی خاندان میں شمار کیا ہے - (١) میکس مو لر کے خیال مین یہ امر ابھی مزید بحث و جستجو کا محتاج ہے -

اس خا ندان کی خصو صیات حسب ذیل ھیں (٢)

الف — ان زبانوں مین اصل الفاظ یعنی مادے سہ حرفی ہوتے ھین -

ب — اکثر الفاظ ان مادوں سے اس طرح بنتے ھین کہ مادون کی حر کات بدل جاتی ھیں اور اصل حروف بد ستور جوں کے توں رہتے ھیں -

ج — اسماء کی اعرابی حالتیں محض حرکات کے تغیر سے ظاھر کی جاتی ھیں - اسے مثال سے سمجھئیے - قتل عربی مادہ ہے - اس سے حسب ذیل صیغے بنتے ھیں - قَتَلَ (اس نے قتل کیا) قُتِلَ (وہ قتل کیا گیا) قَتْلٌ (مارڈالنا) قِتْلٌ (دشمنی) قُتَّلٌ (بہت سے قا تل) قَاتِلٌ (قتل کرنے والا) قَتِيْلٌ (مقتول) قتل الر جُلُ المرأةَ با لسکین (مردنے عورت کو چھری سے مار ڈالا) اس جملے میں فاعلی حالت کو ُ سے اور مفعولی کو َ سے اور اضافی کو ِ سے ظاھر کیا گیا ہے -

ھند یورپی خاندان سب سے بڑا ہے - یور پ اور ایشیا کی اکثر بڑی اور اھم زبا نیں اس میں شامل ھیں - یہ حسب ذیل آٹھ گھرانوں پر مشتمل ہے -

(١) 'ٹیوٹانی' یا جرمانی اس کی چارشاخیں ھیں -

---

(١) بحوالہ سائنس جلد١ صفحہ ٣٢٦

(٢) فلسفہ صفحہ ١٦ و سائنس صفحہ ٣٢٥

الف۔۔۔لوجرمن - اس میں موجودہ انگریزی' اینگلوسیکسن (قدیم انگریزی) فریشین - ڈچ - اور فلیمش شامل ھیں -

ب۔۔۔'ھا ئی جرمن' - اس کے تین دور ھیں -

(۱) قدیم - ساتوین صدی سے بارھوین صدی تک -

(۲) متوسط - بارھوین سے پندرھویں تک -

(۳) جدید - پندرھوین صدی کے بعد سے -

ج۔۔۔'گوتھک' - یہ اس گھرانے کی قدیم ترین زبان ہے -

د۔۔۔'اسکندی‌نیوین' - سویڈن' ناروے' ڈینمارک' اور جزیرۂ آئس‌لینڈ کی زبانیں -

(۲) 'اطالوی یا لاطینی'۔۔۔یہ گھرانا قدیم لاطینی سے تعلق رکھنے کی وجہ سے بڑی اھمیت کا حامل ہے - قدیم لاطینی 'ورجل' اور سسرو کی زبان تھی - ویسے تو یہ لیٹئم میں بولی جاتی تھی لیکن بعد میں علمی اور ادبی زبان کی حیثیت سے یہ رومانوی حکومت کے سارے علاقے پر چھاگئی - اس کی حسب ذیل پانچ شاخیں ھیں -

الف۔۔۔'پراونسل' - اطالیہ کے غنائی شاعروں کی زبان - اسے قدیم لاطینی اور اس گھرانے گی موجودہ زبانوں کے درمیان کی کڑی بتایا جاتا ہے - میکس مولر نے لسانی شہادتون سے ثابت کیا ہے کہ ھرچند اس گھرانے کی یہ قدیم ترین زبان ہے مگر دوسرے افراد خاندان کو اس نے جنم نہیں دیا -

ب۔۔۔'فرانسیسی' - فرانس کی بول چال کی نیز ادب کی زبان - اس میں دسویں صدی عیسوی تک کا ادب ملتا ہے -

ج۔۔۔'اطالوی' - اٹلی کی موجودہ زبان - بارھوین صدی کے لگ بھگ اس میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع ھوا -

د۔۔۔'ھسپانوی' - اسپین کی زبان ہے - اس میں بارھوین صدی سے رزمیہ شاعری کا آغاز ھوا -

ہ۔۔۔'پرتگالی' - پرتگال کی زبان -

(۳) 'یونانی' - اس میں یونان کی قدیم علمی و ادبی زبان اور جدید یونانی بولیاں شامل ھیں - 'ھومر' کی 'ایلیڈ' اور 'اوڈیسی' قدیم یونانی زبان میں ھیں - کہا جاتا ہے کہ یہ رزمیہ نظمین حضرت مسیح کی ولادت سے ایک ہزار سال پیشتر تصنیف ھوئیں -

(۴) کیلٹک - یہ آریاؤں کی کیلٹک شاخ کی طرف منسوب ہے - یہ گروہ سب سے پہلے ھجرت کرکے یورپ پہنچا' لیکن ٹیوٹانی گروہ نے اسے انتہائی غربی حصہ ملک کی طرف دھکیل دیا - اس کی بڑی بڑی شاخیں یہ ھیں - آئرش' اسکاٹ لینڈ کے مغربی ساحل کی گیلک' و یلش' کارنش' آموریکن -

(۵) سلاوی - یہ بولیاں بحراسود کے شمال مین سارے روسی علاقے پر چھائی ھوئی ھیں - کچھ عالموں نے لتھوانی کو بھی اسی گھرانے کا ایک فرد بتایا ہے - لتھوانی کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ھند آریائی زبانوں کی بہت سی قدیم شکلیں اصلی حالت میں باقی ھیں - لسانی اعتبار سے یہ بولی بہت اھم ہے - سلاوی کی دو شاخیں ھیں - شرقی اور غربی - شرقی شاخ میں 'روس' اور اس کی مقامی بولیاں 'بلغاری' اور الیرین شامل ھین - غربی شاخ پولینڈ' بوھیمیا' اور لوسٹیا کی زبانوں پرحاوی ہے -

(٦) 'البانوی' - یہ زبان 'سلاوی' گروہ کی 'الیرین' شاخ میں شامل سمجھی جاتی تھی - مگر یہ آس پاس کی تمام زبانوں سے مختلف ہے اس لئے اس کا جداگانہ ایک گھرانا قرار دیا گیا ہے -

(۷) 'هندایرانی' - یہ گھرانا ہندوستان کی سنسکرت' ایران کی قدیم فارسی' اور ہندایرانی دردی یا پے شاچی بولیوں پر مشتمل ہے - یہ گرائرسن کا نظر یہ ہے - کچھ عالموں نے دردی بولیوں کو ایرانی گروہ میں شمار کیا ہے - 'مسٹر بلاک' فرماتے ہیں ممکن ہے دردی بولیوں کو ہند و پاکستان کی شمال مغربی پراکرتوں سمیت ایک جداگانہ ہندی گروہ میں رکھا جائے - ایک تیسرا نظر یہ بھی ہے اور وہ یہ کہ دردی بولیاں قدیم آریائی بولیاں ہیں جن میں ایرانی بولیوں کی آمیزش پائی جاتی ہے (۱) -

ایران کی زبان کے تین دور ہیں - (۱) قدیم فارسی یعنی زرتشت کی اوستا اور ہخامنشی بادشاہوں کے کتبوں کی زبان - یہ کتبے میخی رسم خط میں سنگی لوحوں اور پختہ اینٹوں پر کندہ ہیں - یہ زبان 'رگ' وید کی زبان سے بہت مشابہ ہے - (۲) 'پہلوی' درمیانی عہد کی زبان ہے - اوستا کی شرح ژند اور پارسیوں کے بہت سے مذہبی رسالے اس زبان میں ہیں - (۳) 'جدیدفارسی' - عربوں کے فتح ایران کے بعد ایران میں جس زبان نے فروغ پایا وہ عربی آمیز جدید فارسی ہے - فردوسی کا شاہ نامہ اسی زبان میں ہے -

پے شاچی ان آریا نسل کے قبائل کی زبان ہے جو 'ہمالیہ' کے پہاڑی علاقون میں بس گئے تھے - کشمیری' چترالی' شنا' کافر اس زبان کی شاخیں ہیں - ہندوستان کی سنسکرت' پراکرت اور دوسری دیسی بولیون پر دوسرے باب میں بحث کی جائے گی -

(۸) 'آرمینی' آرمینیہ کی زبان ہے - اس پر فارسی کا گہرا اثر ہے - یہ یورپ اور ایشیا کی زبانوں کے درمیان واقع ہے -

---

(۱) بنگالی کا ارتقا جلدا حاشیہ صفحہ۳

بیمز ' وھٹنے' اور میکس مولرنے 'آرمینی' سرحد کی ' پشتو ' کردستان کی ' کردی ' اور کوہ قاف کو 'اوسیتی' کو ایرانی گھرانے میں شمار کیا ھے -

زبانوں کے اس بڑے خاندان کے دو حصے کئے جا سکتے ھیں - شمالی اور جنوبی - شمالی حصے میں وہ تمام زبانیں شامل ھیں جو کسی زمانے میں یورپ میں بولی جاتی تھیں یا اب بولی جاتی ھیں - جنوبی حصہ میں ایران اور ھند و پاکستان کی زبانیں آجاتی ھیں -

اس خاندان کی چند صرفی و نحوی خصوصیات کا ذکر بے جا نہ ھوگا -

(۱) ان میں مادے ایک حرفی سے چہار حرفی تک ھوتے ھیں -

(۲) عام طور پر لاحقے اور سابقے بڑھا کر اسماء و افعال کی گردان کی جاتی ھے -

(۳) اسماء کی اعرابی حالتیں تین سے زیادہ ھیں - اور یہ اکثر لاحقوں کی مدد سے ظاھر کی جاتی ھیں -

ویسے تو صرف دوھی خاندان ھیں جن کا ذکر سطور بالا میں کیا گیا مگر ' میکس مرلر' اور 'جان بیمز'، و غیرہ علماء نے ایک اور خاندان السنہ کا پتا بتایا ھے (۱) اور آریائی خاندان کے مقابلے میں اس کا نام تورانی گروہ السنہ تجویز کیا ھے - 'میکس مولر' کا خیال ھے کہ اس گروہ کی زبانوں میں وہ اتحاد یکسانی اور مماثلت نہیں پائی جاتی ' جوسامی ' اور آریائی افراد خاندان کے درمیان دیکھی گئی ھے - مگر اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہ زبانین کسی نہ کسی درجے میں ایک

---

(۱) سائنس ج لیکچر ۸ و خاکہ باب اول

دوسرے کی رشتہ‌دار ھیں - ان میں ایک مشترک صفت تو وھی ھے جس کا ذکر اوپر کیا گیا یعنی ان زبانوں میں ترکیب کے وقت اصل الفاظ اور اشتقاقی علامتیں پھلو بہ پھلو رکھی ھوتی ھین - اس کے علاوہ بعض اعداد، ضمائر، اور چند مادون میں بھی گھری مماثلتیں دیکھی گئی ھیں (۱) جوان زبانوں کی وحدت اصل کی طرف ھماری وہ نمائی کرتی ھیں - یہ زبانیں دو حصوں میں بٹی ھوئی ھیں - شمالی اور جنوبی - شمالی حصہ کی زبانیں 'یورال الٹائی' کھلاتی ھیں - ان کی حسب ذیل چاربڑی شاخیں ھیں -

(۱) تنگاسی (۲) منگولی (۳) ترکی (۴) فنی

جنوبی حصہ کی زبانیں ایشیا کے جنوبی حصہ پر قابض ھیں - یہ بھی چارشاخوں میں منقسم ھیں -

(۱) تامولی (۲) بھوٹیا (۳) تھائی (۴) ملائی

ان شاخوں میں سے ھر ایک میں بہت سی ضمنی اور تحتی بولیاں ھیں - تنگاسی کا دائرہ اقتدار چین سے شمال کی طرف سائبیریا تک چلا گیا ھے اور مغرب کی جانب دریاے ٹنگسا تک - یہ زبان بولنے والے قبیلے دو حصون میں بٹے ھوئے ھیں - سائبیریا میں بسنے والے روسیون کے زیر اقتدار ھین - دوسرا حصہ چینی حکومت میں شامل ھے اور 'مندشو' کھلاتا ھے -

منگولی قبائل تین گروھون میں منقسم تھے - بریات - منگول اور کلموک - ۱۲۲۷ع میں چنگیزخان نے اول اول ان کو ایک متحد قوم کی شکل دی اور منگول حکومت کی بنیاد ڈالی -

---

(۱) سائنس ج۱ ۳۳۰ع

منگول ' ترک ' اور تنگسی قبیلے مل ملا کر بعد میں تاتاری کہلائے ۔ ان کی زبانین چین سے لے کر دریاے وولگا تک کے وسیع علاقے پر اپنا قبضہ جمائے ہوئے ہیں ۔

ترکی بہت اہم زبان ہے ۔ اس کی 'بولیاں' لینا اور دریاے پولر سے لے کر ایڈریاٹک تک بولی جاتی ہیں ۔ ان میں عثمانلی شستہ اور ادبی زبان ہے ۔ فنی بولنے والے قبیلے یورال کے کوہستانی علاقوں میں آباد ہیں ۔ اس لئے ان کی بولیاں ' یورالی ' کہلاتی ہیں ۔ ان کی حسب ذیل چارشاخیں ہیں :
' چووی ' ۔ ' بلگاری ' ۔ , برمی ' ۔ , اگری ' ۔

تورانی خاندان السنہ کی ان شمالی شاخوں میں تنگسی سب سے کم ترقی یافتہ زبان ہے ۔ اس کی گرامر چینی زبان کے درجہ ارتقا مین ہے ۔ منگولی کسی قدر ترقی یافتہ زبان ہے لیکن اس میں بھی اجزاء کلام کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا جاتا ۔ ترکی اشتقاقی اور صرفی تغیرات کے پیش نظر ایک بڑے سرمایہ کی مالک ہے ۔ لیکن اسماء کی تصریف فنی شاخ میں ترکی سے زیادہ ہے ۔ جنوبی شاخ کی زبانوں میں سے ' تامولی ' کے دو حصے ہیں ۔

الف — 'منڈا' یا 'کول' جس میں یہ بولیاں شامل ہیں ۔
(۱) سنتھال (۲) کول (۳) گونڈ (۴) منڈل (۵) بھومنج و غیرہ ۔

ب — دراوڑ جو ذیل کی بولیوں پر مشتمل ہے ۔
(۱) کنڑی (۲) تلیگو (۳) ٹامل (۴) ملیالم و غیرہ ۔

بھوٹانی یا ہمالیائی بھوٹان اور نیپال کی بہت سی بولیوں کا ایک زمرہ ہے ۔ یہ بولیاں تبت کی بولیوں سے قریبی مشابہت رکھتی

ھیں - تھائی یا سیامی میں سیام کی تمام بولیاں شامل ھیں - اور ملائی شاخ میں ملایا اور پولی نیشیا کی -

تورانی زبانوں کے خاندان میں چین اور اس کے قرب وجوار کی دوسری زبانوں کو چھوڑ کر ایشیا کی تمام زبانیں اور بولیاں شامل ھیں - جاپان اور کوریا وغیرہ علاقوں کی زبانیں ابھی کسی خاندان میں شامل نہیں کی جاسکیں - مگر خیال ھے کہ یہ زبانیں تورانی خاندان سے تعلق رکھتی ھیں - مزید بحث و جستجو کے بعد ممکن ھے ان میں وہ مماثلتین ڈھونڈھ نکالی جائیں جو قطعی طور پر اس خاندان سے ان کا جوڑ لگا سکیں -

ان تین بڑے خاندانون کے علاوہ زبانون کے کچھ اور زمرے بھی ھیں جو افریقا' امریکا اور اسٹریلیا میں بولی جانے والی زبانون سے ترتیب دئے گئے ھیں - میں نے دو وجہ سے ان کا ذکر نہیں کیا - ایک تو ان زبانون کی گروہ بندی لسانی بنیادوں پر کچھ زیادہ مستحکم نہیں - جغرافیائی اعتبار سے آس پاس کی زبانوں کے زمرے بنادئیے گئے ھیں - دوسرے زبانوں کے کینڈوں اور ان کی مخصوص ساخت کے لحاظ سے یہ سب زمرے تورانی گروہ میں شامل ھیں - تقسیم السنہ کی طرف اولین قدم جو اٹھایا جا سکتا ھے وہ یہ ھے کہ زبانوں کے کینڈون کو دیکھ دیکھ کر اول ان کے زمرے بنائے جائیں اس کے بعد صرفی' نحوی' صوتی' اور لغوی مماثلتین جن زبانوں میں دیکھی جائیں ان کو قبیلوں' خانوادوں خاندانوں' ور گھرانوں میں بانٹ دیا جائے - اس مقدمے میں زبانوں کو تقسیم کرتے وقت اس کا زیادہ خیال رکھا گیا ھے کہ ان زمرون' گروھوں اور گھرانون کا ذکر خصوصیت کے ساتھ تفصیل سے ھو جن ے زبانون کے رشتون' قرابتون' اور میل جول کے اصول و قواعد کی وضاحت ھوتی ھے - باقی گھرانے اگر چھوٹ جائیں تو چندان مضائقہ نہیں - اس سے ھمارے مقصد مین کوئی ھرج واقع نہ ھو گا -

باب دوم

---()o()---

هند و پاکستان کی قدیم و جدید زبانیں

هند و پاکستان کی زبانیں دو خاندانوں سے تعلق رکھتی هیں - جنوبی هند کی تلیگو، ملیالم، کنڑی، ٹامل دراوڑ گروہ میں شامل هیں - کول، سنتھال، گونڈ، منڈل منڈا گروہ کی هیں - یہ سب تورانی خاندان سے هیں - بقیہ زبانیں هند ایرانی خاندان کی هیں - جو مل جل کر هند اریائی گھرانے کی تشکیل کرتی هیں -

هند آریائی گھرانے کی زبانوں کے تین بڑے عہد هیں - قدیم متوسط اور جدید - عہد قدیم ۱۵۰۰ قبل مسیح سے شروع ہو کر ۵۰۰ قبل مسیح پر ختم هو گیا - اس عہد کی زبان قدیم هند آریائی کہلاتی ہے جسے ہزار برس تک ترقی کرنے اور پھلنے پھولنے کے مواقع ملے اور اس میں بہت کچھ رد و بدل اور ترمیم و تنسیخ ہوئی- اس عہد کے ادبی سرمائے کے مطالعے سے اس زبان کی تبدیلیوں کے پیش نظر اس کے حسب ذیل تین دور قراردئے جاسکتے هیں -

(۱) دور اول—رگ وید کی زبان - یہ هندی آریوں کی قدیم ترین زبان ہے جس کے نمونے همیں رگ‌ویدکی رچاؤں میں ملتے هیں -

(۲) دور دوم—دوسرے تین‌ویدوں اور براهمنوں کی زبان- یہ رگ وید کی زبان کے مقابلے میں زیادہ شائستہ اور مہذب ہے -

(۳) 'دور سوم' - 'پانینی' 'پتنجلی' 'والمیکی' کی زبان - یہ ادبی سنسکرت کہلاتی ہے - سنسکرت کے لغوی معنی هیں شایستہ مہذب اور فصیح - ویدوں کی زبان‌عام بول چال کی زبان تھی

جو روزانہ بات چیت میں برتی جاتی تھی - جب اس زبان کو ادبی درجہ حاصل ہوا اور اصلاح و تہذیب کے بعد اس کے اصول وقواعد مرتب ہوئے تو روزانہ بول چال کی زبان سے ممتاز بنانے کے لئے اس کا نام سنسکرت رکھ دیا گیا - (۱) ڈاکٹر چٹرجي نے ویدون کی زبان کو ایک طرح کی ادبی اور علمي زبان بتایا ھے - اور اسے کسی دوسری بول چال کی زبان پر مبنی ٹھرایا ھے - (۲) میرے خیال میں آریاؤں کی قدیم زبان ادب اور فلسفه کی زبان نہیں ھو سکتی - اس لئے که اتنے قدیم زمانے میں اس کا امکان کم ھے که تمدنی ضروریات نے انھیں ایک ادبی اور معیاری زبان کی تشکیل پر مجبور کیا ھو - اس کے علاوہ وید آریوں کے سچے اور سادہ جذبات و خیالات کا آئینه ھیں جن میں سادہ اور فطری انداز میں مقدس دیوتاؤں کے گن گائے گئے ھیں - اس قسم کی تصنیف میں وھی زبان استعمال ھو سکتی تھی جسے ھرکس و ناکس سمجھ سکے اور جو روزانه بول‌چال میں برتی جائے -

اس کے علاوہ ویدون کی زبان ادبی سنسکرت کے مقابلے میں عھد متوسط کی پراکرتوں سے زیادہ مشابه ھے - یه پراکرتیں اس زمانے میں جب سنسکرت شسته اور علمی زبان کی حیثیت سے راج کرتی تھی عام بول چال کی زبانیں تھیں - ویدک زبان کی پراکرتون سے مشابہت یه ثابت کرتی ھے که کسی زمانے میں وید کی زبان بول چال کی زبان تھی اور پراکرتیں اس زبان کے تاریخی اور لسانی ارتقا کی

---

(۱) مبادی پراکرت صفحہ۴ وساھتیه صفحه۸

(۲) بنگالی جلدا صفحه۳۴

مختلف کڑیاں ھین - ویدک زبان اور پراکرتوں کی چند اھم اور نمایان مشابہتین ذیل میں درج کی جاتی ھیں -

(۱) پراکرت کی طرح ویدون میں اکثر آخر کے حروف صحیح ساقط کردئے گئے ھیں مثلاً پشچات کی جگہ پشچا - اچات کی جگہ آچا نیچات کی جگہ نیچا - اور یشمان کی جگہ یشما -

(۲) مخلوط حروف میں سے کہیں ایک حرف گرا کر ماقبل حرکت کا اشباع کردیا گیا ھے - جیسے درد بھ سے دودبھ - درناش سے دوناش -

(۳) اور کہیں ایک کو دوسرے سے الگ کر دیا گیا ھے - جیسے تَنُوہ - سُوہ - راتِریا -

(۴) وسرگ (ھاے مختفی) نے ـُو کی شکل اختیار کرلی ھے - جیسے سوچت (سہ چت) سم و تسرواجایت (سم و تسرہ اجایت)

(۵) 'د' 'ڈ' سے اور 'ر' 'ل' سے بدل گئی ھے جیسے دوڈبھ - (دردبھ) کشلّک (کشدرک) -

(۶) 'دھ' مخلوط 'ج' سے بدل گیا ھے - جیسے اددھیوتتی سے ادجیوتتی -

(۷) 'و' ساکن کر دیا گیا ھے جیسے شرونا' سے شرْونا -

(۸) مخلوط بہا حروف کا وقفیہ گر گیا ھے - اور 'ہ' باقی رہ گئی ھے - جیسے اہ (ادہ) گرہ (گربھ) سہ (سدہ)

رگ وید کی تالیف کے زمانے میں بول چال کی زبان کٹی کٹائی اور ترشی ترشائی نہ تھی - اس وقت ایک سے زیادہ بولیاں رائج تھیں جو تھوڑے تھوڑے فرق کے ساتھ بولی جاتی تھیں - چٹرجی کا خیال ھے کہ اس عہد کی کچھ بولیوں مین 'ر' اور 'ل'

دونوں کا استعمال تھا اور کچھ ایسی تھیں جن میں صرف 'ل' استعمال ہوتا تھا - اسی طرح ان بولیوں میں کچھ کا رجحان یہ تھا کہ ان میں مخلوط بہا حروف کو 'ہ' سے بدل دیا جائے - دوسری بولیوں میں اس کا رواج نہ تھا - بعض بولیوں میں 'ڈ' کو 'ڑ' سے ملتی جلتی ایک آواز میں تبدیل کر لیا جاتا تھا اور بعض بدستور 'ڈ' کا اصلی اور صحیح تلفظ کرتی تھیں - خود رگ وید میں یہ تمام رجحانات ملتے ہیں جو اس عہد کی مختلف بولیوں کے اثر کا نتیجہ ہیں - اس کے علاوہ اس زمانے میں 'دا' (دینا) کے جدا جدا دو روپ تھے - دداتی (دیتا ہے) اور دَتّہ (دیا ہوا) ویدک اور ادبی سنسکرت میں زیادہ عام اور زیادہ رائج تھے - اس کے ساتھ ہی غالباً اسی زمانے میں داتی (دیتا ہے) اور دِتّہ (دیا ہوا) کا چلن بھی تھا - آخر کے یہ روپ ہماری جدید بولیوں تک پہنچے - اردو 'دے' اور 'دیا' اسی سے ماخوذ ہیں (۱) -

ڈاکٹر بھنڈارکرنے قدیم ہند آریائی زبان کے تین دور قرار دئے ہیں - دور اول ان کے نزدیک رگ وید کی سنگھتا' یجروید کے منتر' اور اتھروید کے قدیم ترین حصوں پر مشتمل ہے - دوسرے دور کو وہ درمیانی عہد کی سنسکرت کہتے ہیں جس میں براھمن' یاسک منی کی لغت اور پانینی کی گرامر وغیرہ شامل ہیں - تیسرا دور ادبی سنسکرت کا ہے جو حسب ذیل ادبی سرمائے پر مشتمل ہے -

(۱) رزمیہ نظمیں - راماین اور مہابھارت -

(۲) قدیم شعراء کا کلام -

(۳) ڈرامے -

(۴) منظوم سمرتیاں - منوسمرتی وغیرہ -

(۵) کاتیاین اور پتنجلی کے حواشی اور شرحیں -

---

(۱) بنگالی جلد۱ صفحہ ۳۴

'پانینی' کی اشٹادھیای مین درمیانی عہد کی سنسکرت کی صرف و نحو بیان کی گئی ہے - 'کا تیاین' نے ادبی سنسکرت کے اصول و قواعد کی شرح و تفسیر کی ہے - سنسکرت کے آخری دور کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس مین مشتقات بطور افعال بکثرت استعمال ہوئے ہین - (۱)

عہد متوسط کا آغاز سنہ ۶۰۰ ق - م سے ہوا جو ۱۰۰۰ع تک چلا - اس عہد کی زبانیں پراکرت یعنی قدرتی اور فطری بولیان کہلائیں - اس زمانہ مین آریاؤں کے ہند و پاکستان کے چپے چپے پر پھیل جانے کی وجہ سے ان کا باہم میل جول اور اختلاط و ارتباط بہت کم ہو گیا اس لئے جو نقوش اس سے پہلے کسی قدر دھندلے تھے وہ اس عہد میں آکر آجاگر ہو گئے -

(۱) سنسکرت ऋ - ऌ - ऐ اور औ کا استعمال نہ رہا -

(۲) آخر کے حروف صحیح اور وسرگ گرائے جانے لگے -

(۳) مخلوط حروف صحیح مین حذف وادغام کے ذریعے تخفیف کی جانے لگی -

(۴) اسنانی حروف 'ت' - 'د' کو 'ٹ' اور 'ڈ' سے بدل دیا گیا -

(۵) श اور ष کی جگہ صرف 'س' رہ گیا - (ماگدھی میں 'س' کی جگہ 'ش' بولا جاتا تھا - اور عام طور سے ष کا 'چ' سے تبادل ہوجا تا تھا) -

(۶) اس کے علاوہ اسماء و افعال کی گردانوں میں بھی بہت کچھ تخفیف ہوئی - اس عہد کی بولیوں کے حسب ذیل تین دور ہین -

---

(۱) فلا لوجکل لیکچرز ۲۹ -

(۱) 'دور اول' - (سنہ ۶۰۰ ق - م سے سنہ ۱ء تک) اس عہد کی زبان اشوک پراکرت یا پالی کہلاتی ہے جس میں ذیل کی تالیفات اور کتبات شامل ہیں -

الف—تیسری صدی قبل مسیح سے لے کر دوسری صدی مسیحی تک کے سنگی اور آہنی کتبے اور تحریریں -

ب—جنوبی بودھوں کی تالیفات جیسے مہاونش اور جاتک وغیرہ -

ج—قدیم ترین جین سوتر -

د—قدیم ڈراموں مثلاً اشوگھوش کی پراکرت (۱) -

(۲) 'دور دوم' - (سنہ ۱—۵۰۰ء تک) یہ دور زیادہ اہم ہے - اس میں بولیوں کا اختلاف اور زیادہ ہوا اور زبان نے ہند و پاکستان کے گوشے گوشے میں پھیل کر نئے نئے روپ اختیار کئے - اس دور کی جن بولیوں نے ادبی حیثیت اختیار کی اور ان میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ چلا وہ چار ہیں -

الف—'مہاراشٹری' - یہ دکن میں بولی جاتی تھی اور اس علاقے کی زبان تھی جسے اب مہاراشٹر یا مرہٹہ واڑ کہتے ہیں -

ب—'شور سینی' گنگا اور جمنا کے درمیانی علاقے کی زبان تھی - شورسین یعنی برج منڈل ('متھرا' اور اس کے نواح) میں بولی جانے کی وجہ سے اس کا نام شورسینی ہوا (۲) -

ج—'ماگدھی' - مگدھ یعنی جنوبی بہار کی زبان - اس نے مشرقی ہندو پاکستان کے علاقوں میں فروغ پایا -

---

(۱) مبادی پراکرت صفحہ ۲ (۲) ساہتیہ صفحہ ۱۵

د—'پیشاچی' - پشاچ یعنی کچا گوشت کھانے والوں کی زبان - پشاچ کشمیر کے شمالی علاقے کو کہتے تھے - 'برھت کہا' اسی زبان میں ہے - یہ کتاب نایاب ہے - لیکن اس کا سنسکرت ترجمہ آج بھی ملتا ہے جو کشمیری پنڈتوں کا کیا ہوا ہے - اس زبان کو 'کشمیر' کی قدیم بولی تصور کیا جاتا ہے (۱) -

'شورسینی' اور 'ماگدھی' کے ملاپ سے ایک اور پراکرت وجود میں آئی جو 'کوشل' (اودھ) کے علاقے میں بولی جاتی تھی - 'مار کنڈے' نے اس زبان کو 'شورسینی' اور 'ماگدھی' کی آمیزش کا نتیجہ بتایا ہے - لیکن 'کرمیشور' اسے 'مہاراشٹری' اور 'ماگدھی' کے درمیان کی چیز بتاتے ہیں - اور یہی شاید صحیح ہے - اردھ ماگدھی 'شورسینی' کے مقابلے میں مہاراشٹری سے زیادہ قریب ہے (۲) -

ان پراکرتوں میں 'مہاراشٹری' کا درجہ اونچا بتایا جاتا ہے - 'ولنر' کا بیان ہے کہ قواعد نویس 'مہاراشٹری' کے اصول وقواعد لکھتے ہیں اور جہاں ضروری سمجھتے ہیں دوسری پراکرتوں کی طرف اشارے کرجاتے ہیں - 'مہاراشٹری' کسی زمانے میں گیتوں کی زبان تھی - سنسکرت ڈراموں کے گانے سب اسی زبان میں ہیں - اس زبان کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں کلمے کے درمیانی اور آخری حروف گرجاتے ہیں اور ان کی حرکات ان کی جگہ لے لیتی ہیں - حرکات کے تواتر اور تسلسل سے اس زبان میں کافی لوچ اور شیرینی آگئی ہے - مہاراشٹری کے بعد 'شور سینی' کا درجہ ہے - سنسکرت ڈراموں میں عورتیں عام طور

---

(۱) سا ہتیہ صفحہ ۱۸

(۲) ایضا صفحہ ۱۷

ے اس زبان میں باتیں کرتی ہیں - یہ ادبی سنسکرت سے بہت مشابہ ہے - اس پراکرت کی ایک بڑی صوتی خصوصیت یہ ہے - کہ اس میں ک - پ - ت - بترتیب گ - ب - د ے بدل جاتے ہیں - خصوصیت کے ساتھ کلمے کی درمیانی (ت) جو "مہاراشٹری" میں گر جاتی تھی یہاں "د" ہو جاتی ہے - چند مثالیں ملاحظہ ہوں -

سنسکرت	شورسینی	مہاراشٹری	اردو
جاناتی	جانادی	جاناتی	جاتے
سُتھِتہ	ٹھِدَ	ٹھِیا	ٹھیا
شت	سَدَ	سَا	سو
اے تد	اے دن	اے آن	یہ

ڈراموں کے ادنی اور پست افراد ماگدھی میں بات چیت کیا کرتے تھے - "س" کی جگہ "ش" اور "ر" کی جگہ "ل" اس کا خاص رجحان ہے - اکثر سنسکرت کی "ی" اس میں اپنی حالت پر قائم رہتی ہے - "شورسینی" میں یہ "ج" ے بدل جاتی ہے - مفتوح الاواخر اسماء یہاں فاعلی حالت میں "ے" پر ختم ہوتے ہیں - اس باب میں یہ شورسینی سے مختلف ہے - جہاں "ے" کی جگہ ـُ و ہوتا ہے - مثلاً سو (وہ) را جا (شورسینی) سوراآ (مہاراشٹری) شے لا آ (ماگدھی) سہ را جا (سنسکرت) (۱) -

"اردھ ماگدھی" ایک ملی جلی اور کھچڑی زبان ہے - مہاتما گوتم بدھ کی مادری زبان ہونے کی وجہ سے ایک زمانے میں اسے بڑا فروغ ہوا - شیام سندر داس کہتے ہیں کہ "گرنار" "شاہباز گڑھی" اور مانسہرے کے کتبات پر اس کی چھاپ دیکھی گئی ہے (۲) -

---

(۱) مبادی پراکرت صفحہ ۔

(۲) ساحبہ صفحہ ۱۶

جینیوں کی قدیم مذہبی تحریریں اس زبان میں ھیں (۱) - لیکن نظم کی زبان اور ھے اور نثر کی اور - نظم کی زبان مقابلۃً مہاراشٹری سے زیادہ قریب ھے (۲) - ذیل کے اصولوں میں یہ 'ماگدھی' سے مشابہ ھے -

مفرد اسماء فاعلی حالت میں 'ے' پر ختم ھوتے ھیں - مادے کے آخر میں اگر 'ر' ھے تو اسم مفعول میں 'ت' کی جگہ 'ڈ' ھوگی - 'ک' اکثر 'گ' سے بدل جاتا ھے جیسے آسوگ (آشوک) لیکن ماگدھی کی طرح 'ر' کا 'ل' اور 'س' کا 'ش' نہیں ھوتا - ذیل کی چند صوتی اور صرفی خصوصیات اسے مہاراشٹری سے ممتاز بناتی ھیں - مثلاً اس میں حنکی حروف اسنانی ھو جاتے ھیں - مثلاً چکت سا = تے اچھا - مفعولی ثانوی حالت میں 'آئے' آتا ھے - جیسے دیوت تائے (دیوتواے) آلی حالت میں 'سا' جیسے 'تپ سا' اور ظرفی حالت میں 'نسی' (سمن) جیسے لوکنسی (لوکسمن - لوکے) اسی طرح یہ 'شورسینی' سے بھی مختلف ھے - جس کی تفصیل موجب تطویل ھے (۳) -

ڈاکٹر 'ھیورنلے' کا خیال تھا کہ ھندوستان کی آریائی زبانیں کسی زمانے میں صرف دو تھیں - شورسینی اور ماگدھی - مہاراشٹری کو وہ مصنوعی زبان تصور کرتے تھے - مہاراشٹر کی بول چال کی زبان سے اس زبان کا ان کے نزدیک کوئی تعلق نہ تھا - 'گرائرسن' نے موجودہ بولیوں کے عمیق تقابلی مطالعے کے بعد عہد متوسط کی بولیوں کو مختلف علاقائی زبانوں میں تقسیم کیا ھے -

---

(۱) مبادی پراکرت صفحہ ۸۵

(۲) ایضا صفحہ ۶۵

(۳) مبادی پراکرت باب دھم ملاحظہ فرمائیں

الف—اندرونی پراکرت - شورسینی
ب—بیرونی پراکرت - مشرقی - ماگدھی
„ „ جنوبی - مہاراشٹری
ج—درمیانی پراکرت - اردہ ماگدھی

یہ تقسیم 'گرائرسن' کے جس نظریے پر مبنی ہے اس کا ذکر آیندہ کیا جائے گا - ڈاکٹر 'ولنر' کے نزدیک اردہ ماگدھی کی لسانی حیثیت ایک بہت بڑی الجھن ہے - 'اردہ ماگدھی' اگر اودہ کی زبان تھی جو کبھی وہاں بولی جاتی تھی تو صوتی اور لسانی اعتبار سے اسے نصف 'ماگدھی' اور نصف 'شور سینی' ہونا چاہئے - حالانکہ اردہ ماگدھی کا کینڈا شورسینی اور ماگدھی سے زیادہ سنسکرت سے قریب ہے - اس سلسلے میں دو باتیں اس قابل ہیں کہ ان پر نظر رکھی جائے- اول یہ کہ یہ پراکرتیں جو اس وقت زیر بحث ہیں ادبی اور معیاری زبانیں تھیں - بول چال کی زبانیں ان سے الگ تھیں - دوسرے یہ ادبی زبانیں ایک ساتھ وجود میں نہیں آئیں - مختلف اوقات میں منجھ منجھاکر ان زبانوں نے ادب اور علم کا درجہ حاصل کیا - اس لئے ان کو ہم عصر اور ہم سر نہیں کہا جاسکتا - 'ڈاکٹرولنر' کا قیاس ہے کہ 'اردہ ماگدھی' 'شور سینی' سے زیادہ قدیم ہے اور اغلب یہ ہے کہ وہ 'شورسینی' اور 'ماگدھی' کی ہیئت متعین ہو جانے کے بعد مدتوں گنگا کی وادی میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک ادبی اور مذہبی زبان کی حیثیت سے استعمال ہوتی رہی - جب جینی مذہب کا مرکز ثقل مغرب کی طرف منتقل ہوا تو 'اردہ ماگدھی' 'مہاراشٹری' رنگ میں ڈوب گئی - یہ رنگ جینیوں کی آخری عہد کی مذہبی تحریروں میں صاف جھلکتا ہے - (۱)

(۱) مبادی پراکرت صفحہ ٦٩

(۳) 'دورسوم' - (سنہ ۶۰۰ع سے سنہ ۱۰۰۰ع تک) اس دور کی زبانیں 'اپ بھرنش' کے نام سے موسوم ہیں - 'اپ بھرنش' یا اپ بھرشٹ کے معنی ہیں بگڑا ہوا - یہ زبانیں چونکہ عام بول چال میں کام آتی تھیں جنھیں عوام بازاروں' پینٹھوں' اور میلوں ٹھیلوں میں بولتے تھے اس لئے یہ گری ہوئی اور بگڑی ہوئی سمجھی جاتی تھیں - اول اول گنوارو لفظوں کو 'اپ بھرنش' یا 'اپ شبد' کہا گیا - بعد میں وہ زبان جس میں یہ 'اپ شبد' استعمال ہوئے 'اپ بھاشا' کہلائیں - مشہور لغوی پتنجلی نے جو 'پانینی' کی گرامر کا شارح ہے' 'اپ شبد' کے معنی بتاتے ہوئے لکھا ہے - 'اپ شبد' بہت ہیں اور شبد تھوڑے ہیں - ایک شبد کے بہت سے 'اپ بھرنش' ہوتے ہیں - جیسے گائے کے لئے گاوی' گونڑی' گوتا' گوپو تلکا - یہ سب 'اپ بھرنش' ہیں' (۱) - یہ تو پہلے ہی عرض کیا جا چکا ہے کہ دور دوم کی پراکرتیں بول چال کی زبانیں تھیں' لیکن ان میں جب تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع ہوا تو ان میں سے چند منجھ منجھا کر اور اصول و قواعد کی پابندیوں میں جکڑ جکڑا کر ادبی درجے کو پنہچ گئیں - ان زبانوں کا ارتقا تو رک گیا مگر ان کی معاصر روزانہ بول چال کی زبانیں برابر بدلتی رہیں - یہ زبانیں ادبی پراکرتوں کے مقابلے میں اور ان سے ممتاز بنانے کے لئے 'اپ بھرنش' کہلائیں - یہ اور بات ہے کہ ایک زمانہ ایسا آیا کہ بگڑی ہوئی زبانیں بھی بن سنور کر 'پراکرتوں' کے پہلو یں ادب کی شائستہ اور شستہ زبان کی حیثیت سے جا بیٹھیں - 'اپ بھرنش' کی چند صوتی خصوصیات جو زیادہ عام اور زیادہ اہم ہیں درج ذیل ہیں -

---

(۱) بحوالہ ساھتیہ صفحہ ۲۲

(۱) آخری ج اور ن کو غنه کرنا - جیسے سنئیں (واحدغائب) رهسیں (واحد حاضر) بهنیوں (واحد متکلم) -

(۲) 'م' کا 'و' یا 'نو' هوجانا - جیسے کنْور (کمار) پوان (پرمان)

(۳) مخلوط حروف صحیح کی تخفیف اور ماقبل حرکت کا اشباع جیسے سهاس = سهسّ = سهسر - بهویس - بهُوِسّ = بهوشیه -

(۴) حروف صحیحه کا اسقاط جیسے اندهار (اندهکار) بهنڈار (بهانڈگار) -

(۵) حرکات کی تخفیف - جیسے وَنَج (وانْجیه) پیا (پیتا) -

(۶) 'س' اور 'ش' کا 'ه' هوجانا -

(۷) حروف مدے 'ا' 'ی' 'ے' 'و' کا حرکات مناسبه 'ـَ' 'ـِ' اور 'ـُ' سے بدل جانا (۱) -

ان کے علاوہ کچھ صرفی خصوصیات بھی هیں - مثلاً اسماء کی گردان میں تخفیف هوتے هوتے صرف ایک گردان رہ گئی - اعرابی حالتوں کا اظہار جداگانه اور مستقل امدادی کلمات سے کیا جانے لگا - جو اسم کی اضافی یا کسی اور حالت پر جوڑے جاتے تھے - ان میں سے چند یه هیں - کر (کا) کنّ (پاس) مه (میں) ککھ یا کچھ (کے یا کو) ٹھام یا ٹھاں (پر) سم (سے) انت یا انتر (اندر - میں) - افعال کی گردان معاون فعلوں کی مدد سے هونے لگی جن میں سے چند یه هیں - اهنت (هیں) سند (هیں) تھکیا - دیا وغیره -

---

(۱) مبادی پراکرت صفحه ۸۰ و بنگالی صفحه ۱۹

اسم مفعول کا ماضی مجہول کے لئے استعمال - بعض اسماء کے آخر میں الحاقی حروف اور کلمات مثلاً ڈ، اِل، آل، ک وغیرہ کا اضافہ (۱)

لفظ 'اپ بھرنش' مقامی بولیوں (دیش بھاشا) کے لئے مستعمل تھا اس کا ذکر ڈاکٹر 'ولنر' نے بھی کیا ہے (۲) - اپ بھرنشین بہت تھیں - ہر پراکرت کی 'اپ بھرنش' جدا تھی - 'شورسینی' 'اپ بھرنش' کا ذکر تو قدیم صرفیوں نے کیا ہی ہے، 'ماگدھی' 'مہاراشٹری' 'پےشاچی' اور 'اردھ ماگدھی' علاقوں میں بھی اپ بھرنشیں رائج تھیں جو ان ادبی پراکرتوں کے تاریخی ارتقا اور صوتی ولسانی تبدیلیوں کی وجہ سے وجود میں آئیں - ڈاکٹر 'ولنر' کا بیان ہے کہ 'شورسینی' پراکرت کے کئی روپ تھے جو 'متھرا' کے نواح میں رائج تھے - یہ روپ 'شورسینی' اپ بھرنش کہلاتے تھے - 'شورسینی' پراکرت خاص 'متھرا' کی زبان تھی یہ ادبی علمی اور معیاری سمجھی جاتی تھی - اس طرح ہر ادبی پراکرت کا تعلق بہت سی بول چال کی زبانوں سے تھا اور یہ سب زبانیں 'اپ بھرنش' کہلاتی تھیں - یہ زبانیں صرف بول چال میں کام آتی تھیں - ان میں کبھی کوئی ادب پیدا نہیں ہوا اس لئے قدیم صرفیوں کی ان پر نظر نہیں پڑی - 'مارکنڈے' نے اپنی مشہور تصنیف 'پراکرت سرو سو'' میں صرف تین اپ بھرنشوں کا ذکر کیا ہے - 'ناگر' - اپ ناگر' اور' وراچڈ' - 'یقوبی' کا خیال ہے کہ 'وراچڈ' ان میں زیادہ قدیم ہے - وہ 'وراچڈ' کو 'ورج' سے ماخوذ مانتے ہیں جس

---

(۱) مبادی پراکرت صفحہ ۸ و بنگالی صفحہ ۱۹

(۲) مبادی صفحہ ۸۲

کے معنی ھین گـوالوں کا مسکن - 'برج بھاشا' کے نام سے اس اشتقاق کی تائید ھوتی ھے - یہ بولی 'مارکنڈے' کے خیال میں 'سندھ' میں بولی جاتی تھی - 'ولنر' کی رائے ھے کہ آبھیر بھاشا (اھیروں کی بولی) یہی ھے - اس کی ایک لسانی خصوصیت یہ ھے کہ اس میں حروف صحیح کے بعد 'ر' کا الحاق کردیا جاتا ھے - ناگر (شہری) اپ بھرنش کسی قدر شایستہ' شستہ' اور مہذب زبان تھی جو دسویں صدی سے چودھوین تک' جب جدید بولیاں کافی ابھر چکی تھیں' ماگدھی علاقوں میں بھی علمی اور ادبی مقاصد کے لئے استعمال ھوتی رھی (۱) - 'ھیم چندر' نے اسی زبان کے قواعدو اصول بیان کئے ھیں - یہی شورسینی اپ بھرنش کہلاتی ھے - اور اسی کو قدیم ھندی کی اصل بتایا جاتا ھے - 'یقوبی' نے اس کی دوشاخیں بتائی ھیں - ایک گرجر (گوجر) اپ بھرنش جسے شویتامبر جینی استعمال کرتے ھیں - دوسری شمالی اپ بھرنش - 'بھوست' کہا اسی بولی میں ھے - یہ ڈگمبر جینوں کی زبان ھے -

آپ ناگر'شیام سندر' کی رائے میں مغربی 'راجپوتانے' اور جنوبی پنجاب' کی زبان ھے جو 'سندھ' کی'وراچڈ' اور ,راجستھانیناگر کے میل جول سے وجود میں میں آئی (۲) - ڈاکٹر 'ولنر' اسے دیہات کی بولی بتاتے ھیں (۳) - اور شاید یہی صحیح بھی ھے - اس لئے کہ اپ بھرنش زبانوں کی یہ تقسیم' جہاں تک قیاس کا تقاضا ھے کسی ایک معیاری ادبی زبان کے مختلف رویوں کو سامنے رکھ کر کی گئی ھے - اس عہد کی ادبی اپ بھرنش کے تین لہجے تھے - ایک

(۱) بنگالی ج ۱ صفحہ ۹۱ (۳) مبادی پراکرت صفحہ ۸۱
(۲) ساھتیہ صفحہ ۱۳

خالص شہری - یہ سب سے زیادہ شستہ اور فصیح تھا جیسے دھلی کی اردوے معلی - دوسرا لہجہ کسی قدر کرخت اور اکھڑ تھا - یہ گوالوں اور ان پڑھ لوگوں کا تھا - ان دونوں کے اختلاط سے ایک اور درمیانی لہجہ وجود میں آیا - اس کا نام اَپ ناگر رکھا گیا - اپ بھرنش کو اوہٹھ بھی کہا گیا ہے - 'اوہٹھ' سنسکرت اپ بھرشٹ کا بگڑا ہوا روپ ہے - اپ بھر شٹ = او بھٹھ = اوہٹھ - 'متھلا' کے مشہور شاعر ودیاپتی کا کلام 'اوہٹھ لہجے میں ہے - 'شیام سندر داس' نے 'اوہٹھ' کو 'شورسینی' اپ بھرنش کا جدید روپ اور درمیانی عہد کی هندی (برج) اور شورسینی اب پھرنش کے درمیان کی ایک کڑی بتایا ہے (۱) - 'راجپوتانے' کے علاقے میں اوہٹھ کو 'پنگل' کہا جاتا تھا اور وہاں کے بھاٹ مقامی بولی 'ڈنگل' کے ساتھ ساتھ پنگل گیت بھی لکھتے تھے - 'آوہٹھ' کی مثالیں "پراکرت پنگل" میں ملتی هیں یہ اپ بھرنش اور جدید آریائی بولیوں سے متعلق عروض کی کتاب ہے -

دیس دیس کی بولیاں الگ الگ تھیں - اور یہ سب روزانہ بول چال میں استعمال ہونے کی وجہ سے اپ بھرنش کہلاتی تھیں - اس کا ذکر 'رودرٹ' نے بھی کیا ہے اس کے الفاظ یہ هین (۲) - "بھور بھیدودیش وشیشاد اپ بھرنشہ" (مقامی خصوصیات کی وجہ سے ملک ملک کی بولی جدا ہے - اور یہ سب اپ بھرنش کہلاتی هیں) 'مارکنڈے' نے جن اپ بھرنشوں کا ذکر کیا ہے وہ ادب اور فن کی زبانیں

---

(۱) ساهتیه صفحه ۲۸ و بنگالی صفحه ۱۱۳

(۲) بحواله ساهتیه صفحه ۲۷

ہیں۔ بول چال کی زبانیں ان سے مختلف تھیں اور جیسا کہ میں نے عرض کیا یہ بہت تھیں۔

آریائی زبانوں کا آخری عہد جسے میں نے 'عہد جدید' کہا ہے، گیارھویں صدی عیسوی سے شروع ہوا۔ یہ زمانہ ہندوستان کی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ سیاسی اعتبار سے بھی اور اجتماعی اعتبار سے بھی۔ یہ تو میں عرض کر چکا ہوں کہ پراکرت عہد میں جوں جوں آریا قبائل ہندوستان کے طول وعرض میں پھیلتے گئے ان کی زبانوں میں اختلاف رونما ہوتا گیا، اس عہد کے ختم ہوتے ہوتے ہر دیس کی بولی الگ ہوگئی۔ یہ سب بولیاں اپ بھرنش کہلائیں۔ دسویں صدی عیسوی کے لگ بھگ یہ بولیاں اتنی ابھرآئی تھیں اور ان کے خط و خال اتنے نمایاں ہوگئے تھے کہ وہ جداگانہ اور مستقل زبانوں کی حیثیت اختیار کر چکی تھیں۔ کچھ اسی لئے گیارھویں صدی عیسوی کو عہد جدید کا نقطہ آغاز قرار دیا گیا ہے۔

'ہیورنلے' اور 'گریرسن' نے ہند و پاکستان کی جدید زبانوں کے دو بڑے گروہ قرار دئے ہیں۔ اندرونی اور بیرونی۔ اندرونی گروہ کی دو شاخیں ہیں۔ ایک مغربی جو حسب ذیل چار زبانوں پر مشتمل ہے۔ 'مغربی ہندی' 'راجستھانی' 'گجراتی' اور 'پنجابی'۔ دوسرے شمالی جس میں 'مغربی پہاڑی' 'وسطی پہاڑی' اور شرقی پہاڑی' 'یا نیپالی' شامل ہیں۔ بیرونی گروہ کی تین شاخیں ہیں۔ 'شمال مغربی' 'جنوبی' اور 'مشرقی'۔ شمال مغربی زبانیں چار ہیں۔ 'کشمیری' کو ہستانی' مغربی پنجابی' یا 'لھندا' اور 'سندھی'۔

جنوبی شاخ کی تنہا نمائندہ زبان 'مرہٹی' ہے - شرقی شاخ میں چار زبانیں ہیں 'بنگالی' 'آسامی' 'بہاری' اور 'اڑیا' - اندرونی اور بیرونی زبانوں کے درمیان ایک زبان اور بھی ہے جو ان دونوں گروہوں کے ملاپ کا نتیجہ ہے - اس میں کچھ خصوصیات پرانے گروہ کی ہیں اور کچھ اندرونی گروہ کی - اس کا نام مشرقی ہندی ہے -

اس خیال کی بنیاد ایک نظریّے پر ہے جسے سب سے پہلے ہیورنلے نے پیش کیا اور 'گریرسن نے ایک معمولی سی ترمیم کے بعد اسے قبول کر لیا - وہ نظریہ یہ ہے کہ آریا قبیلے دو مرتبہ ہندوستان میں داخل ہوئے پہلی مرتبہ جو قبیلے ہندوستان آے وہ گنگا کی وادی میں آکر ٹھر گئے - اور مدتوں اس دل کشا علاقے میں فروکش رہے - ان کے بعد دوسری بار جو قبائل آئے انہوں نے اس علاقے میں انھیں بسنے نہ دیا اور مغرب' مشرق' نیز جنوب کی طرف دھکیل دیا - بیرونی زبانیں ان قبائل کی ہیں جو سب سے پہلے ہجرت کر کے ہندوستان آئے - اندرونی زبانیں بعد میں آنے والے فاتح گروہ کی ہیں - اس نظریّے کی تائید و حمایت میں یوں تو بعض تاریخی شہادتیں بھی ہیں - لیکن اس کی تمام تر بنیاد لغوی اور لسانی دلائل پر ہے - ڈاکٹر چیٹرجی نے اپنی کتاب میں اس نظریّے پر تفصیلی بحث کے بعد گرائرسن کے پیش کردہ تمام لسانی دلائل کو رد کر دیا ہے -

ہیورنلے لکھتے ہیں کہ آریا قبائل سب ایک زبان بولتے تھے لیکن اس کے لہجے ایک سے زیادہ تھے - یہ لہجے ایک دوسرے سے کسی قدر مختلف تھے - ہیورنلے نے ماگدھی اور شورسینی دو قدیم لہجے اس زبان کے بتائے ہیں جو غالباً اس کے نزدیک اس وقت

رائج تھے جب آریا قبیلے ہندوستان آئے - ان میں سے ماگدھی کو ہیورنلے زیادہ قدیم بتاتے ہیں - ان کا خیال ہے کہ پہلا آریا گروہ جو ہندوستان آیا وہ ماگدھی بولتا تھا - دوسرے گروہ کی زبان 'شورسینی' تھی (۱) - اس لئے تقاضائے قیاس یہ ہے کہ اندرونی زبانیں 'شورسینی' کی پیداوار ہوں اور بیرونی زبانیں ماگدھی کی - شیام سندر داس نے ایک بیچ کی راہ نکالی ہے - وہ فرماتے ہیں کہ کم سے کم اتنی بات صحیح ہے کہ مشرقی زبانوں کا کینڈا مغربی زبانوں سے الگ ہے - صوتی اعتبار سے بھی اور صرفی اعتبار سے بھی - مشرقی زبانوں کا عام رجحان یہ ہے کہ ان میں سنسکرت 'س' کی جگہ 'ش' بولا جاتا ہے اور ماضی بطور معروف استعمال ہوتی ہے - مغربی گروہ کی زبانوں میں 'س' اور 'ش' دونوں ہیں اور ماضی بطور مجہول مستعمل ہے - مشرقی زبانوں میں ماضی جنس وعدد میں فاعل کے مطابق ہوتی ہے اور مغربی زبانوں میں مفعول کے مطابق -

الف - مغربی زبانیں -

(۱) مغربی ہندی - میں نے پوتھی پڑھی

(۲) گجراتی - میں پوتھی بانچی

(۳) مرہٹی - میں پوتھی واچلی

(۴) سندھی - پوتھی پڑھی - مے

(۵) مغربی پنجابی - پوتھی پڑھیم -

پڑھی، بانچی، واچلی، یہ سب مونث کے صیغے ہیں جو پوتھی کی رعایت سے لائے گئے ہیں - پوتھی ترکیب میں مفعول بہ ہے - سندھی اور پنجابی میں فاعل کی ضمیر فعل کے آخر میں لگائی گئی ہے - یہ غالباً فارسی کا اثر ہے -

(۱) مشرقی گرامر صفحہ ۳۲ - ۳۱ بہاری گرامر جلدا صفحہ ۶

ب—مشرقی زبانیں -

(۱) مشرقی هندی — میں پوتھی پڑھیوں

(۲) بھوجپوری — هم پوتھی پڑھ لیں

(۳) میتھلی — هم پوتھی پڑھ لوں

(۴) بنگالی — آمی پوتھی پڑ لام

(۵) اڑیا — آمھے پتھی پوڑھلوں (۱)

ان میں مفعول کی کوئی رعایت نہیں کی گئی - فعل فاعل کے مطابق ہے -

اس کے علاوہ کچھ اور صوتی اور صرفی خصوصیات بھی ہیں جو مشرقی زبانوں کو مغربی گروہ کی زبانوں سے ممتاز بناتی ہیں - ان خصوصیات کا ذکر گریرسن نے "بہاری گرامر" کی پہلی جلد میں تفصیل کے ساتھ کیا ہے - ان میں سے چند یہ ہیں -

(۱) لسانی نصف حروف علت مشرقی زبانوں میں اسنانی ہو جاتے ہیں - 'ڑ' 'ر' ہو جاتی ہے - جیسے پڑنا (اردو) پرب (بہاری) 'ل' کبھی 'ر' سے بدل جاتا ہے جیسے پھل (اردو) پھر (بہاری) گالی (اردو) گاری (بہاری) اور کبھی 'ن' سے جیسے لنگوٹ سے ننگوٹ -

(۲) مشرقی زبانوں میں 'ی' اور 'ر' شروع کلمے میں نہیں آتے - جیسے یہ (اردو) اے (بہاری) وہ (اردو) او (بہاری) یہاں (اردو) اهاں (بہاری) رهاں (اردو) آهاں (بہاری)

(۳) مشرقی زبانون میں دو حروف علت کا اجتماع جائز سمجھا جاتا ہے - آآر (اور) آاِسا (ایسا) - (۲)

---

(۱) هندی بھاشا اور ساهتیہ صفحہ ۳۳

(۲) بہاری گرامر جلد ۱

زیادہ صحیح اور زیادہ معقول گروہ بندی جدید زبانوں کی یہ ہے کہ تمام مشرقی زبانوں کا ایک گروہ قرار دیا جائے اور ان کو ماگدھی پراکرت کے حلقۂ اثر میں رکھا جائے - اور ہند و پاکستان کی باقی تمام آریائی زبانوں کا ایک الگ زمرہ بناکر ان کو شورسینی پراکرت سے ماخوذ یا متاثر بتایا جائے - ہیورنلے کی گروہ بندی کا حاصل بھی شاید یہی تھا - اس نے ماگدھی حلقہ اثر کی زبانوں کو بیرونی اور شورسینی سے متاثر ہونے والی زبانوں کو اندرونی کہا تھا - لیکن یہ تحقیق کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ لہندا اور سندھی ماگدھی سے زیادہ قریب ہیں یا شورسینی سے - ڈاکٹر چٹرجی نے جدید زبانوں کی تقسیم اور ان کی گروہ بندی ذیل کے طریقے سے کی ہے - (۱)

الف—شمال مغربی زبانیں -

(۱) 'لہندا' (مغربی پنجابی) (۲) 'سندھی'

ب—درمیانی علاقے کی زبانیں -

(۱) 'مغربی ہندی' (۲) 'پنجابی' (۳) 'راجستھانی' (۴) 'گجراتی'

ج—مغربی زبان - 'مرہٹی' -

د—مشرقی زبانیں -

(۱) 'بنگالی' (۲) 'بہاری' (۳) 'آسامی' (۴) 'اڑیا'

ہ—شمالی زبانیں - 'نیپالی' اور دوسری پہاڑی زبانیں -

و—مخلوط زبان - مشرقی ہندی

یوں تو 'لہندا' اور 'سندھی' میں بھی ماضی مطلق کے ساتھ ضمیر متصل استعمال ہوتی ہے، اور اس لحاظ سے وہ مشرقی

---

(۱) بنگالی کا آغاز وارتقا جلد ۱ صفحہ ۳۳

زبانوں کی ہم نوا ہیں - لیکن یہ خصوصیت غالباً ان زبانوں میں 'پے شاچی' بولیوں کے اثر سے پیدا ہوئی - 'فارسی' اور 'پشتو' وغیرہ زبانوں مین بھی' جو 'لہندا' اور 'سندھی' کے پڑوس میں بولی جاتی ہیں فاعل کی ضمیر عام طور پر فعل کے ساتھ مل جل کر استعمال ہوتی ہے - اس کے علاوہ ایک صرفی خصوصیت ایسی ہے جو شمالی غربی زبانوں کو مشرقی زبانوں سے ممتاز بناتی ہے - ثانی الذکر زبانوں میں ماضی مطلق بناتے وقت ایک "ل" اضافہ کر دیا جاتا ہے - جیسے اٹھنا سے اٹھیل بنگالی - آٹھل (بھاری) اٹھل (آسامی) اٹھیلا (اڑیا) یہ الحاقی 'ل' 'مرھٹی' میں بھی ہے - لیکن 'سندھی' اور 'لہندا' میں ناپید ہے -

اس لئے اس سے قطع نظر کہ جدید آریائی زبانوں کا ماخذ کیا ہے ان کی بعض صرفی اور صوتی خصوصیات کے پیش نظر ان کو ذیل کے تین زمرون میں بانٹا جا سکتا ہے -

الف — پے شاچی یا دردی زمرہ -

(۱) کشمیری (۲) کوھستانی (پشتو وغیرہ) (۳) لہندا (۴) سندھی

ب — شورسینی زمرہ -

(۱) مغربی ھندی (۲) راجستھانی (۳) پنجابی (۴) گجراتی (۵) پہاڑی

ج — ماگدھی زمرہ -

(۱) بنگالی (۲) آسامی (۳) بہاری (۴) آڑیا (۵) مرھٹی

مشرقی 'ھندی' شور سینی' اور 'ماگدھی' زمروں کے درمیان کی زبان ہے - جس میں ایک طرف مشرقی زبانوں کی کچھ خصوصیات پائی جاتی ہیں اور دوسری طرف مغربی زبانوں کی -

ہمسایہ زبانیں فطری طور پر ایک دوسرے کو متاثر کرتی رہی ہیں - ان کی باہمی مماثلت اور بعض خصوصیات میں شرکت کی وجہ یہ نہیں کہ ان کی اصل ایک ہے اور وہ سب ایک زبان سے متفرع ہوئی ہیں بلکہ وہ پڑوس میں بولی جانے والی زبانیں ہیں جنہیں ساتھ ساتھ ترقی کرنے کے مواقع ملے - متحدالاصل زبانوں کی ساخت، ان کا کینڈا اور ان کا نظام ایک جیسا ہوتا ہے، لیکن چونکہ وہ ایک دوسرے سے الگ اور مختلف ماحول و حالات میں نشوو نما پاتی ہیں اس لئے اس بنیادی اتحاد کے باوجود بہت سے اصول و قواعد میں وہ ایک دوسرے سے مختلف ہو جاتی ہیں - اور آس پاس کی زبانوں سے بعض صرفی ونحوی خصوصیات لے کر وہ کچھ سے کچھ بن جاتی ہیں - مثلاً 'بہاری' بولیوں کو لیجئے جو ماگدھی کی بیٹیاں اور بنگالی' 'آسامی' و غیرہ کی بہنیں ہیں - ماگدھی کی دو بڑی خصوصیتین تھیں - ایک یہ کہ 'سنسکرت 'س' کا تلفظ اس میں 'ش' کیا جاتا تھا - دوسرے 'ر' کو ہر جگہ 'ل' سے بدل دیا جاتا تھا - (۱) ماگدھی کی ان دونوں خصوصیتوں کا آج یہ حال ہے کہ 'بہاری' میں 'س' کا تلفظ بدستور 'س' ہوتا ہے "اگر چہ کیتھی رسم خط میں لکھا اب تک 'ش' ہی جاتا ہے" - اور 'ل' جو کبھی 'ر' کا قائم مقام تھا اس درجہ مکروہ سمجھا جاتا ہے کہ یا تو 'ر' کا روپ اختیار کر لیتا ہے - جیسے گاری (گالی) پھر (پھل) یا 'ن' کا جیسے ننگوٹ (لنگوٹ) اس کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ 'بہاری' اپنے ارتقائی دوران میں پڑوس کی زبان ہندی سے متاثر ہوتی رہی ہے -

(۱) ماگدھی بولنے والے سارس کو شاش اور پرش کو پاش کہتے تھے (۲) ساھتیہ صفحہ ۳۹

'پے شاچی زمرے کی زبانوں میں 'لہندا' مغربی پنجاب کی زبان ہے جو راولپنڈی سرگودھا' ملتان' اور بہاول پور کے علاقوں میں بولی جاتی ہے - یہ صرفی ونحوی قواعد اور سرمایۂ الفاظ دونوں اعتبار سے پنجابی سے مختلف ہے اور 'سندھی' سے کسی قدر ملتی ہے - 'سندھی' صوبۂ سندھ کی زبان ہے - کہا جاتا ہے کہ اس کی اصل 'ورا چڈ' اپ بھرنش ہے -

'ماگدھی' طبقے کی زبانوں میں 'بنگالی' شایستہ اور ترقی یافتہ زبان ہے جو آڑیسہ کی زبان 'اُڑیا' کی بہن ہے - کم سے کم مشرق کی تین زبانیں صوتی اور صرفی اعتبار سے اس درجہ ایک دوسرے سے مشابہ ہیں کہ ان کو 'ماگدھی' کی اولاد سمجھا جاتا ہے - ویسے تو 'بہاری' کا تعلق بھی اس گھرانے سے ہے لیکن یا تو پڑوس کی زبانوں کے زیر اثر یا کسی اور وجہ سے بہاری بولیاں بہت سی صفات میں مغربی گروہ کی زبانوں سے بہت ملتی ہیں - 'بہاری' کی تین بڑی بولیاں یہ ہیں -

الف - میتھلی' یہ متھلا یا ترہت کی بولی ہے لیکن اس کا اصلی حلقہ اثر در بھنگہ اور اِس کے مضافات ہیں - مشہور شاعر ودیاپتی اسی علاقے کا تھا -

ب ـــ مگھی - جنوبی بہار کی زبان - هزاری باغ' پٹنہ' گیا' اور بھاگل پور اس کے مختلف مرکز ہیں - یہ علاقہ کسی زمانے میں مگدھ دیش کہلاتا تھا - ماگدھی پراکرت یہیں کی زبان تھی - یہ دونوں بولیاں مشرقی بہار کی ہیں -

ج ـــ 'بھوجپوری' - یہ بولی پہلی دو بولیوں سے مختلف ہے اور اس کا حلقہ اثر بھی زیادہ وسیع ہے - یہ مغربی بہار اور یوپی

کے مشرقی اضلاع میں بہت ہی معمولی سے فرق کے ساتھ بولی جاتی ہے ۔ مشرقی اور مغربی زبانوں کے درمیان یہ بولی حلقہ اتصال کی سی حیثیت رکھتی ہے ۔ مشرقی زبانوں کی دو بڑی صوتی خصوصیات ہیں ۔ 'س' کا تلفظ ان میں 'ش' کیا جاتا ہے ۔ دوسرے ــــے کو ए کچھ اس طرح ادا کیا جاتا ہے کہ وہ ــــے و ऐ معلوم ہوتا ہے ۔ ان میں سے پہلی خصوصیت تو بہار کی کسی بولی میں بھی نہیں پائی جاتی' اگر چہ تحریر میں' جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا' 'س' کو 'ش' ہی لکھا جاتا ہے ۔ دوسری خصوصیت بھی ہلکی ہوتے ہوتے بھوجپوری میں آکر بالکل مٹ گئی ۔ 'بھوجپوری' میں 'ــــے' کا تلفظ مغربی علاقے کی طرح صاف اور واضح ـــــ ہوتا ہے ۔ (۱) 'مرہٹی' کو میں نے مشرقی گروہ میں شمار کیا ہے ۔ یہ ان مشابہتوں کی وجہہ سے ہے جو اس میں اور مشرق کی زبانوں میں پائی جاتی ہیں ۔ ان میں ایک بڑی مشابہت تو وہ ہے جس کا ذکر سطور بالا میں کیا گیا ۔ یعنی ماضی مطلق بناتے وقت 'مرہٹی' میں "بنگالی" اور "آسامی" وغیرہ زبانوں کی طرح ایک 'ل' بڑھا دیا جاتا ہے ۔ مثلاً اٹھیلا (وہ اٹھا) مشرقی زبانون کی طرح مرہٹی میں 'س' کی جگہ 'ش' بولا جاتا ہے ۔ اور ماضی میں ضمیر متصل فاعلی کا استعمال بھی دیکھا گیا ہے جیسے گیلوں (میں گیا) گیلا (وہ گیا) 'وں' اور 'ــــے ا' فاعل کی ضمیریں ہیں ۔

'مرہٹی' کو 'مہاراشٹری' پراکرت سے ماخوذ بتایا جاتا ہے ۔ یہ جنوبی ہندوستان کی آریائی زبان ہے ۔ اس کی پانچ بولیاں ہیں جو

---

(۱) ساھتیہ صفحہ ۳۰

بہت سے اہم اصولوں میں مرہٹی سے مختلف ہیں - (۱) وہ بولیاں یہ ہیں - گوا کی گونی 'مالونی' اور ساونت' وادی ایک ہی بولی کے دو روپ ہیں - یہ مالون' ونگورلا' اور ساونت وادی اضلاع میں بولی جاتی ہیں - 'سلسٹی' بمبئی اور جزیرۂ سلسٹہ کے 'باشندوں' کی زبان ہے - 'خاندیسی' جو مرہٹی اور گجراتی کی آمیزش سے بنی ہے' خاندیس کے علاقے میں بولی جاتی ہے - (۲)

شور سینی گروہ کی زبانوں میں گجراتی ایک طرح سے مخلوط زبان ہے جس میں اس گروہ کی زبانوں کی بعض خصوصیات کے ساتھ 'مرہٹی' اثرات بھی ملتے ہیں - مثلاً مرہٹی کی طرح اس میں جہاں تین جنسیں ہیں وہاں ماضی مطلق میں 'ل' کا اضافہ بھی کیا جاتا ہے - (۳) یہ 'گجرات' کاٹھیاواڑ اور ریاست 'بڑودہ' کے علاقے میں بولی جاتی ہے - گوجر' یا 'گرجر ایک قوم تھی جو ہندوستان میں باہر سے آ کر بس گئی تھی - 'گجرات' کا نام اسی قوم کے نام پر ہے - اس زبان کی ایک بڑی صوتی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مرکب حرکات 'آے' اور آو بترتیب 'اے' اور 'از' سے بدل جاتی ہیں - (۴)

---

(۱) بھنڈارکر صفحہ ۱۲۰

(۲) ایضاً صفحہ ۱۲۰

(۳) ایضاً صفحہ ۱۳۶

(۴) بیمز تقابلی گرامر صفحہ ۵۲ - ۵۰

پہاڑی بولیاں تین زمروں میں منقسم ہیں -

(۱) 'مشرقی پہاڑی' جسے نیپالی کہتے ہیں - یہ کٹھمنڈو کی نکھری ہوئی اور شستہ زبان ہے -

(۲) وسطی پہاڑی - اس کے دو روپ ہیں - (الف) 'کمایونی' - یہ الموڑے اور نینی‌تال میں بولی جاتی ہے - (ب) ریاست گڑھوال کی گڑھوالی -

(۳) 'مغربی پہاڑی' - شملہ اور اس کے نواح کی زبان - پہاڑی بولیاں راجستھانی بولیوں سے مشابہ بتائی جاتی ہیں -

پنجابی—پنجاب کے مشرقی اضلاع کی زبان ہے جو 'گجرات' سے لیکر 'انبالے' تک بولی جاتی ہے - 'گریرسن' سب سے پہلا ماہر لسانیات ہے جس نے مشرقی پنجابی کو مغربی پنجابی سے الگ ایک زبان قرار دیا - پنجابی اپنی ساخت اور قواعد کے اعتبار سے 'ہندوستانی' یا 'ردو' سے بہت قریب ہے اس لئے پروفیسر 'شیرانی' مرحوم کو یہ شبہ ہوا کہ 'اردو' کی اصل پنجابی ہے -

'راجستھانی' جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے' پورے 'راجپوتانے' کی زبان ہے جو 'مغربی ہندی' سے اتنی قریب ہے کہ 'شیام سندرداس' وغیرہ علماء نے اس کو ہندی کی شاخ بتایا ہے - (۱) اس کی حسب ذیل چار بولیاں ہیں -

الف—'میواتی' جو دلی اور 'متھرا' کے قریب 'میوات' میں بولی جاتی ہے -

ب—جے پوری' - 'جے پور' اور اس کے مضافات کی زبان -

---

(۱) ساھتیہ صفحہ ۸۲

ج—'ماروا‌ڑی'۔'بیکانیر' 'جودھ پور' 'جیسلمیر' وغیرہ ریاستون کی زبان اس پورے علاقے کا نام 'مارواڑ' ھے۔

د—مالوے' کی زبان جو 'مالوی' کے نام سے موسوم ھے۔

'میواتی' اور 'مالوی' خالص بول چال کی زبانیں ھیں - ان میں کسی قسم کا ادب نہیں ملتا - ان میں 'میواتی' پڑوس کی زبان 'برج بھاشا' سے بہت ملتی ھے - اور 'مالوی' بندیلی سے - مارواڑی ادبی زبان ھے - اس کا قدیم ادبی سرمایہ' جو مدحیہ نظمون اور گیتون پر مشتمل ھے' 'ڈنگل' کہلاتا تھا - 'مارواڑ' کے بھاٹ' جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا' اوبھٹ (برج) میں بھی گیت لکھتے تھے - ان کے یہ گیت پنگل کہلاتے تھے - ڈنگل اور پنگل دونون کی دھن ایک ھی تھی - 'جے پوری' کا شاعر 'دادودیال' خاصا مشہور ھے - مارواڑی اور جے پوری' گجراتی سے بہت ملتی ھیں -

'مغربی ھندی' اس گروہ کی اھم زبان ھے - یہ وسط ھند یا مدھیہ دیش میں بولی جاتی تھی - جو قدیم زمانے سے علم 'ثقافت' اور شایستگی کا مرکز رھا ھے - اس کا دائرہ‌اثر مغرب میں 'سرھند' سے لے کر مشرق میں 'کان پور' تک اور شمال میں 'ھمالیہ' کے دامن سے جنوب میں 'کوہ بندھیاچل' تک چلا گیا ھے - اس کے شمال اور شمال‌مغرب میں 'پنجابی' 'پہاڑی' بولیاں راج کرتی ھیں - اور جنوب و جنوب مغرب میں 'مرھٹی' اور 'راجستھانی' - اس کے مشرقی حدود پر 'مشرقی‌ھندی' کا تسلط ھے - اس زبان کا نام 'مغربی‌ھندی' غالباً 'مشرقی ھندی' سے امتیاز دینے کے لئے سب سے پہلے 'گریرسن نے رکھا اور اس کو ذیل کی پانچ بولیون میں تقسیم کیا -

(۱) 'کھڑی' (اردو) یا 'ھندوستانی' (۲) 'ھریانی' 'جاٹو' یا 'بانگڑو' (۳) 'برج بھاشا' (۴) 'قنوجی' (۵) 'بندیلی' -

اس زبان میں فعل کے تمام حالات، زمانے، اور اسمی اور فعلی تغیرات ظاہر کرنے کے لئے حروف، صلات، اور دیگر اسماء و افعال سے مدد لی جاتی ہے - گویا یہ زبان مکمل طور پر تحلیلی ہے - ایک دوسری خصوصیت بھی ہے - اس میں ماضی مطلق فعل متعدی کے فاعل پر 'نے' بڑھا دیا جاتا ہے - جیسے 'حامد نے مارا' - یہ 'نے' خاص مغربی ہندی کی چیز ہے - (۱) اس کی بولیوں کو دو گروہوں میں تقسیم کیا گیا ہے - وہ بولیاں جن میں اسماء، صفات اور بعض افعال 'ــا' پر ختم ہوتے ہیں - یہ دو ہیں - 'کھڑی' اور 'ہریانی' - بقیہ تین بولیوں میں 'ــا' کی جگہ 'ــو' ویا 'ــو' ہوتا ہے - جیسے بیٹو (بیٹا) تمھارو (تمہارا) گھوڑو (گھوڑا) چلو (چلتا ہے) 'ــو' والی بولیوں کا 'ــے' 'ــا' والی بولیوں میں 'ــَے' ہو جاتا ہے - جیسے چلے (اردو) چلَے (برج) آوے گا (اردو) آوَے گو (برج) -

'ــو' والی بولیوں میں 'برج' زیادہ قدیم اور زیادہ اہم بولی ہے - یہ اصل میں 'متھرا' اور نواح کی روزانہ بول چال کی زبان تھی جس نے 'شور سینی اوہٹھ' کے زوال کے بعد وسط ہند کی ادبی زبان کا درجہ پایا - 'کھڑی' (اردو) کے عروج سے پہلے 'برج' ہی کا رواج تھا - 'اوہٹھ' 'برج' کے کسی قدر قدیم روپ کا نام ہے - 'اوہٹھ شورسینی آپ بھرنش کی جانشین تھی جو ایک عام ملکی زبان ہونے کی حیثیت سے ماگدھی علاقے میں بھی سمجھی جاتی تھی - اس زبان نے اپنے اقتدار کے زمانے میں ہر جدید زبان کو متاثر کیا - 'اودھی' اور 'کھڑی' خصوصیت کے ساتھ اس کے زیر اثر

---

(۱) ساهتیہ صفحہ ۱۳۸ نیز ملاحظہ فرمائیے راقم کا مقلہ "نے" کی سرگزشت مطبوعہ "اردو" اکتوبر سنہ ۱۹۵۲

رھیں - اب اگر چہ اس کا دائرہ اقتدار تنگ ہوتا جارہا ہے مگر جنوب میں آگرہ، بھرت پور، دھول پور، کرولی، گوالیار کے مغربی حصوں اور جے پور کے مشرقی علاقے تک اور شمال میں ضلع گوڑگانوے کے مشرقی حصہ تک آج بھی اس کا سکہ چلتا ہے - شمال مشرق میں یہ بلند شہر، علی گڈھ، ایٹہ، میں پوری، بدایوں، بریلی، اور نینی تال تک پھیلتی چلی گئی ہے - (۱)

اس کی چند خصوصیات درج ذیل ھیں -

(۱) اس میں الف پر ختم ہونے والے مذکر اسماء، صفات اور افعال (ماضی، حال، اور مستقبل) 'ے و' پر ختم ہوتے ھیں - جیسے 'گھوڑو، کالو، چلیو، کیو وغیرہ -

(۲) اکثر اسماء کے آخر میں 'را' بطور الحاق اضافہ کردیا جاتا ہے - جیسے ھیارا (ھیا) جیارا (جیا) - اس قسم کے اسماء کا 'ے ا، ے و' سے نہیں بدلتا -

(۳) 'یہ' - 'وہ' - 'جو' - وغیرہ اسماء غیر فاعلی حالت میں 'یا' 'وا' 'جا' ہو جاتے ھیں - جیسے یا کو (اس کو) وانے (اس نے) جا کی (جس کی) یہ اردو کے 'اس' 'جس' 'کس' کے قائم مقام ھیں -

(۴) جمع کی غیر فاعلی حالت میں 'اردو' 'ے وں (لڑکوں) کی جگہ 'ے ان' - یا 'ے ن' - ہوتا ہے - جیسے گھوڑان کو - گھوڑن کو -

'بندیلی' 'بندیل کھنڈ' 'گوالیار' اور 'مدھیہ دیش' کے کچھ اضلاع میں بولی جاتی ہے - اس کے پڑوس کی بولیوں کی تفصیل یہ ہے - مشرق میں 'اودھی' - شمال مغرب میں 'برج بھاشا' - جنوب

---

(۱) ساھتیہ صفحہ ۹۷

مغرب میں 'راجستھانی' - جنوب میں 'مرھٹی' - 'اودھی' 'برج' اور 'راجستھانی' بولیوں کا اس پر تھوڑا بہت اثر پڑا ھے - لیکن 'مرھٹی' کے اثر سے یہ بالکل پاک ھے - 'آلھااودل' ھندی کی مشہور نظم اسی بولی میں لکھی گئی تھی - لیکن آلھا گانے والے دوسری بولیوں کی آمیزش بھی اس میں کرتے رھے ھیں - 'کیشوداس' 'بندیل کھنڈ' کے رھنے والے تھے اس لئے ان کی زبان 'بندیلی' بتائی جاتی ھے - اس کی چند صرفی اور صوتی خصوصیات یہ ھیں -

(۱) اردو کے 'ـَـ ا' پر ختم ھونے والے اسماء برج 'بھاشا' کی طرح 'ـُـو و' پر ختم ھوتے ھیں -

(۲) 'اردو' میں جو اسماء لاحقہ 'ن' لگا کر مونث بنائے جاتے ھیں 'بندیلی' میں ان پر 'نی' اضافہ کیا جاتا ھے - جیسے تیلن (اردو) تیلنی (بندیلی) مالن (اردو) مالنی (بندیلی) -

(۳) 'برج' کی طرح جمع کی غیر فاعلی حالت میں 'ن' ھوتا ھے - جیسے گھوڑن کوں -

(۴) اکثر حروف غنہ کردئے جاتے ھیں - جیسے نیں (نے) کوں (کو) سیں (سے) توں (تو) -

(۵) 'تو' اور 'میں' کی اضافی حالت 'تو' اور 'مو' ھے - جیسے توکو (تیرا) موکو (میرا)

(۶) ھے کی ماضی 'تھا' کی جگہ 'ھتو' یا 'تو' ھے -

(۷) مستقبل میں برج کی طرح 'ھھوں' اور 'ھوں‌گو' دونوں روپ استعمال ھوتے ھیں -

'بندیلی' اصل میں 'برج بھاشا' کا کسی قدر بدلا ھوا روپ ھے -

'قنوجی' - ھندوستان کے قدیم شہر قنوج کی زبان جو ضلع فرخ آباد

میں ہے - اس کا حلقہ‌اثر یوں تو اٹاوے اور الہ آباد کا درمیانی علاقہ ہے - مگر 'ہردوئی' اور 'اناؤ' کے کچھ حصوں میں بھی اس کا چلن ملتا ہے - قنوجی برج سے اتنی ملتی جلتی ہے کہ مشکل ہی سے اس کو ایک جداگانہ اور ممتاز بولی کی حیثیت دی جاسکتی ہے - یہ بولی آہستہ آہستہ مٹتی جارہی ہے - اور دوسری غیر اہم بولیوں کی طرح خالص 'ہندوستانی' کا روپ اختیار کرتی جارہی ہے - (۱)

'ہریانی' - 'حصار' اور 'جند' کے آس پاس بولی جاتی ہے - یہ علاقہ کسی زمانے میں 'ہریانہ' کہلاتا تھا - اس علاقے میں جاٹ بکثرت آباد ہیں اس لئے 'ہریانی' کو 'جاٹو' بھی کہتے ہیں - 'گریرسن' کی رائے میں موجودہ 'ہریانی' 'کھڑی' یعنی 'ہندوستانی' ہی کا ایک روپ ہے - یہ دوسری بات ہے کہ 'پنجابی' یا 'راجستھانی' سے قریب ہونے کے باعث کچھ لسانی خصوصیات ان زبانوں کی بھی 'ہریانی' نے لے لی ہیں - مثلاً فعل حال کا لاحقہ اس میں 'تا' (اردو) کے ساتھ ساتھ 'دا' (پنجابی) بھی ہے - اس کی چند لسانی خصوصیات ملاحظہ ہوں -

(۱) اردو 'ڑ' اور 'ڑھ' کی جگہ اس میں 'ڈ' اور 'ڈھ' ہوتا ہے - جیسے بڈھانا (بڑھانا) چڈھنا (چڑھنا) بڈا (بڑا) -

(۲) 'اردو' کی طرح اس کے اسماء مذکر اور صفات کے آخر میں 'ے ا' ہوتا ہے -

(۳) کلمہ 'نے' فاعل اور مفعول دونوں کے لئے مساوی طور پر استعمال ہوتا ہے - جیسے من نے صاحب نے مارا (مجھے صاجب نے مارا)

(۴) 'اردو' کے مقابلے میں ہریانی کا رجحان اس طرف زیادہ ہے کہ مشدد حروف کو مخفف کر کے ما قبل حرکت کا اشباع کر دیا جائے - جیسے -

---

(۱) ساھتیۃ صفحہ ۳۸

اردو	هریانی
مکهن	ماکهن
هڈی	هاڈ
رکھے	راکھے
مٹی	ماٹی

(۵) 'بندیلی' کی طرح اکثر کلمات غنه کردئے جاتے هیں - جیسے 'سیں' (سے) 'کوں' (کو) 'توں' (تو)

(٦) ماضی مطلق کے 'ا' سے پہلے ایک 'ی' اور هوتی هے - جیسے ماریا - رهیا - چلیا - هیا - لگیا وغیره -

'کھڑی بولی' یا هندوستانی در اصل 'میرٹھ' اور 'دلی' کی زبان هے جو کسی زمانے میں ان علاقوں کی محض بول چال کی زبان تهی لیکن جب اسے ادبی اور ملک کی معیاری زبان کا درجه ملا اس کا حلقه اثر برا بر وسیع هوتا چلا گیا - اور اب یه مغربی روهیل کھنڈ' 'دوآبے' کے شمالی حصے اور 'پنجاب' کے ضلع 'انبالے' میں بھی بول چال کی زبان کی حیثیت سے رائج هے - اس زبان کا نام 'کھڑی' هندو ادیبوں کا دیا هوا هے - 'گریرسن' اور مغربی مصنفین اس کو 'هندوستانی' کے نام سے پکارتے هیں - 'هندوستانی' کے دو روپ هیں - ایک عام بول چال کی 'هندوستانی' دوسرے ادبی 'هندوستانی' . ادبی 'هندوستانی' کو 'اردو' کہتے هیں - جس میں 'سنسکرت' 'تت سم یعنی اصلی الفاظ کی آمیزش زیاده هوتی هے وه 'هندی' کہلاتی هے - ادبی 'هندوستانی' یا 'اردو' هند و پاکستان کی عام ملکی اور قومی زبان هے جو اس برصغیر کے هر چھوٹے اور بڑے مقام پر سمجھی جاتی هے - عام هندوستانی بولی کی حدود یه هیں -

مغرب میں 'پنجابی' اور 'بانگڑو' - شمال میں وسطی اور غربی پہاڑی بولیاں - جنوب اور مشرق میں 'برج بھاشا' - ہر چند صوتی اور صرفی اعتبار سے یہ 'برج' سے بہت قریب ھے لیکن اس کی حسب ذیل امتیازی صفات اس کو پڑوس کی بولیوں سے جدا کرتی ھیں اور اس کو ایک آزاد حیثیت دیتی ھیں -

(۱) 'سنسکرت' اور 'پراکرت' کا 'ڈ' اور 'ڈھ' بترتیب 'ڑ' اور 'ڑھ' سے بدل جاتا ھے -

(۲) مذکر اسماء' صفات' اور بعض افعال 'ـَـ ا' پر ختم ہوتے ھیں - جیسے لڑکا - کالا - کرنا - کیا - کرتا - کریگا -

(۳) مضارع کے آخر میں 'ـَـ ے' کی جگہ 'ـَـ ے' ہوتا ھے - جیسے چلے - کرے - (برج چَلَےٗ - کَرَےٗ -)

(۴) اعرابی احوال کا اظہار ذیل کے مخصوص کلمات کی مدد سے کیا جاتا ھے - کا - میں - پر - سے - کے - لئے -

(۵) 'یہ' - 'وہ' - جو - 'کون - وغیرہ اسماء عامہ غیر فاعلی حالت میں 'اس' - اس - 'جس' 'کس' (تس) ہو جاتے ھیں -

(٦) 'والا' 'ـُـهارا کے معنی میں ھندوستانی کے ساتھ خاص ھے -

(۷) 'ھے' کی ماضی' تھا' بھی ھندوستانی ھی کی خصوصیت ھے -

(۸) فعل مجہول مصدر 'جانا' کی مدد سے بنایا جاتا ھے -

(۹) 'نے' علامت فاعل (یا الہ) ھندوستانی کی اپنی چیز ھے -

(۱۰) جمع کی غیر فاعلی حالت میں 'ـُـ وں' ہوتا ھے - جیسے لڑکوں کو - کوٹھوں سے وغیرہ -

ان میں سے کا - میں - پر - سے - اس - جس - کس نا - تا - ـے ۹' - کا کا ذکر ڈاکٹر چڑجی' نے اپنے خطبات "ھند آریائی اور ھندی" میں کیا ھے -

ہے اور انہیں ہندوستانی کے ساتھ خاص بتایا ہے - بقیہ خصوصیات میں نے اضافہ کی ہیں - ان میں سے چند دوسری مغربی بولیوں میں بھی پائی جاتی ہیں - یہ ہندوستانی سے مستعار لی گئی ہیں -

مشرقی ہندی، جسے سطور بالا میں درمیانی زبان بتایا گیا ہے، اردھ ماگدھی کی جانشین سمجھی جاتی ہے - 'گریرسن' مشرقی ہندی کی طرح اردھ ماگدھی کو بھی درمیانی اور کسی قدر مخلوط زبان بتاتے ہیں - مشرقی ہندی ایک طرف بھوجپوری اور دوسری طرف بندیلی اور قنوجی سے گھری ہوئی ہے - اس کے شمال میں پہاڑی بولیاں ہیں اور جنوب میں مرہٹی - اس کی حسب ذیل تین بولیاں مشہور ہیں -

الف—'اودھی' - یہ اودھ (ایودھیا) کی زبان ہے اور ادبی اعتبار سے مغربی ہندی کی شاخ 'برج بھاشا' کی برابر ہے - یہ ہردوئی' کھیری' اور 'فیض آباد' کے بعض حصوں کو چھوڑ کر آگرے کے اضلاع 'فتح پور' - 'الہ آباد' - 'جون پور' - اور 'مرزا پور' میں بھی بولی جاتی ہے - اس کو 'پوربیا' اور 'کوشلی' بھی کہتے ہیں - (۱)

ب—'بگھیلی' اودھی' کے جنوب میں بولی جاتی ہے - بابورام سکسینہ اودھی کو 'بگھیلی' سے مختلف نہیں بتاتے - (۲)

ج—چھتیس گڈھی' چھتیس گڈھ اور اس کے آس پاس اودے پور' 'کوریا' اور 'سرگجا' ریاستوں میں بولی جاتی ہے - یہ بہت سی صفات میں 'اودھی' سے ممتاز ہے - اس پر 'مرہٹی' اور 'اڑیا' کا کافی اثر ہے - (۳)

---

(۱) اودھی کا ارتقا صفحہ ۱ (۳) ساہتیہ صفحہ ۸۸

(۲) اودھی کا ارتقا صفحہ ۳

'اودھی' کسی زمانے میں ادبی زبان تھی - 'ملک محمد جائسی' کی 'پدماوت' اور 'تلسی داس' کی 'راماین' اودھی ہی میں ہیں - 'اودھی' کے دو روپ ہیں - ایک مغربی دوسرے مشرقی - اول الذکر 'لکھنؤ' سے 'قنوج' تک کے علاقے میں بولی جاتی ہے - یہ 'برج' سے بہت قریب ہے - ثانی الذکر کا چلن 'گونڈے' اور 'ایودھیا' کی نواح میں ہے - یہ خالص 'اودھی' ہے - 'اودھی' جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا 'بہاری' اور مغربی 'ھندی' کے درمیان کی چیز ہے - اس کی چند خصوصیات یہ ہیں -

(۱) مشرقی زبانوں کی طرح اس کے اسماء و صفات کی فاعلی حالت میں 'ـــ ے' ہوتا ہے - اس لحاظ سے 'ھندی' کی تین بولیوں میں سے 'برج' 'ـو' والی 'اودھی' 'ـ ے' والی اور 'کھڑی' (اردو) 'ـا' والی زبان ہے - (۱)

(۲) 'اودھی' میں بہاری کی طرح علامت فاعل 'نے' استعمال نہیں ہوتی -

(۳) 'بہاری' کی طرح مصدر میں 'نا' کی جگہ 'ب' ہوتی ہے - جیسے دیکھب (دیکھنا)

(۴) اسم صفت اور مصدر کے تین روپ ہوتے ہیں - قصیر جیسے گھوڑ' طویل جیسے گھوڑا - طویل تر جیسے گھوڑوا - 'مغربی ھندی' میں طویل ہوتا ہے' 'اودھی' میں طویل اور قصیر' 'بہاری' میں طویل اور طویل تر -

(۵) اسماء و صفات کی تذکیر و تانیث کا 'مغربی ھندی' میں خاص خیال رکھا جاتا ہے' 'اودھی' میں یونہی سا - لیکن 'بہاری' بولیوں میں مذکر و مونث کا کوئی فرق نہیں کیا جاتا - (۲)

(۱) ساھتیہ صفحہ ۱۳۷ (۲) اودھی کا ارتقا صفحہ ۵

(٦) اودھی' میں دو طرح کے مستقبل ھیں - ایک قدیم جو 'سنسکرت' فعل مستقبل سے لیا گیا ھے - جیسے چلی ھوں (سنسکرت چاش یامی ,پراکرت' چلی ھامی)
دوسرے 'سنسکرت' तव्य اور 'پراکرت' तव لگا کر جیسے دیکھ بون (دیکھوں گا) برج' میں صرف پہلا استعمال ھوتا ھے اور 'بہاری' میں دوسرا - 'اردو' میں دونوں میں سے ایک بھی نہیں -

(۷) 'اودھی' میں ماضی مطلق میں فاعل کی ضمیر متصل ھوتی ھے جیسے مارس (اس نے مارا) دھس (اس نے دیا) مشرقی زبانوں' میں ضمیر متصل کے ساتھ ساتھ ایک 'ل' بھی ھوتا ھے - جیسے مرلس (بہاری) 'مغربی ھندی' میں نہ 'ل' ھوتا ھے اور نہ ضمیر متصل - اس لحاظ سے بھی 'اودھی' بین بین زبان ھے -

---

باب سوم

ہند و پاک کی زبانوں کے رشتے اور اردو زبان کا ماخذ

پچھلے باب میں ہند و پاک کی قدیم و جدید زبانوں کی جو تاریخ بیان کی گئی ہے اور ان کے ارتقا کے مختلف دوروں اور مرحلوں کی نشان دہی کی گئی ہے اس سے ذیل کے نتیجے برآمد ہوتے ہیں -

(۱) آریا قبیلے' جو مسیح علیہ السلام سے دو ہزار برس پہلے ہندوستان آئے' ایک زبان بولتے تھے جسے ہم قدیم ہند آریائی کہتے ہیں - (۱)

(۲) یہ قدیم زبان ترقی کے کچھ منازل طے کرنے کے بعد سنسکرت (شستہ) کہلائی -

(۳) سنسکرت میں صوتی اور صرفی تغیرات ہوئے تو اس نے اولیں پراکرت یعنی 'پالی' کا روپ اختیار کیا - 'پالی' سے حسب ذیل چار پراکرتیں وجود میں آئیں -

(الف) شورسینی (ب) ماگدھی - (ج) مہاراشٹری - (د) اردھ ماگدھی -

(۴) پراکرتیں روپ بدل کر اپ بھرنشیں بنیں - ہر پراکرت کا اپ بھرنش روپ الگ تھا -

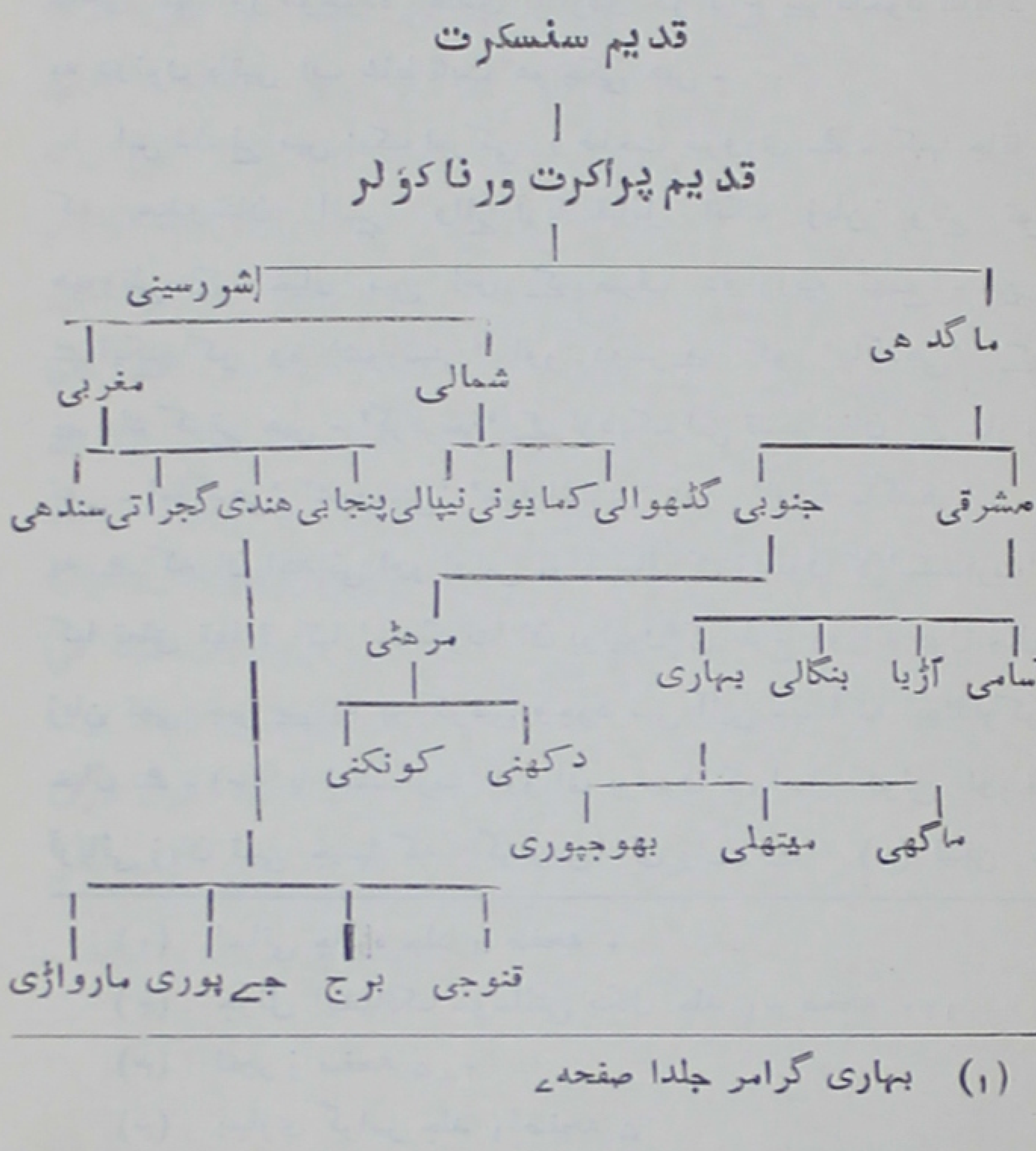
(۵) ہند و پاکستان کی موجودہ بول چال کی زبانیں ان اپ بھرنشوں کی پیداوار ہیں - ہیورنلے کی تحقیق کے مطابق اس کی تفصیل اس طور پر ہے -

'ماگدھی' کے دو روپ تھے - مشرقی اور جنوبی - آسامی' اڑیا' بنگالی' اور بہاری مشرقی ماگدھی کی پیداوار ہیں اور مرہٹی جنوبی

---

(۱) مشرقی گرامر ہیورنلے صفحہ ۳۱

ماگدھی کی - شورسینی کے بھی دو ہی روپ تھے - 'شمالی' اور مغربی - گڑھوالی' کمایونی' اور نیپالی بولیوں نے شمالی شورسینی سے جنم لیا - مغربی ہندی' پنجابی' گجراتی' سندھی' راجستھانی اور لہندا نے مغربی 'شورسینی' سے - 'گریرسن' نے ہیور نلے کے حوالے سے ذیل کی جدول اپنی بہاری 'گرامر' میں درج کی ھے جس سے ان زبانوں کے باھمی تعلق پر روشنی پڑتی ھے - (۱)



(۱) بہاری گرامر جلدا صفحہ۷

هندی کو سب سے پہلے گریرسن نے دو گروہوں میں تقسیم کیا مغربی ہندی اور مشرقی ہندی' ۔ اور اردھ ماگدھی پراکرت کو مشرقی ہندی کا ماخذ ٹھرایا ۔ (۱)

مرہٹی کی اصل مہاراشٹری پراکرت بتائی جاتی ھے ۔ ھیورنلے مہاراشٹری کو ایک طرح کی مصنوعی اور بناوٹی زبان سمجھتے تھے وہ فرماتے تھے کہ مہاراشٹر کی بول چال کی زبان سے اس کا کوئی لگاؤ نہیں ۔ 'راجستھانی' بولیوں کو انھوں نے ہندی زمرے کی زبانوں میں شامل کیا اور موجودہ ہندی یا اردو کو برج سے ماخوذ بتایا ۔ (۲) یہ دونوں باتیں اب غلط ثابت ہو چکی ھیں ۔

اس سلسلے میں ایک امر کی وضاحت ضروری ھے ۔ کہا جاتا ھے کہ ہندوستان آنے والے آریا قبائل ایک زبان بولتے تھے ۔ ھیورنلے کے خیال میں اس کے صرف دو روپ تھے ۔ جن میں سے ایک کو وہ 'شورسینی' اور دوسرے کو 'ماگدھی' کے نام سے یاد کرتے ھیں ۔ 'گریرسن' کے نزدیک اس قدیم زبان کے چار روپ تھے ۔ 'ماگدھی' 'شورسینی' 'مہاراشٹری' اور 'اردھ ماگدھی' ۔ سوال یہ ھے کہ ان ابتدائی اور اولیں بول چال کی زبانوں کا 'سنسکرت' سے کیا تعلق تھا ؟ کیا 'سنسکرت' ان بولیوں کی طرح روزانہ بول چال کی زبان تھی جس سے یہ پراکرتیں وجود میں آئیں جیسا کہ 'بھنڈارکر' کا خیال ھے ۔ (۳) یا 'سنسکرت' اور ان بولیوں کی اصل کوئی اور قدیم آریائی زبان تھی جیسا کہ 'گریرسن' کی رائے ھے ۔ (۴) لیکن جب

---

(۱) لسانی جائزہ جلد ۶ صفحہ ۲

(۲) جرنل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال جلد ۴۱ صفحہ ۱۲۲

(۳) لکچرز صفحہ ۲۷۵

(۴) بہاری گرامر جلد ۱ صفحہ ۵

تک یہ طے نہ ہو کہ 'سنسکرت' کس زبان کو کہتے ہیں اس وقت تک اس نزاع کا فیصلہ نہیں 'ہوسکتا . اگر 'سنسکرت' سے وید کی زبان اور قدیم ہندآریائی بولیاں مراد لیں تو یہ کہنا ٹھیک ہے کہ تمام پراکرتیں 'سنسکرت' سے ماخوذ ہیں - اور اگر اس کے خلاف سنسکرت پانینی اور پتنجلی کی زبان ہے تو یہ کہنا غلط ہے کہ پراکرتیں 'سنسکرت' کی بیٹیاں ہیں" - (۱) لیکن یہ وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ "ہند آریائی زبان اولیں عہد میں سنسکرت نہ تھی بلکہ ایک اور مقبول عام زبان تھی - دوسرے عہد میں بھی لوگ سنسکرت نہیں بولتے تھے . بول چال میں پراکرتیں استعمال ہوتی تھیں جو سنسکرت کے ساتھ ساتھ قدیم ہند آریائی بول چال کی زبان سے وجود میں آئیں" - (۲) قریب قریب یہی خیال شیام‌سندرداس کا ہے - انہوں نے قدیم ویدک زبان کا 'سنسکرت' اور 'پراکرت' سے مقابلہ کرنے کے بعد لکھا ہے - (۳) "اس بات کی تائید میں اور بھی بہت سی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں کہ قدیم ویدک زبان سے پراکرتوں کی پیدائش ہوئی - بعد کی 'سنسکرت' سے نہیں" - قدیم ویدک زبان کو پروفیسر میگڈانل نے ادب اورعلم کی زبان‌بتایا ہے -(۴) یہ صحیح معلوم نہیں ہوتا اس لئے کہ اگر کوئی زبان اس عہد کی بول چال کی زبان سے زیادہ قریب ہے تو وہ ویدوں کی زبان ہے - 'سنسکرت' یا بعد کی ادبی زبان کیا بلحاظ اصوات کیا بلحاظ اصول صرف و نحو بول چال کی زبان سے بہت مختلف ہے - 'شیام سندر داس

---

(۱) مبادی پراکرت باب اول (۲) تاریخ ادب ہند ویبر صفحہ ے

(۳) ساھتیہ صفحہ ۱۲

(۴) تاریخ ادب سنسکرت صفحہ ۲ .

فرماتے ھیں - ''جیسا کہ ھم اوپر کہ آئے ھیں ابتدا سے عوام کی بول چال کی زبان 'پراکرت' تھی - اس زباں کے قدیم روپ کی بنیاد پر 'ویدمنتر' تصنیف ھوئے اور اس کا رواج 'براھمنوں' اور 'سوترگرنتھوں' تک میں رھا - بعد میں یہ زباں منجھ کر 'سنسکرت' روپ میں جلوہ نما ھوئی - بول چال کی زبان بھی قائم رھی لیکن اس عہد کی قدیم (روزانہ بول چال کی زبان کی) مثالیں آج نہیں ملتیں - (۱) ''بول چال کی زبان کے قدیم روپ جن کی بنیاد پر ویدمنترتضیف ھوئے ایک سے زیادہ تھے - (۲) خود ویدوں کی زبان میں زبان کے ان روپوں اور مختلف شکلوں کی چھاپ نظر آتی ھے - 'کشدرک' (چھوٹا) کے ساتھ ساتھ اس وقت 'کشلک' بھی بولا جاتاتھا - ھم دونوں کے معنی میں 'یوآم' بھی استعمال ھوتا تھا اور 'یوم' اور وام' بھی - 'پشچات' اور 'پشچا' - 'یشماس' اور 'یشمے' - 'دیواہ' اور دیواسہ - 'دیوے اور دیوے بھی' یہ سب لغات 'ویدوں' میں پھلو بہ پھلو دیکھے گئے ھیں - (۳) صوتی اعتبار سے کہیں 'ر' اور 'ل' دونوں آوازیں مستعمل تھیں کہیں 'ل' کی جگہ 'ر' بولی جاتی تھی - مخلوط ہہا حروف مثلاً 'دھ' 'بھ' اور گہ 'ہ' ھوجاتے تھے - 'ڈ' کا تلفظ مختلف طریقوں سے کیا جاتا تھا - اس سے ثابت ھوتا ھے کہ 'ویدوں' کی تصنیف کے زمانے میں اگرچہ 'آریا' اصل بنیاد کے لحاظ سے ایک زبان بولتے تھے لیکن اس کے روپ ایک سے زیادہ تھے - ان روپوں کو ھم اس عہد کی بولیاں کہتے ھیں - ان کا کھوج لگانا اور موجودہ بولیوں سے ان کا رشتہ دریافت کرنا ھمارا کام ھے -

---

(۱) ساھتیہ صفحہ ۱۲
(۲) تقابلی گرامر بیمز صفحہ ۴ چڑجی بنگالی کا آغاز وارتقا صفحہ ۴۴
(۳) ساھتیہ صفحہ ٦ وبنگالی صفحہ ۳۵

لسانی ارتقا کی دوسری کڑی 'پالی' بتائی جاتی ھے - یہ صحیح نہیں - اس لئے کہ لسانیات کا مسلمہ قاعدہ ھے کہ زبان جب ارتقا کی طرف قدم بڑھاتی ھے تو اس میں اختلاف رونما ھوتا ھے - بولنے والوں کی کثرت اور مختلف اطراف میں ان کے انتشار کے ساتھ ساتھ زبان میں بھی اختلاف، تنوع، اور ایک طرح کا پھیلاؤ پیدا ھوتا چلا جاتا ھے - اگر در حقیقت آریا قبائل 'ھندو پاکستان' میں داخلے کے وقت بھانت بھانت کی بولیاں بولتے تھے تو یہ کیسے ممکن ھے کہ اطراف ملک میں پھیلنے کی بعد ان کی یہ بولیاں کثرت کی جگھ وحدت میں جلوہ نما ھوئیں اور سب نے مل کر ایک زبان یعنی 'پالی' کا روپ اختیار کر لیا - صحیح اور قرین قیاس یہ ھے کہ 'پالی' بھی سنسکرت کی طرح ایک شایستہ مہذب اور ادبی زبان ھے جس کا کالبداس عہد کی بہت سی بولیوں میں سے کسی ایک بولی کی تہذیب کے بعد تیار ھوا - 'ڈاکٹر چٹرجی' پالی کو ادبی زبان بتاتے ھیں اور آسے 'مدھیہ دیش' (درمیانے علاقے) کی بولیوں میں سے کسی ایک بولی پر مبنی ٹھراتے ھیں - (۱)

عہد 'اشوک' کے کتبوں کا جن علماء نے گہرا لسانی مطالعہ کیا ھے ان کا بیان ھے کہ ''اشوک کے زمانے میں کم سے کم چار بولیاں رائج تھیں جن میں ممتاز ترین 'مگدھ' کی پالی تھی'' - (۲)

'پالی' کا کینڈا بتاتا ھے کہ اس کی اصل 'سنسکرت' کی جگہ ویدک زمانے کی کوئی اور بولی ھے - 'سنسکرت' اور 'پالی' مساوی درجے کی زبانیں ھیں - ان کی بنیاد الگ الگ دو قدیم بول چال کی زبانوں پر

(۱) انڈوایرین اینڈ ھندی صفحہ ۱٦۱ وبنگالی صفحہ ۵۷

(۲) ساھتیہ صفحہ ۱۴ گنبے صفحہ ۱۸۲

ہے - دونوں مدتوں تک ادب، فن، اور فلسفہ کے خیالات کے اظہار کے لئے استعمال ہوتی رہیں - اگر 'پالی' 'سنسکرت' کی کسی قدر مسخ شدہ، ترقی یافتہ، اور بدلی ہوئی شکل ہوتی تو اس کا امکان نہ تھا کہ جو صیغے کسی زمانے میں قدیم 'ویدک' یا اس کی کسی بولی میں مستعمل تھے لیکن ادبی 'سنسکرت' میں ان کا چلن نہ تھا یا تھا لیکن اٹھ چکا تھا وہ کسی قدر بدلی ہوئی صورت میں 'پالی' میں راہ پاسکتے - مثلاً مفتوح الاواخر اسماء کی آلی حالت میں جمع کے لئے हि یا एहि لاحقہ کا استعمال جو قدیم ویدک एभि سے لیا گیا ہے - یا بے جنس میں اظہار جمعیت کے لئے علامت आ کا الحاق - یہ دونوں خصوصیات ویدک 'سنسکرت' اور 'پالی' میں مشترک ہیں جو، ظاہر ہے، 'پالی' میں ویدک عہد کی اس بولی سے آئیں جو 'پالی' کی اصل تھی - 'بھنڈارکر' کا یہ کہنا کچھ زیادہ وزن نہیں رکھتا کہ یہ صیغے دوسرے صیغوں پر قیاس کر کے خود 'پالی' ہی میں وضع کر لئے گئے - (۱) اگر قدیم 'ویدک' زبان میں یہ صیغے استعمال نہ ہوتے تو اس قیاس کی گنجائش تھی اور اس کو مانا جاسکتا تھا کہ یہ صیغے قیاس باطل کے اصول پر بعد میں وضع کرائے گئے - اس کے علاوہ 'پالی' میں 'بھو' اور 'اس' کے ساتھ ساتھ ایک اور مادہ 'ہو' بھی مستعمل تھا - اغلب یہ ہے کہ یہ مادہ 'بھو' یا 'اس' سے متفرع نہیں - بلکہ ایک الگ اور آزاد فعل ہے - یہ 'پہلوی' اور سامی خاندان کی زبان 'عبرانی' میں بھی تھا اور شاید قدیم ہند آریائی زبان میں بھی - 'پالی' میں اس کا مستقل اور آزادانہ استعمال بتاتا ہے کہ یہ قدیم آریائی زبان سے پالی میں آیا - اگر 'پالی' ادبی 'سنسکرت' کی پیداوار ہوتی تو یہ مادہ اس

---

(۱) لیکچرز صفحہ ۵۷

میں رواں نہ ہوسکتا۔ [illegible] کے علاوہ" جو اپنی سنسکرت میں بھی ہے" "پالی" میں [illegible] اور [illegible] وغیرہ لاحقے بطور علامت مصدر استعمال ہوتے ہیں۔ یہ صرف قدیم ویدک زبان میں تھے۔ [illegible] اور [illegible] کی بابت" جو فاعلی معنی ادا کرتے ہیں" "گئے" کا بیان ہے کہ سنسکرت تو رہی ایک طرف ویدک زبان سے بھی ان کا جوڑ نہیں لگایا جاسکتا۔ (۱)

پراکرتوں کو ارتقا کے تیسرے درجے میں رکھ کر ان کو "پالی" سے متفرع بتایا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے یہ پیش نظر رہنا چاہئے کہ "پروفیسر ولسن" جان بیمز" اور "پشل" وغیرہ علماء لسانیات نے "سنسکرت" اور "پالی" کی طرح پراکرتوں کو بھی ادب کی زبان اور ایک طرح سے خود ساختہ اور مصنوعی قرار دیا ہے۔ "بیمز" فرماتے ہیں "شعراء کی پراکرت بول چال کی زبان نہ تھی"۔ "ڈاکٹر پشل" "مسٹر بیمز" سے متفق ہیں وہ فرماتے ہیں کہ پراکرت کسی زمانے میں بھی بولی نہیں گئی۔ یہ بات جاننے کے لئے کہ آریوں کی بول چال کی زبان کیا تھی ہمیں اصولاً موجودہ بولیوں کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ (۲) ان علماء کا یہ خیال ایک لحاظ سے صحیح ہے۔ اگر ان پراکرتوں کو اس عہد کی بول چال کی زبانیں مان لیا جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اس وقت بنگال" آسام" بہار" اور "اڑیسہ" میں صرف ایک زبان یعنی "ماگدھی" بولی جاتی تھی۔ اور "پنجاب" "سندھ" "راجپوتانے" اور "گجرات" میں "شورسینی"۔ اگر "ماگدھی" اور "شورسینی" درحقیقت موجودہ دیسی زبانوں کی اصل ہیں تو ان سے پہلے

---

(۱) تقابلی لسانیات صفحہ [illegible]

(۲) بحوالہ چیتارکر صفحہ [illegible]

ان پراکرتوں کا چلن ان مقامات میں ہونا چاہئے لیکن یہ خلاف قیاس ہے کہ اتنے وسیع علاقے میں صرف ایک زبان بولی جاتی ہو۔ ڈاکٹردھیریندرورما نے پراکرت اور اپبھرنش عہد میں موجودہ دیسی بولیوں کے وجود کو تسلیم کیا ہے۔ اور پراکرتوں کو ساھتیہ (ادب) کی زبانیں بتایا ہے وہ فرماتے ہیں۔

"پراکرت اور اپ پھرنش عہد میں 'بنگال' 'آسام' 'آڑیسہ' 'متھلا' اور کاشی کی بولیاں الگ الگ تھیں۔ ساھتیہ میں استعمال نہ ہونے کی وجہ سے اپ بھرنش اور پراکرت عہد کی بولیوں کے نمونے ہمیں دستیاب نہیں ہوئے" (۱)

بعض لسانی شہادتیں بھی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ادبی پراکرتیں 'پالی' سے ماخوذ نہیں۔ ذیل میں چند پراکرت لاحقے دئیے جارہے ہیں۔ 'پالی' اور 'سنسکرت' لاحقوں سے مقابلہ کرنے کے بعد کون کہ سکتا ہے کہ وہ 'پالی' سے ماخوذ ہیں۔

صیغہ	پراکرت علامت	پالی علامت	سنسکرت علامت
(۱) حالت مجروری	दो आहि	म्ह	तः—स्मात
(۲) جمع متکلم (حال)	मु—मो	म	मः
(۳) واحد متکلم (امر)	मु	मि	आनि
(۴) ماضی معطوفہ	इअ	×	य

ان میں سے واحد متکلم (امر) کے لاحقے کو چھوڑکر بقیہ لاحقے براہ راست 'سنسکرت' سے لئے گئے ہیں۔ پراکرت کی چند صوتی خصوصیات ایسی ہیں جو پراکرت کو پالی سے زیادہ قدیم ثابت کرتی ہیں مثلاً 'پراکرت' रि پالی इ یا अ یا उ سے زیادہ قدیم ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

---

(۲) ہندی بھاشا کا اتہاس حاشیہ صفحہ ۴۲

پراکرت	پالی
रिड्ढि	इड्ढि
रिच्छ	अच्छ
रिज्जु	उज्जु

اسی طرح 'پراکرت' अइ اور अओ پالی میں ए اور ओ کی شکل میں ہیں - (۱)

'ڈاکٹر بھنڈارکر' نے اس کی دو توجیہیں کی ہیں - اول یہ کہ 'پراکرتیں' 'پالی' کی ہم عصر دوسری بولیوں سے ماخوذ ہیں - دوسرے یہ کہ مندرجہ بالا صوتی اور صرفی خصوصیات نتیجہ ہیں 'سنسکرت' کے اثر کا - ان میں سے دوسری توجیہ کو ترجیح دیتے ہوئے وہ فرماتے ہیں - "دوسری توجیہ کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ ایک اہم خصوصیت میں (مثلاً افعال کی جگہ مشتقات کا بکثرت استعمال) پراکرتیں بعد کی 'سنسکرت' سے زیادہ مشابہ ہیں اور 'پالی' قدیم 'سنسکرت' سے" - (۲) لیکن صحیح توجیہ یہ ہے کہ قدیم 'سنسکرت' اور 'پالی' قدیم ہند آریائی بولیوں میں سے کسی ایک بولی سے متاثر ہوئیں اور پراکرتیں دوسری معاصر بولی سے - اس لئے کہ پراکرتیں دوسری خصوصیات میں ادبی 'سنسکرت' کی جگہ قدیم ویدک زبان سے زیادہ قریب ہیں - اگر ان مشابہتوں کی بناپر 'پالی' اور 'پراکرت' کی قدامت کا فیصلہ کیا جائے تو یقیناً 'پراکرت' 'پالی' سے زیادہ قدیم ہوگی -

'پراکرت' 'پرکرتی' سے ماخوذ ہے جس کے لغوی معنی ہیں فطری اور اصلی - 'ڈاکٹر ولنر' کا بیان ہے کہ اول اول 'پراکرت' کا اطلاق عام اور روزانہ کاربار کی زبان پر ہوا -

(۱) لیکچرز صفحہ ۱۰۵ (۲) ایضاً صفحہ ۱۰٦

اس کے مقابلے میں شستہ، شایستہ، مہذب اور علمی لحاظ سے جامع اور مکمل زبان 'سنسکرت' کہلائی - (۱) اگر چہ 'ھندوپاکستان' کی پراکرتیں اول اول روزانہ بول جال کی زبانیں تھیں لیکن 'سنسکرت' کے زوال کے بعد ان پراکرتوں میں سے چند ترقی پاکر ادبی اور علمی خیالات کے اظہار میں کام آنے لگیں - اور جب ان میں یہ صلاحیت پیدا ہوئی تو ان کو 'سنسکرت' کی طرح ادب اور شایستگی کا بڑا درجہ دیدیا گیا - وہ چار پراکرتیں جن کا ذکر باب دوم میں تفصیل کے ساتھ کیا گیا اور جن کے اصول وقواعد 'ورو روچی' اور 'ھیم چندر' وغیرہ علماء نے اپنی کتابوں میں بیان کئے ھیں عام روزانہ بول چال کے درجے سے ترقی کر کے ادبی اور علمی زبان کے اونچے مرتبے پر فائز ہوئیں - ورنہ ان پراکرتوں کے ساتھ ساتھ اس زمانے میں اور بھی پراکرتیں رائج تھیں جو 'ھند وپاکستان' کے طول و عرض میں بولی جاتی تھیں - ادبی لحاظ سے ان کا کوئی مقام نہ تھا اس لئے قواعد نگاروں نے ان کو نظر انداز کردیا -

پراکرتیں جب تک بول چال میں کام آتی رھیں ترقی کی راہ پر گامزن رھیں - اور جب یہ ادبی درجے پر فائز ہوئیں تو فطرتی ارتقا سے محروم ہوگئیں - لیکن ان کی معاصر دوسری پراکرتیں جنھیں عام لوگ بولتے تھے برابر بدلتی رھیں ارر ترقی کے منازل طے کرتی رھیں - 'ڈاکٹر ویبر' کہتے ھیں کہ ویدک زمانے میں متعدد بولیاں رائج تھیں - ان بولیوں کی ترکیب و تالیف سے سنسکرت وجود میں آئی - یہ بولیاں ترقی کر کے ادبی پراکرتیں بنیں - بعد میں انھی بولیوں نے موجودہ دیسی بولیوں کا روپ اختیار کیا - (۲)

---

(۱) مبادیات باب اول (۲) بحوالہ بھنڈار کر صفحہ ۲۷۸

زبانیں' جیسا کہ 'میکس مولر' نے لکھا ہے' اول اول بولیاں ہوتی ہیں جنہیں مختلف طبقات کے لوگ بول چال میں استعمال کرتے ہیں - ان میں سے جب کسی بولی میں تصنیف وتالیف کے سلسلے کا آغاز ہوتا ہے تو وہ ادبی زبان کی حیثیت اختیار کرلیتی ہے - 'لاطینی' ان بولیوں میں سے ہے جنہیں 'اٹلی' کے آریائی باشندے بولتے تھے - یہ 'لیٹنم' کی زبان تھی - لیٹنم میں روما کی - اور روما میں اشراف اور مذہبی پیشواؤں کی - یہ ایک محدود طبقے کی زبان تھی - یہ ایک سیاسی جماعت کی بولی تھی - قانون' مذہب' ادب' اور ثقافت کی زبان بن جانے کے بعد یہ اپنی دوسری بہنوں سے بچھڑ گئی اور منجمد ہوکر رہ گئی (۱)

پراکرتوں کا حال بھی یہی ہے - کسی زمانے میں یہ سب بول چال کی زبانیں تھیں - یہ سب 'پراکرت' کہلاتی تھیں - مکیس مولر' کے الفاظ میں یہ پراکرتیں کسی زمانے میں چھوٹی چھوٹی نہریں اور جدولیں تھیں جو قدیم زمانے سے ایک دوسرے سے الگ تھلگ لیکن برابر بر بر بہتی چلی آرہی تھیں - یہ بہت سی صفات میں ایک دوسرے سے ملتی تھیں - اس لئے ان سب کا سرچشمہ ایک سمجھا جاتا تھا - حالانکہ کسی زمانے میں بھی یہ ایک نہ تھیں - ان کی مماثلت اس لئے تھی کہ ان کے بولنے والے پاس پاس آباد تھے جو باہم شدید ارتباط رکھتے تھے - ان میں سے جو بولیاں ادبی درجے پر فائز ہوئیں ان کا بہاؤ رک گیا - راہ ارتقا سے ہٹ کر انہوں نے ایک تالاب کی صورت اختیار کرلی - باقی بولیاں پرانی ریت کے مطابق بدستور بہتی چلی گئیں اور بہتی جارہی ہیں -

---

(۱) سائنس صفحہ ۶۷-۵۴

پراکرتیں گویا تالاب ہیں اور موجودہ دیسی بولیاں ان کے متوازی بہنے والی جدولیں -

ڈاکٹر 'ولنر' لکھتے ہیں - ''ہندوستان کی آریائی زبانیں ایسی ہیں جیسے یورپ کی رومانوی زبانیں - اطالیہ کی قدیم متعدد بولیوں میں سے لاطینی قبیلے کی بولی آبھری اور سارے اطالیہ پر چھاگئی - آگے بڑھ کر اس نے ساری سلطنت 'روما' کو دبا لیا - وہ درمیانی عہد کی سب سے بڑی مسیحی کلیسا کی زبان بن بیٹھی اور سائنس اور فلسفہ کی کتابیں اس مین تصنیف ہونے لگیں'' - (۱) پراکرتوں کی خاص خاص مقامات کی طرف نسبت بتاتی ہے کہ کسی زمانے مین وہ ان مقامات کی بولیاں تھین - 'شورسینی' 'متھرا' کی زبان تھی جو اس زمانے میں 'شورسین' کے نام سے یاد کیا جاتا تھا اور ماگدھی مگدھ دیش کی - جب چند پراکرتوں نے ادبی زبان کا روپ اختیار کیا اور عالمون نے 'سنسکرت' کی طرح اصول وقواعد کی جکڑ بندیوں مین ان کو کسا تو ان کی معاصر بولیاں' جوان جکڑ بندیوں سے آزاد تھیں' اپ بھرشٹ' یا 'اپ بھرنش' (بگڑی ہوئی اور ان گھڑ) کہلائیں - ان میں ادبی پراکرتوں سے مختلف ان کی ہم سر بولیاں بھی تھیں اور ادبی پراکرتوں کے عام بول چال کے روپ بھی - جس طرح پراکرتیں بے شمار تھیں اسی طرح اپ بھرنشوں کا بھی کوئی شمار نہ تھا - لیکن اہل علم نے ان مین سے چند کو منتخب کیا اور ان پر کتابین لکھین - یہ وہ اپ‌بھرنشین تھین جو اپنے زمانے مین بہت عام ہو چکی تھین - خواہ اس لئے کہ وہ کسی ادبی پراکرت کا بگاڑ تھین یا اس لئے کہ ان کے بولنے والے مقابلۃً زیادہ مہذب اور

(۱) مبادیات صفحہ ۱۰

زیور شایستگی سے آراستہ تھے - ورنہ جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں دیس دیس کی بولی جدا تھی اور یہ سب بولیاں اپ بھرنش کہلاتی تھیں - (١)

ان تمام اپ بھرنشوں کا ماخذ ادبی پراکرتوں کو بتانا قیاس اور حقیقت دونوں کے خلاف ہے - قیاس کے خلاف اس لئے کہ ہر دیس کی اپ بھرنش الگ تھی جو اسی دیس کی پراکرت سے ترقی پاکر یا زیادہ صحیح لفظوں میں بگڑ کر بن سکتی تھی - یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک دیس کی بولی کسی دوسرے دیس کی بولی سے ماخوذ ہو - مثلاً 'میرٹھ' اور اس کے نواح کی بولی کی بابت کہا جائے کہ وہ 'متھرا' کی بولی سے لی گئی ہے اور وہ بھی محض اس وجہ سے کہ 'متھرا' کی بولی معیاری زبان ہونے کی وجہ سے کسی زمانے میں زیادہ عام ہو گئی تھی اور اس میں اس عہد کے انشا پرداز اپنے خیالات کا اظہار کرنے لگے تھے - حقیقت کے خلاف اس وجہ سے کہ جس اپ بھرنش کے اصول وقواعد 'ہیم چندر' نے اپنی گرامر میں بیان کئے ہیں اس کا ماخذ 'شورسینی' پراکرت کو بتایا جاتا ہے - اگر 'شورسینی' پراکرت سچ مچ اس اب بھرنش کی اصل ہے تو اس کا صرفی و نحوی سرمایہ اس پراکرت سے ماخوذ ہونا چاہئے - حالانکہ ایسا نہیں - اس اپ بھرنش کے بہت سے کلمات ہیں جنہیں ان کے مرادف پراکرتی کلمات سے نکالا نہیں جاسکتا - ان کی اصل 'سنسکرت' یا قدیم 'ویدک' زبان کے کلمات ہیں - یہ غالباً اس پراکرت میں مستعمل تھے جو اس اپ بھرنش کے علاقے میں بولی جاتی تھی - لیکن ادب میں استعمال نہ ہونے کی وجہ سے "اس کے نمونے (مثالیں)

---

(١) مبادیات صفحہ ٨٢

آج دستیاب نہیں ہوتے" (۱) ان میں سے چند کا ذکر ڈاکٹر بھنڈارکر نے کیا ہے جو ذیل میں دئے جارہے ہیں -

کلمہ	پراکرت	سنسکرت	صیغہ اور معنی
पइ	तइ	त्वया	تونے (آلی حالت)
प्पिण	ऊण—तूण	त्वीन	کر—کے (علامت معطوفہ)
पण	त्तण	त्वन	پن—پنا (علامت اسم)

بھنڈارکر نے ان کلمات کی بابت لکھا ہے کہ یہ پراکرت سے ماخوذ نہیں ہوسکتے - ان میں 'سنسکرت' त्व کو प سے بدلا گیا ہے • یہ تبدیلی بہت قدیم ہے - عہد 'اشوک' کے کتبوں میں بھی ہمیں اس کے آثار ملتے ہیں - (۲)

اس کے علاوہ اپ بھرنش میں ماضی معطوفہ کی علامات میں سے ऋवि اور ह्वि 'بھنڈارکر کے نزدیک قدیم 'ویدک' त्वीन یا त्वी سے حاصل کی گئی ہیں - (۳) پراکرت کا آلی لاحقہ ए 'سنسکرت' एन سے تراشا گیا ہے - اپ بھرنش میں एँ اور एण دولاحقے مستعمل تھے - یہ دونوں براہ راست قدیم एन سے لئے گئے ہیں - یہ زبردست ثبوت ہے اس بات کا کہ اپ بھرنش پراکرت سے ماخوذ نہیں - بلکہ کسی اور قدیم بولی سے ترقی پاکر بنی ہے -

قدیم ہند آریائی زبان کا ڈھانچا اور اس کا کینڈا اگرچہ ایک تھا لیکن اس کے روپ ایک سے زیادہ تھے - زبان کے یہ روپ بول چال میں مستعمل تھے - ہندوپاکستان کی موجودہ بولیاں قدیم زبان کے ان مختلف اور متنوع روپوں سے اجاگر

---

(۱) ہندی بھاشا کا اتہاس صفحہ ۲۴ (۲) لیکچرز صفحہ ۱۱۸
(۳) ایضاً صفحہ ۱۱۷

ہوتی۔ شیام سندر داس لکھتے ہیں۔ "آریوں کے سپت سندھو میں بس جانے کے بعد ہی ان کی زبان نے وہ روپ اختیار کر لیا تھا جسے آج کل قدیم سنسکرت کہتے ہیں۔ پر اس وقت اس کی کئی مقامی بولیاں اور بولیاں تھیں۔ آج کل بھارت ورش میں جتنی آریہ بھاشائیں بولی جاتی ہیں ان سب کی پیدائش انہی مقامی بولیوں اور ذیلی بولیوں سے ہوتی" - (۱) ان مقامی بولیوں کی ایک تاریخ ہے۔ انہوں نے قانونِ فطرت کے مطابق ارتقا کے بے شمار مراحل طے کئے ہیں۔ یہ بولیاں کسی زمانے میں ادب اور فلسفہ کی شائستہ اور مہذب زبان "سنسکرت" سے ممتاز بنانے کے لئے اولاً پراکرت کہلائیں بعد میں جب ان میں سے چند "سنسکرت" کے پہلو میں جا بیٹھیں اور "سنسکرت" کی طرح ان کا شمار مہذب اور پاکیزہ زبانوں میں ہونے لگا تو اپ بھرنش بنیں اور پراکرت کے مقابلے میں ان کے الفاظ پست اور گرے ہوئے سمجھے جانے لگے۔ "پتنجلی" کے "مہا بھاشیہ" میں گو (گائے) شبد کے حسب ذیل اپ بھرنش گنائے گئے ہیں۔ "گاوی" "گونی" "گوتا" "گوپوتلکا"۔ یہ تمام لغات اس لئے اپ بھرنش ہیں کہ یہ برہمنوں کی شستہ اور شائستہ زبان (سنسکرت) کے لب و لہجے کے خلاف اس زمانے میں عوام کی زبانوں پر چڑھے ہوئے تھے۔ "شیام سندر" کا بیان ہے - (۲) کہ ان میں سے "گاوی" "بنگال" میں بولا جاتا تھا اور "گونی" "سندھ" میں۔ اغلب ہے کہ بقیہ لغات بھی اس عہد کی کسی نہ کسی بولی میں رائج ہوں۔ بولیوں کی موجودہ حالت ان کی راہِ ارتقا کی آخری منزل ہے۔ اس منزل میں یہ بولیاں ان مقامات کے نام سے موسوم ہوتی جہاں بولی جاتی تھیں۔ "بنگال" کی بولی "بنگلہ" کہلاتی اور "بہار" کی "بہاری"۔

---

(۱) ہندی بھاشا اور ساہتیہ صفحہ [illegible] - (۲) ایضاً صفحہ [illegible]

موجودہ دیسی بولیوں کی گروہ بندی اس بنیاد پر کی جاتی رہی ہے کہ ایک گروہ کی زبانوں کا ماخذ ایک ہے مثلاً مشرقی زبانوں کا ایک زمرہ بنایا جاتا ہے اور ان کا ماخذ 'ماگدھی' اپ بھرنش کو ٹھرایا جاتا ہے۔ مدھیہ دیش کی بولیوں کا ماخذ 'شورسینی' اپ بھرنش بتائی جاتی ہے۔ یہ بات ہر چند عام مسلمات میں سے ہے اور قریب قریب لسانیات کے ہر طالب علم نے اس کا ذکر کیا ہے۔ (۱) لیکن مجھے اس کی صحت میں شبہ ہے۔ میں پہلے عرض کرچکا ہوں کہ یہ امر قرین قیاس نہیں کہ 'بہار' 'آسام' 'بنگال' اور 'اڑیسہ' جیسے دوردراز مقامات میں کسی زمانے میں ایک زبان بولی جاتی ہو۔ چنانچہ اسی بنیاد پر ڈاکٹر دھیر یندرورما کو ان مقامات میں "الگ الگ بولیوں" کا وجود پراکرت اور اپ بھرنش عہد ہی میں ماننا پڑا۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ کوئی آریا قبیلہ جو ایک زبان بولتا تھا ہندوستان کے مشرقی علاقے کی طرف گیا اور 'بہار' یا 'اڑیسہ' میں بس گیا۔ بعد مین ان مین سے کچھ گھرانے 'بنگال' اور آسام کی طرف ہجرت کرگئے - اس طرح اس قبیلے کی زبان کسی قدر تغیر کے بعد سارے مشرقی علاقے مین رواج پاگئی۔ لیکن اس مفروضے کے مطابق اولاًاس زبان کو' جسے ان بولیوں کا ماخذ بتایا جاتا ہے' بہت زیادہ قدیم ماننا پڑے گا۔ اس لئے کہ یہ اس زمانے کی

---

(۱) چٹرجی کی رائے ہے کہ دو یا اس سے زیادہ زبانوں کی مشابہت اس لئے بھی ہوسکتی ہے کہ انہیں ایک جیسی لائنوں پر ترقی کا موقع ملا۔ یا قریب قریب ہونے کی وجہہ سے ایک نے دوسرے کو متاثر کیا۔ (بنگالی صفحہ ۳۳) نیز ملاحظہ فرمائیے۔ "دی ہسٹری آف لینگویج" صفحہ ۷۸

بات ہے جب آریا قبیلے ہنوز مشرقی حصوں مین آباد نہین ہوئے تھے اور خانہ بدوشوں کی طرح ادھر ادھر گھوم پھر رہے تھے ۔ ثانیاً اس صورت مین اس علاقے کی زبانین ایک دوسرے سے زیادہ مختلف اور بعض اصلی اور بنیادی چیزوں میں الگ تھلگ نہ ہونی چاھئیں ۔ ظاہر ہے کہ ایک ہی زبان کی شاخوں میں' جو آس پاس علاقون میں بولی جاتی ہیں' کبھی اتنا اختلاف نہیں ہوتا کہ وہ مستقل اور آزاد زبانوں کی حیثیت اختیار کرجائین ۔

دراصل یہ اصول ہی صحیح نہیں کہ زبان کی وحدت اس کی کثرت یا تنوع سے پہلے ہے ۔ زبان سے پہلے بولیاں ہیں اور بولیوں سے پہلے زبانیں ۔ روزوشب کی طرح یہ سلسلہ یونہی جاری ہے ۔ قطعی اور آخری طور پر یہ فیصلہ کرنا دشوار ہے کہ ان میں کون مقدم ہے اور کون موخر ۔ اگرچہ 'میکس مولر' نے بولیوں کو زبان سے مقدم بتایا ہے ۔ ان کے خیال میں "یہ محض لغویوں کی اپج ہے کہ وہ بولیوں کی کثرت کا تصور ہی نہیں کر سکتے جب تک وہ ان کا کوئی مشترک ماخذ قرار نہ دے لیں" ۔ ادھر وھٹنے کی رائے ہے کہ زبان بولی سے پہلے ہے ۔ مگر سچائی ان دونون کے درمیان ہے ۔ کم سے کم اصول کے طور پر اس کا فیصلہ ناممکن ہے ۔ عملاً یہ ہو سکتا ہے کہ ہم کسی ایک مقام پر ٹھر جائیں اور پھر یہ طے کریں کہ اس سے پہلی منزل کونسی ہے ۔

میں اس کی وضاحت کے لئے اپنی زبان کو لیتا ہون ۔ اس کا شجرہ یا راہ ارتقا کی چھوڑی ہوئی منزلین یہ بتائی جاتی ہیں ۔

قدیم ہندآریائی

سنسکرت

|

پالی

|

شورسینی

اپ بھرنش

- (۱) راجستھانی
- (۲) پنجابی
- (۳) مغربی ہندی
  - (۱) اردو (کھڑی)
  - (۲) برج بھاشا
  - (۳) ہریانی
  - (۴) قنوجی
  - (۵) بندیلی
- (۴) سندھی
- (۵) گجراتی

'گریرسن' نے 'ہریانی' کو 'اردو' کا ایک روپ اور 'قنوجی' و 'بندیلی' کو 'برج' کی کسی قدر بدلی ہوئی صورت بتایا ہے -

اس شجرے پر تفصیلی بحث سے پہلے لسانیات کے ایک اصول کی وضاحت ضروری ہے - جن زبانوں یا بولیوں کے درمیان صوتی یا صرفی مشابہتیں پائی جائیں اس میں شبہ نہیں کہ وہ زبانیں ایک خاندان کی ہوں گی - لیکن ان میں سے اگر کوئی ایک زبان اتفاق سے ادبی سرمایہ کی مالک بھی ہے تو محض اس وجہ سے اس کو قدیم سمجھ کر دوسری زبانوں کی اصل قرار نہیں دیاجا سکتا - 'تیوتانی' یا 'جرمانی' گھرانے کی زبانوں میں سے 'گوتھک' زیادہ قدیم ہے - اس زبان کے آثار ھمیں چوتھی صدی عیسوی سے پہلے مل جاتے ھیں اور اس کی ہمسر بولیاں کہیں ساتوین صدی کے بعد رونما ہوتی ھیں - 'گوتھک' کی قدامت عہد سے فریب کھا کر کچھ علماء نے اس کو 'جرمانی' گروہ کی اصل وبنیاد قراردیا ہے (۱) - زبان کی ادبی قدامت اور ہے اور لسانی قدامت اور - ادبی قدامت اس کا ثبوت نہیں کہ زبان اصل کے اعتبار سے قدیم ہے - کبھی کبھی گرامر کے لحاظ سے قدیم ہوتے ہوئے بھی تاریخی طرر پر کوئی زبان اپنی ہمسر بولیوں کی اصل نہیں ہوتی -

---

(۱) سائنس ص-۲۱٦

مثلاً گو تھک اصول صرف ونحو کی بنا پر 'بی ولف' کی 'اینگلو سیکسن' اور 'چارلی میگنے' کی قدیم 'ھائی جرمن' سے زیادہ قدیم ھے لیکن اس پر بھی وہ اینگلو سیکسن اور 'ھائی جرمن' کی اصل نہیں - بعض کلمات گوتھک میں ایسے ھیں جو اینگلو سیکسن اور قدیم جرمن کے مرادف کلمات کے مقابلے میں زیادہ نئے ھیں - قدیم ھای جرمن میں علامت جمع متکلم 'mes' ھے جو سنکرت मसो یونانی mes اور لاطینی mus سے زیادہ قریب ھے - گو تھک 'm' کسی قدر تراش خراش کے بعد 'mes' سے بنا ھے اور اس سے بہت بعد کی پیداوار ھے - اس لئے گو تھک 'm' کو ھائی جرمنی 'mes' کی اصل کسی طرح بھی قرار نیہں دیا جاسکتا -

سنسکرت' لاطینی' اور یونانی ایک ھی خاندان کی زبانیں ھیں - ان مین صوتی اور صرفی دونوں طرح کی مشابہتیں پائی جاتی ھیں - یہ زبانیں برابر کی حیثیت رکھتی ھین - ان میں سے کوئی بھی دوسرے کی اصل نہیں - یہ بات صرف ایک مادہ ''اس'' (ھونا) سے ثابت کی جا سکتی ھے -

(۱) سنسکرت یونانی کی اصل نہیں اس لئے کہ سنسکرت میں مادہ ''اس'' سے صیغہ واحد حاضر (حال) ''اسی'' ھے اور یونانی میں ''اِس - سی'' ظاھر ھے آخرالذکر اول الذکر سے ماخوذ نہیں ھو سکتا -

(۲) سنسکرت لاطینی کی اصل بھی نہیں اس لئے کہ سنسکرت صیغہ جمع حاضر ''ستھ'' کو لاطینی es-tis کی اصل نہیں ٹھرا یا جا سکتا -

(۳) یو نا نی لا طینی کا ما خذ نہیں اس لئے کہ یونانی eisi (صیغہ جمع غائب) خود لاطینی Sunt سے تراشاگیا ھے (۱)

اس تفصیل کے بعد یقین کے سا تھ کہاجا سکتا ھے کہ کوئی زبان اصول صرف وصوت کے اعتبار سے قدیم ہوتے ہوئے بھی همسر بو لیوں کی اصل نہیں ہو سکتی اگر بعض اصول واصوات میں وہ ان بولیوں سے بعد کی چیز ثابت ہو جائے - اس اصول کی بناپر ہم سنسکرت کو پالی کی اصل نہیں کہ سکتے - سطور بالا میں اس کی کسی قدر تفصیل دی جاچکی ھے - مادہ ''اس'' سے بھی اس کو ثابت کیا جا سکتا ھے - پالی کا अस्स (تھا) سنسکرت स्यात से زیادہ قدیم ھے - یاکم سے کم اس کا ھمسر ھے (۲) - اس لئے کہ اس کا ماخذ अस मرکب ھے अ اور स سے - پالی میں مادے کے دونوں جزو مو جود ھیں لیکن سنسکرت میں منحوت ہو کر وہ صرف स رہ گیا ھے - مصدر ''سننا'' کا مادہ پالی اور پراکرت میں ''سن'' ھے لیکن سنسکرت میں جسے' ان زبانون کی اصل بتا یا جاتا ھے' ''شرو'' ھے - غا لباً ''شر'' اور 'سن' کی اصل ''شرن'' کوئی اور مادہ تھا - سنسکرت میں اس مادے سے فعل حال ''شرنوتی'' بنا ھے - ''شرن'' ہند آریائی زبان کے کسی قدیم روپ مین ضرور ہونا چاھئے - فارسی 'شنو' (شنودن) یا 'شنی' (شنیدن) سے ظاھر ہوتا ھے کہ قدیم ہند ایرانی میں ''شرنو'' موجود تھا - اردو 'سن' اسی مادے کی ایک بھولی بسری یاد ھے -

---

(۱) یہ تفصیلات میکس مولر کی کتاب ''سائنس'' سے ماخوذ ھیں -

(۲) - چٹر جی ص - ۳۵

شور سینی پراکرت اگرچہ پالی سے بہت قریب ہے اور دونوں میں اتنی مشابہت ہے کہ ڈاکٹر چٹر جی نے شورسینی کی جگہ پالی ہی کو ''ایک طرح سے مغربی ہندی کا مورث اعلیٰ اور جد امجد'' بتایا ہے(۱) لیکن بہت سے اصول و کلمات مین شورسینی پالی سے زیادہ قدیم ہے۔ اس کی کسی قدر وضاحت میں اوپر کر آیا ہوں۔ شاید اسی لئے چٹرجی کے نزدیک پالی سنسکرت کی طرح ایک ادبی زبان ہے جو مدھیہ دیش کی بولیوں میں سے کسی ایک بولی پرمبنی ہے (۲)

'اپ بھرنش' کی بابت میں پہلے تفصیل سے لکھ آیا ہوں کہ ہردیش کی 'اپ بھرنش' الگ تھی اس لئے 'راجستھانی' 'پنجابی' 'گجراتی' 'سندھی' جیسی مختلف زبانوں کا ماخذ ایک 'اپ بھرنش' کو قرار دینا صحت سے دور ہے۔ جس طرح موجودہ بولیاں بعض اصول میں متفق ہیں ارر بعض میں مختلف۔ یہ بولیاں جن اپ بھرنشوں سے ترقی پا کر بنی ہیں ان کا حال بھی یہی تھا۔ بعض اصول اور اصوات کی یکسانی سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ بولیاں متحدالاصل ہیں اور ان کا ماخذ واحد ہے۔ مین اس کی وضاحت کے لئے صرف ایک مثال لیتا ہوں۔ 'شورسینی' پراکرت میں مذکر مفرد (مفتوح الاواخر) اسماء کی فاعلی حالت کا لاحقہ ओ تھا۔ یہ 'شورسینی' کی ایک ایسی خصوصیت ہے جو اس کو 'ماگدھی' پراکرت سے ممتاز بناتی ہے۔ 'ماگدھی' میں ओ کی جگہ ए ہوتا تھا۔ 'شورسینی اپ بھرنش' میں پراکرت کا ओ تخفیف ہو کر उ ہوا۔ موجودہ بولیوں میں سے جو 'شورسینی' زمرے سے تعلق رکھتی ہیں صرف 'سندھی' اور قدیم مرہٹی میں 'اپ بھرنش' کا یہ उ نظر آتا ہے۔ جیسے

---

(۱) انڈوایرین اینڈ ہندی ص ۱۶۱ (۲) ایضاً

ھتھ (سندھی) ھاتھ (اردو) دوسری زبانوں میں اس کا کوئی وجود نہیں - اس کے علاوہ "شورسینی" پراکرت میں مذکر صفات اور مشتقات کے اخر میں ओ یا ओ ہوتا تھا جو قاعدے کے مطابق اپ بھرنش میں उ کی شکل میں نمودار ہوا - "برج" - "بندیلی" وغیرہ بولیوں میں یہ ओ موجود ہے جیسے گیو - پیارو - وغیرہ لیکن "کھڑی" یا "اردو" میں نہین - اس کی جگہ یہان आ ہے - پہلی صورت مین تو کہا جاسکتا ہے "و" موجودہ بولیوں میں تخفیف کی نذر ہوگیا - لیکن دوسری صورت مین "ـُـو" کی جگہ "ـَـا" کہاں سے آیا - یہ بتانا ذرا دشوار ہے -

اردو جس اپ بھرنش سے نکلی ہے اس کا ذکر "ھیم چندر" نے اپنی گرامر میں کیا ہے - اس اپ بھرنش میں اسماء و صفات اردو کی طرح "ـَـا" پر منتہی ہوتے تھے - ھیم چندر نے ذیل کا شعر مثال میں پیش کیا ہے (۱) -

ڈھولاسا نولا دھن چنپاوتی

ڈھولا - مئیں تہم واریا ماکرو دیہا مانو

ندئ گمھی ر تری وڈوڈ ھوئی وھانو

ترجمہ—میں تجھ پر واری جاؤں بہت زیادہ نازنخرے نہ کر - ساری رات سوتے گنوادی اب چٹ پٹ صبح ہوئی جاتی ہے -

اس میں ڈھولا (دلہا) واریا (واری گیا) ساملا (سانولا) دیہا (لمبا) ان سب کلمات کے آخر میں "ـَـا" ہے - اس اپ بھرنش کے بارے میں شیام سندر داس نے لکھا ہے - "معلوم نہیں یہ "پے شاچی" اپ بھرنش کا روپ ہے یا کسی اور کا - "ھیم چندر" نے تو اس کا ذکر

(۱) بحوالہ ساھتیہ صفہ ۱۱۲

نہیں کیا - البتہ 'پنجابی میں 'ے ا' پر ختم ہونے والے روپ ملتے ہیں اس لئے قیاس کیا جاتا ہے کہ یہ کسی 'پے شاچی' اپ بھرنش کا روپ ہے "(۱) -"

'مغربی ہندی' جسے 'کھڑی' اور 'برج کا سرچشمہ اور ماخذ بتایا جاتا ہے' ایک طرح سے فرضی اور خیالی زبان ہے - 'میکس مولر' کے الفاظ میں اسے لغویوں کی اپج کہنا چاہئے - 'برج' 'کھڑی' 'بندیلی' اور 'قنوجی کے علاقے میں کبھی کوئی ایک زبان نہ تھی جو ان بولیوں کے درمیان کی چیز ہو اور جو بعد میں ان بولیوں میں بٹ گئی ہو - شروع ہی سے ان علاقوں میں مذکورہ بالا بولیاں رائج تھیں - چند ملتی جلتی زبانوں کو دیکھ کر ان کا ایک مشترک ماخذ فرض کرنا ایک ایسا فعل ہے جسے فکر انسانی کی اختراع سمجھنا چاہئے - 'اپ بھرنش' کے بعد کی زبان کو قدیم 'ہندی کہا گیا ہے اور چند بردائی کی راسو کو اس کی مثال بتایا گیا ہے - راسو کی زبان 'برج بھاشا' کا ایک قدیم روپ ہے - اس میں 'برج کی طرح 'ے ا' کی جگہ اسماء 'ـُـو' پر منتہی ہوتے ہیں - 'ے ے' اور 'ے و' بھی 'برج' کی نشان دہی کرتے ہیں - 'سے' کے لئے 'تے' برج ہی کی ایک خصوصیت ہے - شیام سندر داس کی رائے ہے کہ "پرتھی راج راسو میں اس کے (برج کے) ڈھانچ کا بہت کچھ آبھاس ہے" (۲) - برج اور کھڑی کو خلط ملط کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ 'برج' کے ماخذ کو کھڑی کا ماخذ سمجھ لیا گیا - ایک زمانے تک 'اردو' کو برج ہی کی ایک شاخ بتایا گیا - یہ غلط فہمی دور ہو جانے پر آسے 'برج' کی بہن

---

(۱) ساھتیہ صفہ ۱۱۲

(۲) ایضاً ۷۲

بتایا جارہا ہے اور شورسینی اپ بھرنش اور پراکرت سے اس کا رشتہ جوڑا جارہا ہے - "شورسینی برج بھاشا کی ایک قدیم ترصورت ہے" یہ درست ہے لیکن "برج ہندوستانی کی بہن ہے" (۱) یہ غلط ہے اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ 'برج' اور ہندوستانی دونوں نے 'شورسینی' سے جنم لیا -

اردو کی صرفی و نحوی خصوصیات پر ایک نظر ڈالنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اردو کا ماخذ 'شورسینی' پراکرت یا اپ بھرنش نہیں - 'شورسینی' پراکرت میں جو اسماء و صفات 'ے و' پرمنتھی ہوتے ہیں اردو' میں ان کا آخری حرف 'ے ا' ہے - 'شورسینی' میں اسم حالیہ کی آخری 'ت' دال سے بدل جاتی ہے لیکن 'اردو' میں وہ اپنی اصلی حالت پر قائم رہتی ہے - پراکرت अइ کا اردو میں 'پالی' کی طرح ए تلفظ کیا جاتا ہے - مرکب یا مشدد حروف کی تخفیف کے بعد ماقبل حرکت کا اشباع ایک ایسا رجحان ہے جو 'شورسینی' پراکرت سے بیر رکھتا ہے - اس باب میں اردو مہاراشٹری کی ہم نوا ہے (۲) - اردو علامت فاعل (یاآلہ) 'نے' براہ راست سنکسرت एन سے ماخوذ ہے - 'پراکرت' میں اس کا روپ ए ہے جو کسی طرح بھی 'نے' کا ماخذ نہیں ہو سکتا - 'نے' قدیم ہندی میں بھی نہ تھا جیسا کہ 'بیمز' نے لکھا ہے اس لئے قدیم ہندی کو اردو کی اصل نہیں ٹھہرایا جا سکتا - اغلب یہ ہے کہ "نے" 'اردو' سے 'برج' میں پہنچا (۳) - کچھ یہی وجہ ہے کہ 'سورداس' وغیرہ

---

(۱) انڈو ایرین اینڈ ہندی صفحہ ۱۶۳

(۲) ولنر صفحہ ۲۷

(۳) ملاحظہ فرمائے راقم کا مقالہ "نے" کی سرگزشت مطبوعہ سالہ اردو اکتوبر سنہ ۱۹۵۲

شعراء کے یہاں اس کے استعمال میں ایک طرح کی ناہمواری پائی جاتی ہے ۔ اس کا ایک قرینہ اور بھی ہے ۔ مشرقی ہندی (اودھی) 'برج' کے زیراثر رہی چنانچہ اس پر برج کی چھاپ زیادہ گہری ہے ۔ مشرقی ہندی میں 'نے' کا فقدان بتاتا ہے کہ 'نے' برج کی اپنی چیز نہیں ۔ ہندوستانی سے مستعار ایا گیا ہے ۔ گریرسن اس کے معترف ہیں کہ 'نے' 'برج' اور قدیم ہندی میں مستعمل نہ تھا ۔ لیکن وہ یہ طے نہ کر سکے کہ یہ 'دہلی' اور 'میرٹھ' کی پیداوار ہے یا ان مقامات میں 'مرہٹی' سے درآمد کیا گیا ۔ ان کے الفاظ یہ ہیں ۔ "اس کی (اردو) علامت فاعل 'نے' کے متعلق اختلاف رائے ہے کہ یہ 'مرہٹی' سے اردو میں آیا یا مضافات 'دہلی' کی زبان سے ۔ اتنا یقینی ہے کہ یہ لفظ بھاشا میں اس معنی میں کبھی استعمال نہیں ہوا "(۱)" ۔

صوتی اعتبار سے بھائی' مائی' جنوائی' جو اردو میں قدیم زمانہ سے ہیں 'پراکرت' بھائرو' جامائرو یا بھاآ ۔ اور ما آ سے ماخوذ نہیں ہو سکتے ۔ یہ براہ راست سنسکرت بھراتر' ماتر اور جاماتر سے لئے گئے ہیں ۔ اس لئے کہ 'اردو' کلمات کی آخری 'ی' سنسکرت "ر" کا بقیہ ہے اور اس کی یاد دلاتی ہے ۔

کسی زبان کے متعلق یہ فیصلہ کرنے کے لئے کہ اس کا ماخذ کیا ہے ضروری ہے کہ اس زبان کا لسانی تجزیہ کیا جائے اور اس کے صرفی و نحوی اصول اور صوتی تبدیلیوں کی ارتقائی و تقابلی تاریخ پر نظر رہے ۔ اس سلسلے میں صرفی و نحوی

---

(۱) کلکتہ ریویو جلد ۵۱ صفحہ ۱۵۴

قاعدوں اور صوتی تبدیلوں کو زیادہ اہمیت حاصل ھے ۔ ھندوپاکستان کی زبانوں کے رشتے، ان کی امتیازی صفات اور ان کی خصوصیات کا علم انہی چیزوں سے ھوتا ھے اس لئے میں نے اس مقالے میں گرامر اور صوتی تبدیلیوں سے بحث کی ھے اور اردو کے صوتی نظام کو نظر انداز کر دیا ھے ۔ ڈاکٹر بلاک فرماتے ھیں ۔ ”تنہا صرفی و نحوی اصول ھی سے ھندآریائی زبانیں ایک دوسرے ممتاز ھو سکتی ھیں ۔ ان کا صوتی نظام قریب قریب یکساں ھے“ (۱) میرے مقالے کے مطالعے کے بعد اس میں غالباً شبہ نہ رھے کہ 'اردو' شور سینی پراکرت، شورسینی اپ بھرنش اور اس سلسلے کی موجودہ بولیوں یعنی 'برج' ھریانی' بندیلی و غیرہ سے ماخوذ نہیں ۔ اس میں شک نہیں کہ 'ھندوپاکستان' کی قدیم وجدید بولیاں ایک دوسرے سے بہت ملتی ھیں ۔ بہت سے اصول واصوات میں مماثل ھیں، ان کا لفظی سرمایہ ایک بڑی حدتک مشترک ھے ۔ اس مماثلت اور اشتراک کے اسباب ھیں جن پر تفصیلی بحث اس مقالے کے حدود سے باھر ھے ۔ لیکن یہ کبھی فراموش نہ کیا جائے کہ دو یا دو سے زیادہ زبانوں کی مماثلت اور بعض اصول واصوات میں مشابہت اپنی جگہ اس امر کا ثبوت نہیں کہ وہ زبانیں متحد الماخذ ھیں یا ان میں سے ایک دوسرے کی اصل ھے ۔ اس کے لئے زبان کا تفصیلی جائزہ لینا ضروری ھے خصوصیت کے ساتھ زبان کی اسانی خصوصیات کا کھوج لگا کر یہ دیکھنا کہ ان کی ارتقائی تاریخ کیا ھے اور وہ کیسے اور کہاں سے آئیں ۔

'اردو' کی لسانی اور صوتی خصوصیات باب دوم میں شمار کی جا چکی ھیں اور 'اردو' کے پورے لفظی سرمایہ کی ارتقائی

(۱) مرھٹی زبان پارہ ۲۸

تاریخ کا کھوج اصل مقالے میں لگایا گیا ھے - میں اس مطالعے اور بحث کے بعد جس نتیجے پر پہنچا ہوں مختصر طور پر اس کا ذکر کئے دیتا ہوں -

اردو، هندوستانی یا کھڑی قدیم ویدک بولیوں میں سے ایک بولی ھے جو ترقی کرتے کرتے یایوں کھئے که ادلتے بدلتے پاس پڑوس کی بولیوں کو کچھ دیتے اور کچھ ان سے لیتے اس حالت کو پہنچی جس مین آج هم اسے دیکھتے هین - قیاس کیا جاتا ھے که یه میرٹھ اور اس کے نواح میں بولی جاتی تھی (۱) - پالی اس کی ترقی یافته ادبی اور معیاری شکل ھے - اردو، اور 'پالی' دونوں کا منبع ایک ھے - 'پالی' ادب، فن اور فلسفے کی زبان ھے اور هندوستانی روزانه بول چال لین دین اور کاروبار کی - پالی ادبی درجه کو پاکر ٹھر گئی لیکن هندوستانی عوام کی زبان هونے کی وجه سے اور بازار هاٹ مین بولے جانے کے باعث برابر ترشتی ترشاتی اور چھلتی چھلاتی رهی - اس قیاس کے وجوه باختصار درج ذیل هیں -

(۱) پالی کی ایک بڑی خصوصیت یه ھے که اس مین سنسکرت مرکب حرکات ऐ اور औ روپ بدل کر ए اور ओ هو جاتی هین - یه کلیه قاعده ھے جس میں استشناء نہین (۲) اس کے مقابلے میں یہی حرکتیں अइ اور अउ کے روپ میں پراکرت مین هیں (۳) اردو اس باب میں پالی کی هم نوا ھے اس مین अइ اور अउ نہیں - اردو کا یه صوتی رجحان اس کی ایک امتیازی صفت ھے جو غالبا اسے اپنی اصل سے ورثه مین ملا ھے - جیسے -

चलति = चलइ = चलै = چلے

करस्व = करसु = करहु = करउ करौ = کرو

---

(۱) کیفی دتا تریه کا مقاله "هماری زبان" اردو جلد ۱۹۳۲ صفحه ۶۵۹

(۲) لیکچرز صفحه ۳۶ (۳) ایضاً صفحه ۸۱

(۲) شورسینی میں سنسکرت त ہر جگہ द ہو جاتی ہے لیکن پالی میں بدستور وہ त ہی رہتی ہے۔ اردو مین بھی ایساہی ہے۔ سنسکرت اسم حالیہ کی آخری 'ت'' شورسینی مین تو'د' ہو گئی لیکن اردو مین وہ ''ت'' ہی رہی - حالا نکہ پنجابی مین جو اردو سے بہت قریب ہے' اس نے 'د' کا روپ اختیار کر رکھا ھے - جیسے وہ کرتا ہے (اردو) اوہ کردا ہے (پنجابی) اس سلسلے مین یہ عرض کرنا بیجا نہ ہوگا کہ قدیم فارسی کی 'ت' پہلوی مین تو'ت' ہے لیکن جدید فارسی مین 'د' ہو گئی ہے - جیسے ان شات (پہلوی) ناشاد (فارسی) پہلوی گویا ایر ان کی پالی ہے -

(۳) بعض لا حقے پالی اور اردو میں مشترک ھین - مثلا 'وا' (والا) پالی مین بھی ہے جسے گنوا (گن والا) اردو کی چند مثالیں ملاحظہ ہون - بھڑوا - پٹوا - پور وا - پچھوا -

(۴) ظرفی لاحقہ ''میں'' سنسکرت ''سمن'' سے پالی مین ہوتا ہوا اردو مین آیا ہے - تفصیل مقالے مین دیکھی جائے -

(۵) ضمیر واحد متکلم ''میں'' کی تاریخ آپ اگلی سطور میں ملاحظہ فرمائیں گے - یہ ضمیر پالی سے لی گئی ہے -

(٦) ''ہو'' فعل معاون ایک مستقل اور آزاد مادہ ہے جو پہلوی میں بھی تھا اور پالی میں بھی - 'اردو' میں اس کا وجود بتاتا ھے کہ اردو اور پالی مشترک الماخذ ھیں -

(۷) ''تھا'' سنسکرت ''ستھا'' سے ما خوذ بتایا جاتا ہے - اس کی غلطی میں واضح کر چکا ہوں - صحیح بات یہ ہے کہ یہ ''ہو'' سے نکلا ہے - اصل میں یہ ''ھوتھا'' تھا - 'اردہ ماگدھی میں ''ھوتھا'' ''تھا'' کے معنی میں مستعمل تھا -

دکنی اردو، کے ''انھا'' کا الف 'ﮦ' کا بدل ہے - ڈاکٹرسکسینہ قدیم اردہ ماگدھی کو 'پالی' سے بہت مشابہ بتاتے ہیں (۱) -

(۸) مصدر 'کرنا' سے ماضی ''کیا'' سنسکرت ''کرتہ'' سے ماخوذ ہے - شورسینی میں 'کرتہ' کا ''کدو'' ہوا اور 'مہا راشٹری' میں 'کا' لیکن 'پالی' کے ایک کتبے میں اس کا روپ کِتَ (۲) ہے - اردو کیا ''کت'' کی وساطت سے بنا ہے -

(۹) سنسکرت न 'پراکرت' میں ण ہو جا تا ہے لیکن 'پالی' میں اپنی اصلی حالت پر قائم رہتا ہے - اردو کا حال بھی یہی ہے - اس میں 'پراکرت' ण اور سنسکرت ण تک न سے بدل گئے ہیں -

جین پراکرت یا قدیم 'اردہ ماگدھی' غالباً پالی سے بعد کا ایک روپ ہے جسے اس زبان کے ارتقا کی دوسری منزل کہنا چاہئے - سب سے بڑی خصوصیت اس زبان کی یہ ہے کہ اس میں حروف وقفیہ 'ی' سے بدل جاتے ہیں - 'اردو' ''گیا'' کی 'ی' غالباً جین 'پراکرت' کی اس صوتی خصوصیت کی ایک نشانی ہے - اس زبان کے بعد کے مراحل کی نشان دھی دشوار ہے - اس لئے کہ یہ زبان' جیسا کہ بار بار عرض کیا گیا' بول چال کی زبان تھی - اور بول چال کی زبان کے تغیرات کا پتہ چلا نا آسان نہیں - اس سلسلے میں یہ بھی عرض کردوں کہ 'اردو' جس بولی سے متفرع ہوئی اس کا قدیم فارسی اور 'پہلوی'

---

(۱) اودھی کا ارتقا صفحہ ۷

(۲) بھنڈارکر صفحہ ۶۸

سے بہت قریب کا تعلق رہا ہے - 'اردو' کے بہت سے صیغوں اور بعض ضمیروں اور اشاروں کی تاریخ 'پہلوی' اور قدیم فارسی روپوں سے مقابلہ کرنے کے بعد آسانی کے ساتھ سمجھ میں آجاتی ہے - اس کی تفصیل قارئین آئندہ سطور میں ملاحظہ فرمائیں گے -

'اردو' کی ایک اہم صوتی خصوصیت یہ بتائی گئی ہے کہ اس کے مذکر اسماء وصفات اور بعض افعال 'ے ا' پر ختم ہوتے ہیں - اس 'ے ا' کے متعلق آپ آیندہ سطور میں پڑھیں گے کہ یہ قدیم 'سنسکرت' 'ک' کا بدل ہے - کہا جاتا ہے کہ 'ک' اکثر 'سنسکرت' کلمات کے آخر میں اضافہ کردیا جاتا تھا - یہ 'ک' 'پہلوی' میں بھی تھا - 'سنسکرت' اور 'پہلوی' کا یہ 'ک' (اصلی ہو یا الحاقی) 'ایران' کی جدید 'فارسی' میں 'ہ' سے اور 'ہندوستان' کی بولیوں میں अ سے بدلا - یہ अ ماقبل حرف کے अ سے مل کر ے ا ہوا - جیسے نامک (پہلوی) نامہ (فارسی) ہمیشک، (پہلوی) ہمیشہ (فارسی) گھوٹکہ (سنسکرت) گھوٹ ے ہ (پراکرت) (۱) - گھوٹا - گھوڑا (اردو) لنچکہ (سنسکرت لچا (اردو) اردو کا یہ اختتامیہ (ے ا)، 'پراکرت' اور 'اپ بھرنش' کے جس روپ سے لیا گیا ہے اس کا ایرانی گروہ کی زبانوں سے تعلق ہے اُس لئے شیام سندرداس کا یہ قیاس صحیح ہوسکتا ہے کہ "ے ا" پر ختم ہونے والے اسماء جس 'اپ بھرنش' میں پائے جاتے ہیں اور جس کا ذکر 'ہیم چندر' کے حوالے سے اوپر کیا گیا وہ 'پےشاچی' سلسلے کی زبان ہے -

---

(۱) شورسینی پراکرت میں اس کی تصریف و تعلیل اس طرح ہو گی - گھوٹ ے و = گھوٹو - میں نے جو روپ دیا ہے وہ اس پراکرت کا ہے جو اردو وغیرہ ان زبانوں کا ماخذ ہے جن کے اسماء "ے ا" پر منتہی ہوتے ہیں - اس کو شیام سندر نے پے شاچی سلسلے کی زبان بتایا ہے -

آخر میں یہ اور عرض کردوں کہ اردو کو 'گریرسن' نے اصول صرف ونحو اور مفرد الفاظ دونوں کی اعتبار سے ایک عام اور مخلوط زبان بتایا تھا اور اس سے انکار کیا تھا کہ اس کا ماخذ کوئی خاص زبان ہے - ان کے الفاظ یہ ہیں ''اردو اپنے قواعد اور الفاظ کے اعتبار سے ایک مخلوط' عام' اور مشترک زبان ہے - اس میں شمالی ہندوستان کی تمام مقامی بولیوں کے علاوہ عربی' فارسی' ترکی' تلیگو زبان کے الفاظ بھی ہیں - اور اس کے قواعد نے شمالی ہند کے ہر خرمن سے خوشہ چینی کی ہے - اس لئے یہ کہنا ممکن نہیں کہ وہ کسی ایک مخصوص اور متعین زبان سے نکلی ہے" (۱) - لیکن کسی زبان میں کسی قدر مشترک سرمایہ الفاظ کا وجود اس بات کا ثبوت نہیں کہ وہ زبان بقول شخصے کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا بھان متی نے کنبہ جوڑا چند زبانوں کو سامنے رکھ کر وضع کرلی گئی - اس کے علاوہ سطورماسبق میں اردو کی جو صوتی اور صرفی خصوصیات شمار کرائی گئیں 'گریرسن' کے نظریہ کے بطلان کے لئے وہی کافی ہیں - ڈاکٹر چٹرجی نے 'پالی' کو وسطی علاقے کی بولیوں پر مبنی اور 'مغربی ہندی' کی مورث اعلی بتایا ہے - یہ صرف اس صورت میں ممکن ہے کہ مغربی ہندی کو شورسینی اپ بھرنش 'اوہٹھ' اور قدیم ہندی سے الگ اور ان سے بالکل مختلف ایک بول چال کی زبان فرض کیا جائے - اس صورت میں اردو کا ماخذ یہی مغربی ہندی ہوگی اور اس کا شجرہ نسب یہ ہوگا -

---

(۱) کلکتہ ریویو جلد ۵۱ صفحہ ۱۵۶

قدیم ھند ایرانی

|

قدیم پراکرت

جین پراکرت	پالی
|	
قدیم اردہ ماگدھی	
|	
مغربی اپ بھرنش	
|	
مغربی ھندی	
|	
اردو	

'اردو' اور 'ایرانی' ایک اور رجحان میں بھی شریک ھیں - پہلوی اور فارسی میں اکثر کلمات کے شروع سے "ا" ساقط ھو جاتا ھے جیسے یا فتن (ایا فتن) وام (اوام) سوار (اسوار) 'آ' اور 'اَ' کا سقوط اردو میں بھی ھے اور بہت ھے - چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں -

پر	—	آپر
بھی	پی	اپی
رھٹ	ارھٹ	ارگھٹ
بھینگا	—	ابھی - انج
جھانکنا	—	ادھیکشں
بیٹھنا	—	آپ وشٹ

'اردو' کو مختلف لوگوں نے مختلف ناموں سے یاد کیا ھے - ھندی مصنفین نے 'برج' وغیرہ سے ممتاز بنانے کے لئے اس کا 'کھڑی بولی' نام رکھا - دوسری بولیاں اس کے مقابلے میں 'پڑی' کہلائیں - ڈاکٹر عبد الحق کے نزدیک کھڑی بولی کے معنی گنواری بولی

هیں "جسے ہندوستان کا بچہ بچہ جانتا ہے ۔ وہ نہ کوئی خاص زبان ہے اور نہ زبان کی کوئی شاخ" (۱) ۔ 'کھڑی' کے دومعنی ہو سکتے ہیں ۔ ایک اکھڑ اور کھردری ۔ 'اردو' کو کھڑی اس لئے کہا گیا کہ 'برج' کے میٹھے اور سڈول بولوں کے مقابلے میں 'اردو' کا لہجہ ان کو کچھ اکھڑا اکھڑا سا محسوس ہوا ۔ یہی وجہ ہے کہ جب تک مسلمانوں نے کھڑی کو منہ نہ لگایا ہندو برج اور اودھی ہی میں شعر کہتے رہے ۔ امیرخسرو (المتوفی سنہ ۱۳۲۵ع) غالباً پہلے شاعر ہیں جنھوں نے 'برج' کے ساتھ ساتھ کھڑی بولی میں بھی شعر کہے ۔ دوسرے معنی کھڑی کے ہیں وہ بولی جس کے اسماء، صفات، و افعال کے آخرمیں "ے ا" ہو ۔ اردو کی ہمسر اور پڑوسی بولیوں میں 'برج' 'بندیلی' قنوجی' 'آودھی' اس لئے پڑی کہلائیں کہ ان کے اسماء وصفات "ے و" پر ختم ہوتے ہیں ۔ لب ولہجے کے اعتبار سے گویا یہ بولیاں پڑی ہوئی ہیں اور 'اردو' کھڑی ہوئی۔

'اردو کو 'ہندی' یا ہندوی بھی کہا گیا ہے ۔ 'برج' اس کے مقابلے میں 'بھاکا' کہلاتی تھی ۔ انشاء اللہ خان نے "رانی کیتکی کی کہانی" میں اس کا اہتمام کیا تھا کہ "ہندی چھٹ اور کسی بولی کی پٹ" نہ ملے ۔ اس کے لئے انھیں اس کا التزام کرنا پڑا کہ اس میں "بھاکا پن نہ ٹھنس جائے" ۔ "بھاکا پن" سے مراد 'برج بھاشا کی پٹ' ہے ۔ اردو کو ذیل کے ناموں سے بھی یاد کیا گیا ہے ۔ 'دہلوی' ۔ 'گجری' یا گوجری ۔ 'دکنی' ۔ 'ریختہ' ۔ ان میں سے ریختہ خاص شعر اور غزل کی زبان تھی ۔ پہلے تین نام عام ہیں ۔ یہ نام اردو کو ان

---

(۱) رسالہ اردو' جولائی سنہ ۱۹۳۴ع صفہ ۵۹۰

مقامات کے تعلق سے دئے گئے جہاں اول اول 'اردو' کو فروغ ہوا ۔ جہاں اس نے آنکھ کھولی ۔'اردو 'دہلی' اور اس کے نواح کی زبان تھی۔ یہیں وہ پیدا ہوئی اور یہیں پروان چڑھی ۔ اس کے بعد مسلمان امراء و اشراف کے ہم رکاب وہ دوسرے مقامات پر پہنچی ۔ 'گجرات' اور دکن سے اس کا گہرا اور شدید تعلق رہا ۔ یہاں اس نے اپنی زندگی کی بہت سی بہاریں دیکھیں ۔ خصوصیت کے ساتھ 'دکن' میں وہ بہت کچھ پھلی پھولی ۔ اس لئے ان مقامات کی اردو زبان کو ان کی طرف منسوب کردیا گیا ۔

'اردو' کو مغربی مصنفین نے 'مورس' بھی کہا ہے اور ہندوستانی بھی ۔ "مورس" کے معنی ہیں مسلمانوں کی زبان ۔ مشہور مستشرق کولبروک جب ہندوستان پہنچا تو اس نے اپنے ایک خط میں اپنے والد کو لکھا (۱) ۔

"آپ فرماتے ہیں کہ میں یہاں کی زبانوں کے سیکھنے میں کوشش کروں ۔ میرا بھی یہی خیال ہے ۔ لیکن اس بات کا کوئی اندیشہ نہیں کہ مجھے ان کی تحصیل میں غیر معمولی محنت کرنی پڑے گی ۔ ان میں سے ایک مورس بے حد ضروری ہے ۔ لیکن وہ لکھی نہیں جاتی اس لئے اس پر پوری توجہ درکار نہیں ۔ رہی فارسی سو وہ اتنی خشک اور بے مزہ ہے کہ میری توجہ جذب نہیں کر سکتی ۔ اور نہ اس کی چنداں ضرورت ہے ۔ اس لئے میں بڑے اطمینان اور سکون کے ساتھ اس کو سیکھ رہا ہوں" ۔

اس اقتباس میں "مورس" سے مراد اردو ہے ۔ یہ نام غالباً 'اردو' کو اس لئے ملا کہ 'فارسی' و 'عربی' الفاظ کی آمیزش اس میں مقابلۃً

(۱) جرنل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال جلد ٦٢ صفحہ ۷۰

زیادہ ہے - لیکن زیادہ صحیح اور قرین‌دانش یہ ہے کہ 'اردو' (کھڑی) مسلمانوں کی آمد سے پہلے ایک نہایت ہی افتادہ اور لسانی اعتبار سے بڑی ہی پس ماندہ زبان تھی' بلکہ مسلمانوں کی آمد کے بعد بھی ایک مدت تک وہ صرف روزانہ کار بار اور عام بول چال کی زبان رہی - مسلمانوں نے اول اول اس گھٹنیوں چلنے والے بچے کو اٹھایا اور پال پوس کر بڑا کیا - اس سر پرستی اور مربیانہ تعلق کی بنا پر اردو کو مسلمانوں کی طرف منسوب کر دیا گیا -

اس اقتباس سے ایک اور بات یہ دریافت ہوئی کہ کول بروک کی آمد کے وقت اردو صرف بول چال کی زبان تھی - اس میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع نہ ہوا تھا - شیخ 'عین الدین' گنج علم رحمۃ اللہ علیہ کے صوفیانہ رسالوں کی زبان اگر اردو ہے تو یوں کہئے کہ 'اردو' میں با قاعدہ تحریر وانشا کا آغاز 'دکن' سے ہوا اور وطن سے دور دکن ہی میں 'اردو' نے چودھویں صدی عیسوی کے لگ بھگ ادب' شعر اور انشا کے لئے ایک معیاری زبان کا درجہ پایا - 'اردو' بول چال کی زبان تھی اور اپنا موجودہ روپ اختیار کرنے کے بعد بھی مدتوں صرف بول چال کی زبان رہی اس لئے قدامت عہد کے باوجود نہ ہم اس کی ارتقائی تاریخ بتا سکتے ہیں اور نہ اس کے طویل سفرحیات کی مختلف منزلوں کی نشان دہی کر سکتے ہیں - 'اردو' کا قدیم سے قدیم روپ وہ ہے جو خواجہ بندہ نواز گیسو دراز اور دوسرے 'دکن' و 'گجرات' کے متقدمین شعراء کے یہاں ہمیں ملتا ہے - اس زمانے میں شمالی ہند کی اردو زبان کا روپ کیا تھا یہ بتانا کسی قدر دشوار ہے اس لئے کہ ہمیں اس عہد کی کوئی مستند اور معتبر کتاب نہیں ملی جو شمالی ہند میں لکھی گئی ہو - محمد افضل' 'جھنجھانہ' ضلع

مظفر نگر کے ایک بزرگ ھیں جن کا ذکر مولا نا محمود شیرانی نے کیا ھے - شمالی ھند کے غالبا (خسرو کے بعد) وہ پہلے شاعر ھیں - 'بارہ ماسہ' یا 'بکٹ کہانی' ان کی مشہور نظم ھے - ان کی زبان 'دکنی' اردو سے کچھ زیادہ مختلف نہیں - اور اگر ماضی مطلق بغیر اضافہ ''ی'' ان کے یہاں استعمال نہ ھوتی تو مجھے یہ ماننے میں بھی تامل تھا کہ وہ شمالی ھندوستان کے باشندے تھے - ھو سکتا ھے کہ اس عہد کی دکنی تصنیفات کی پیروی میں 'افضل' نے 'دکنی' زبان لکھی ھو اور ان کی اپنی زبان اس سے مختلف ھو - 'دتاسی' نے مشہور تذکرہ نگار 'کمال' کے حوالے سے لکھا ھے کہ 'محمد افضل' کا طرزبیاں شستہ نہیں - اس زمانے میں جب اس نے لکھنا شروع کیا 'ریختہ' مقبول نہیں ھوا تھا - اس لئے اسے مجبورا 'دکنی' میں لکھنا پڑا (۱) - 'افضل' کی زبان کا اردو کے باوا آدم امیر خسرو کی زبان سے مقابلہ کرنے کے بعد ان میں جو فرق اور اختلاف نظر آتا ھے اس سے یہ امکان اور قوی ھو جاتا ھے - شمالی ھند کی زبان ھر چند دکن کی زبان سے مختلف تھی مگر افضل نے دکنی شعراء کے تتبع میں اس عہد کی ادبی زبان یعنی 'دکنی' استعمال کی اس لئے کہ وہ رائج الوقت سکے کی طرح قبول عام کا تمغا حاصل کر چکی تھی (۲) - دکنی زبان میں جو ایک طرح کی ناھمواری پائی جاتی ھے یا اس زبان کے جو مخصوص رجحانات ھیں وہ 'دکنی' کی پڑوسی زبانوں سے تاثر کا

---

(۱) دتاسی خطبہ پنجم

(۲) ڈاکٹر زور بھی مانتے ھیں کہ شمالی ھندوالے دکنی شعراء کی پیروی میں ''دکنی زبان اور محاورے استعمال کرتے تھے اور جو دکنی طرز کے خلاف لکھتا تھا اس کو زجرو توبیخ کرتے تھے'' - (اردو جلد نہم صفحہ ۱۸۶)

نتیجہ ھیں - میں نے کہیں کہیں اس تاثر کی طرف آیندہ سطور میں اشارے کئے ھیں - 'دکنی' کی چند صرفی ونحوی خصوصیات کا ذکر مولانا 'عبدالحق' صاحب نے "سب رس" کے مقدمے میں کیا ھے جو حسب ذیل ھے -

(۱) مذکر و مؤنث دونوں کی جمع "اں" سے آتی ھے - جیسے ھاتاں' جھاڑاں' کتاباں' وغیرہ - بھائی کی جمع بھائیاں - غمزہ کی جمع غمزیاں -

(۲) ایسے متعدی افعال میں جن کی ماضی مطلق' ماضی قریب' ماضی بعید' ماضی احتمالی کے ساتھ "نے" آتا ھے فعل ھر حالت میں مذکر ھوتا ھے خواہ فاعل مؤنث ھی کیوں نہ ھو لیکن دکنی میں مذکر و مؤنث کے لئے مؤنث فعل ھوتا ھے - جیسے اس عورت نے کہی - لڑکی نے پانی پی -

(۳) "نے" کا استعمال بہت بے قاعدہ ھے - اس حرف کے استعمال کے قواعد حال میں منضبط ھوئے ھیں - میرو سودا کے زمانے میں بھی بے قاعدگی پائی جاتی ھے (۱) -

(۴) فاعل اگر جمع مؤنث ھے تو فعل بھی جمع ھوگا جیسے "اصیل عورتاں اپنے مرد بغیر دوسرے کو اپنا حسن دیکھلانا گناہ کر جانتیاں ھیں - اپنے مرد کو ھر درجھان میں اپنا دین و ایمان کر پہچانتیاں ھیں" - پرانی اردو میں بھی یہ استعمال تھا -

---

(۱) گریرسن کے نزدیک "نے" کے استعمال کے قواعد سنہ ۱۷۷۸ع میں مرتب ھوئے - پرتگالی زبان میں اردو کی ایک گرامر میں یہ تصریح ھے کہ فعل متعدی ماضی مطلق کے ساتھ "نے" کا استعمال ھونا چاھئے - (جرنل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال جلد ۱۸۹۲ع صفحہ ۴۹)

(۵) مؤنث کی صورت میں حرف اضافت کی بھی جمع آتی تھی۔ "دل کے فائدے کیاں بہت باتاں ہیں۔"

(٦) اسی طرح ایسی، جیسی، جتنی کی جمع ایسیاں، جیسیاں، جتنیاں آتی ہے۔

(٧) ایسے مصادر کی ماضی مطلق جن میں علامت مصدر سے قبل 'ا' یا 'و' نہیں ہوتا اس طرح بنتی ہے کہ امر کے آگے 'ا' بڑھا دیتے ہیں۔ جیسے دیکھنا سے دیکھا۔ لیکن دکنی میں بجائے 'ا' "یا" لگاتے ہیں۔ جیسے دیکھیا۔ ملیا۔ پھریا۔

(٨) 'سی' مستقبل کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یہ علامت ہندوستان کی کئی زبانوں میں خفیف تغیر کے ساتھ استعمال ہوتی ہے۔ اور پنجابی میں تو بالکل اسکا اس طرح استعمال ہوتا ہے جس طرح قدیم دکھنی میں۔ جیسے "نظر سوں خدا کون دیکھیں گے تو خدا نظر میں نہ آسی"۔

(٩) "کر" کا استعمال۔ یہ میرا من کے یہاں بھی پایا جاتا ہے جیسے "دانا ھمنا رھنما کر جانے گا'۔

(١٠) ضمائر میں بھی کسی قدر تغیر پایا جاتا ہے۔ یو (یہ) وو (وہ) انو (انھوں نے) انو کو (ان کو) انو کا (ان کا) ھمنا (ھم کو) جنو (جنھوں نے) جنو کو۔ جنو کا۔

(١١) الفاظ کے آخر میں "چ" تاکید کے لئے اکثر لگا دی جاتی ہے۔ جس کے معنی عموماً "ھی" کے ہوتے ہیں۔ خدا منا کیا سوبرے فعلانچ خاطر۔ یونچ یار کوں یار کنے۔

(١٢) مانگنا بمعنی چاھنا۔ اگر کچھ اونچا چڑھنے مانگتا ہے تو شراب پی۔

(۱۳) الفاظ کی تذکیروتانیث کا بھی کچھ زیادہ خیال نہیں - مثلاً شراب - خبر - صورت - دنیا کو مذکر لکھا ھے -

(۱۴) اکثر عربی الفاظ کے املا کو سادہ کر دیا ھے یعنی جس طرح بولتے ھیں ویسا ھی لکھ دیتے ھیں جیسے نفع کو نفا - واقعہ کو واقا - منع کو منا -

(۱۵) اردو کے جس لفظ مین دوڈالین یا ایک 'ڈ' اور 'ٹ' ھوتی ھے پہلی ڈال دال بولی جاتی ھے جیسے ڈھونڈھ کو دھونڈھ' ڈانٹ کو دانٹ کہیں گے -

(۱۶) 'اردو' میں اکثر الفاظ کی تکرار ھوتی ھے اور یہ تکرار خاص معنی پیدا کرتی ھے جیسے گھر گھر - در در وغیرہ - قدیم 'دکنی' میں ان دو کے درمیان 'ی' کا اضافہ کرتے تھے جیسے گھرے گھر - ٹھارے ٹھار - کبھی ''ے'' کی جگہ ''یں'' استعمال کرتے ھیں جیسے گھر یں گھر - اس کے علاوہ بعض حروف اور کلمات کی شکلیں اور ان کے لہجے ان سے مختلف ھیں جن شکلوں اور لہجوں میں آج یہ حروف استعمال ھوتے ھیں - اور قیاس کیا جاتا ھے کہ شمالی ھندوستان میں اس وقت بھی یہ اپنی موجودہ شکل میں بولے جاتے تھے - جیسے سوں' سیتی' کوں - تیں (تو) (۱) -

---

(۱) خود دکن میں 'سوں' کے ساتھ 'سے' - 'منے' کے ساتھ 'میں' اور 'سنیا' کے ساتھ 'سنا' مستعمل تھے - ایاغی بیجا پور کا ایک شاعر ھے جس نے گیارھویں صدی ھجری میں ''نجات نامہ'' کے نام سے ایک مثنوی لکھی - اس مین یہ کلمات دلی کے محاورے کے مطابق استعمال ھوئے ھیں- مثلاً ''سے'' ''ازل سے نبی ھے نہیں آج کا'' - ''میں'' ''ترے تن 'میں' یو جیوسب ٹھا رھے'' - ''سنا'' جیسے - ''جو کوی نیں 'سنا' ھے محمد کی بات'' - (ملا حظہ فرمائیں رسالہ ''ھندستانی'' جلد ۱ . حصہ دوم)

دکنی اردو کی یہ خصوصیات دکن کی پیداوار ہیں (۱) - شمالی ہند یا 'دلی' اور 'میرٹھ' کی زبان اس وقت بھی دکنی اردو سے مختلف تھی اس کا ایک قرینہ اردو میں 'حاتم' 'میر' مرزا' اور 'ناسخ' کے اصلاحی تحریک ہے جس کا مقصد یہ تھا کہ 'اردو' کو دوسری زبانوں کے اثر سے پاک کیا جائے - اور شعروادب کی زبان کو جو دکنی کی تقلید میں اس عہد کی رائج اور چالو زبان سے دور جا پڑی تھی عام بول چال اور 'دلی' و میرٹھ کے روز مرہ سے قریب لا یا جائے -

اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ وہ صرفی و نحوی استعمالات و محاورات جودکنی اردو کی خصوصیات بتائے جاتے ہیں شمالی ہند کی زبان میں بھی تھے اور اس اعتبار سے اس عہد کی اردو اور دکنی میں کوئی فرق نہ تھا تو حاتم و 'ناسخ' کی اصلاحی تحریک ایک بے معنی اور استبدادی فعل سے زیادہ کچھ نہ ہو گی جس کے جواز کی کم سے کم لسانیات مین کوئی گنجائش نہیں - لسانیات کا مانا ہوا اصول ہے کہ کسی لفظ کو رواج دینے یا ٹکسال باہر کرنے کا حق کسی ایک فرد کو نہین چاہے وہ شعر و ادب کی دنیا میں کتنا ہی بلند مقام رکھتا ہو - یہ حق عوام کو ہے - وہ جس لفظ کو چاہیں چلن دیں اور جسے چاہیں

---

(۱) مولانا عبدالحق فرماتے ہیں - "دکھنی اور گجری وہی زبان ہے جو دلی سے ان علاقون میں پہنچی البتہ اس میں مقامی الفاظ اور ترکیبیں بھی شامل ہو گئیں ("اردو" جنوری سنہ ۵۲ع صفحہ ۱۲)

کھوٹے سکے کی طرح زبان سے نکال باہر کریں - لسانیات کا یہ اصول اتنا عام اور مشہور ہے کہ میں اس کی مزید شرح و تفصیل غیر ضروری سمجھتا ہوں -

اردو کا اولیں مصلح 'حاتم' ہے - اس نے اپنے 'دیوان زادے' کے دیباچے میں ان اصول کا مختصرطور پر ذکر کیا ہے جو اس کے پیش نظر تھے - وہ یہ ہیں -

(۱) 'ھندی بھاکا لفظوں کو چھوڑ کر روزانہ بول چال میں آنے والے الفاظ و محاورات اختیار کرنا جنھیں عوام و خواص سبھی سمجھتے ہیں -

(۲) ان 'عربی' و 'فارسی' الفاظ کا استعمال جو قریب الفہم ھین اور بکثرت استمال ہوتے ہیں یا 'دلی' میں عام طور سے بولے جاتے ہیں -

اصلاح کے یہ اصول بتاتے ہیں کہ 'حاتم' سے پہلے 'دکنی' اور دھلوی بولیوں میں فرق تھا - دونوں کا روز مرہ الگ الگ تھا - بہت سے الفاظ جو دکنی میں مستعمل تھے 'دھلی' میں ان کا چلن نہ تھا اور 'عربی' و 'فارسی' الفاظ جو دکن میں غلط بولے جاتے تھے اور جیسے بولے جاتے تھے ویسے ہی لکھے بھی جاتے تھے 'دلی' والے انھیں صحیح بولتے تھے اور ٹھیک لکھتے تھے - اسی بنیاد پر 'سعد اللہ گلشن' نے حسب روایت 'قدرت' 'ولی' کو مشورہ دیا تھا کہ "شما زبان دکھنی را ریختہ موافق اردوے معلیٰ شاھجھان آباد موزوں بکنید تاموجب شہرت ورواج و قبول خاطر صاحب طبعان عالی مزاج گردد" -

میرو مرزانے جن کلمات و محاورات یا صرفی و نحوی تصرفات کو غیر فصیح ونا صحیح قرار دیا ان کی ایک تشنہ سی فہرست جلوۂ حضر

میں ہے - مولانا 'عبد السلام' نے 'شعر الہند' میں اس کو نقل کر دیا ہے - اس فہرست پر ایک سر سری نظر ڈالنے ہی سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ مخصوص دکنی الفاظ ومحاورات ہیں جنہیں متروک ٹھرایا گیا ہے - سوں' سیں' سیتی' لگ' کنے' تیں' اچھن' یہ الفاظ دکن میں مستعمل تھے اسی طرح آنکھ کی جمع انکھیاں' جاری کیا ہے مین نے کی جگہ جاری کیا ہوں - کرنا سے ماضی "کیتا" یہ استعمالات 'دکن' میں جائز سمجھے جاتے تھے - میرومرزا نے ان الفاظ' محاورات' اور استعمالات کوناجائز اور غیر فصیح قرار دیا - 'دلی' میں اس طرح ان کا استعمال نہ تھا -

'حاتم' اور میرومرزا کی مصلحانہ کوششوں کے بعد بھی جو الفاظ اور محاورے زبان میں باقی رہ گئے ناسخ نے ان کے خلاف جہاد کیا اور اردو زبان سے یہ کوڑا کر کٹ کی طرح نکال باہر کئے گئے - 'ناسخ' کا یہ کام اصلاحی سلسلہ کی ایک کڑی ہے - ذیل میں ناسخ کی اصلاحات کا ایک خاکہ دیا جا رہا ہے - یہ ان متروکات کی بنیاد پر تیار کیا گیا ہے جن پر 'ناسخ' نے خط نسخ کھینچا - (۱)

(۱) اس سے پہلے مؤنث کے لئے فعل کو "اں" سے جمع بنایا جاتا تھا - مثلاً گھٹائیں چھائیاں - ندیاں بہتیاں ہیں - ناسخ نے اسے نا جائز قرار دیا -

(۲) اسم کی جمع بھی 'اں' کے اضافے سے بنتی تھی - جیسے سرخ رویاں - ہوا خواہاں - ناسخ نے "وں" سے جمع بنائی - ہمسایہ سے ہمسایون -

---

(۱) ملا خطہ فرمائے راقم کا مقالہ "اصلاح زبان اردو" "مطبوعہ نگار" دسمبر سنہ ۴۸ع

(۳) اکثر 'نے' - 'کو' - 'پر' - 'سے' و غیرہ حروف معنوی ترک کر دئے جاتے تھے - ناسخ نے اسے زبان کا جھول ٹھرایا -

(۴) مضارع پر 'ھے' بڑھا کر فعل حال بنا لیا جاتا تھا جیسے پھرے ھے - رہے ھے - ناسخ نے "تا ھے" کے اضافے سے فعل حال بنایا - پھرتا ھے - رھتا ھے -

(۵) ماضی معطوفہ اور امر میں صورۃً کوئی فرق نہ تھا - ناسخ نے امر پر "کر" بڑھا کر ماضی معطوفہ بنائی - مثلاً لگا کر دیکھ کر -

(٦) 'مجھ' اور 'تجھ' اضافی حالت میں بھی استعمال کئے جاتے تھے - مثلاً تجھ گھر - مجھ پاس - ان کی جگہ 'میرا' اور 'تیرا' استعمال کیا -

(۷) ان مصادر سے فعل مضارع وضع کرتے وقت جن کے آخر میں 'ی' - 'و' - یا 'ا' ھے ایک 'و' اور بڑھا دیتے تھے جیسے 'ھو' سے 'ھووے' دے سے 'دیوے' 'جا' سے 'جاوے' ناسخ نے ان کو ھوے دے اور جائے کہا اور لکھا -

(۸) جو الفاظ اور کلمات دکن یا گجرات کے لہجے میں استعمال ہوتے تھے انھیں اپنے ھاں کے لہجے میں استعمال کیا - مثلاً آگو کو آگے - تین کو تو - سین اور سیتی کو سے - کسو کو کسی کبھویا کدھی کو کبھی - جد کو جب - تد کو تب - تس پر کو اس پر (۱) -

---

(۱) ان میں سے کچھ الفاظ ایسے ھیں جو برج بھاشا سے اردو میں ائے - ان کو متروک قرار دینے کی وجہ ظاھر ھے - یہ اردو کے مزاج کو ساز گار نہ تھے اور ابھی اچھی طرح اردو میں جڑ نہ پکڑ سکے تھے - ان کو 'ٹکسال' باھر قرار دینا ھی مناسب تھا -

(۹) کچھ الفاظ سرے سے غیر فصیح قرار دے کر چھوڑ دے - یہ الفاظ یقیناً وهی هیں جو دکن میں مستعمل تھے لیکن دهلی اور لکھنومیں ان کا رواج نہ تھا - جیسے جوں، تئیں، تنک، نپٹ، بن یا باج، ندان و غیرہ -

اس فہرست کا مولوی 'عبد الحق' صاحب کی اس فہرست سے مقابلہ کیجئے جس میں 'دکنی' 'اردو' کی صرفی و نحوی خصوصیات شمار کرائی گئی هیں - آپ کو اس میں شبہ نہ رهےگا کہ 'ناسخ' کی اس اصلاحی کوشش کا مقصد اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ شمالی هند کی 'اردو' زبان کو 'دکنی' الفاظ "دکنی' محاورات' دکنی استعملات اور بعض دوسرے اجنبی ونامانوس عناصر سے پاک کیا جائے - اور اس طرح شعروادب کی زبان کو عام بول چال کی زبان سے قریب لایا جائے - ڈاکٹر محی الدین صاحب قادری زور کی رائے بھی یہی هے - وہ فرماتے هیں - "دکنی' بھی فارسی کی طرح ان کی (شمال والوں) اپنی زبان نہ تھی - اس میں بھی خیال ادا کرنے کے لئے انہیں تکلف کرنا پڑتا تھا - اب انہوں نے اس بات کی کوشش کی کہ اپنی مادری اور بول چال کی زبان میں 'فارسی' اجزا ملا کر شاعری کریں - اگر چہ پہلے پہل بعضوں نے اس کی مخالفت بھی کی لیکن یہ چونکہ فطری چیز تھی وہ اس تبدیلی مین کامیاب هو گئے - اور بہت جلد اردوے معلی کی زبان میں شعرو شاعری شروع هوگئی - اس کا آغاز 'مظہر' نے کیا اور اس کی ترقی 'ناسخ' کے زمانے تک جاری رهی" (۱) -

---

(۱) رسالہ "اردو" جلد نہم صفحہ ۱۸۷

باب اول

"صوتی تبدیلیاں"

——()o()——

آوازیں دو طرح کی ہیں - کچھ منہ میں محض ہوا کی سر سراہٹ سے پید ہوتی ہیں - یہ 'حرکات' و 'علل' کہلاتی ہیں - کچھ زبان اور منہ کے دوحصوں کے باہم ٹکرانے سے وجود میں آتی ہیں - انھیں حروف 'صحیح' کہتے ہیں - ان دونوں قسم کی آوازوں کے خاص خاص مقام ہیں جو اصطلاح میں 'مخارج' کہلا تے ہیں - ان کی تشریح و تفصیل کا تعلق 'صوتیات' سے ہے -

اردو آوازوں کی بھی ایک تاریخ ہے - زبان کا آغاز اوراس کا ارتقا جاننے کے لئے ضروری ہے کہ ان آوازوں کی تاریخ دریافت کی جائے - لفظوں میں جو تبدیلیاں ہوتی ہیں ان کے دو بڑے سبب ہیں - ایک کا تعلق معنی سے ہے اور دوسری کا صورت سے - کبھی لفظ میں ردوبدل نئے معنی حاصل کرنے کے لئے کیا جاتا ہے - جیسے چلنا سے چلوں' یا چلے گا - یہ معنوی یا صرفی تغیر کہلاتا ہے - اس کی تفصیل آپ کو اگلے ابواب میں ملے گی - کبھی آلات صوت' امتداد زمانہ' تلفظ میں سہل انگاری' اور بعض دوسرے گونا گون اسباب کی بناپرلفظ کی شکل بدل جاتی ہے لیکن اکثر معنی وہی رہتے ہیں - یہ صوتی تغیر ہے - اس باب میں اس تغیر کی تاریخ بیان کی جائے گی -

صوتی تغیر کی کئی منزلیں ھیں - ان میں درمیانی منزل زیادہ اھم ھے - یہ منزل وہ ھے جب ھماری زبان نے 'پراکرت' دور میں قدم رکھا - اس منزل میں بڑی بڑی تبدیلیاں ھوئیں - ان میں خاص قسم کا نظم پایا جاتا ھے - اس کے بعد کی منزل جواس وقت ھمارے سامنے ھے اتنی اھم نہیں - اس منزل میں ٹوٹ پھوٹ کم ھوئی - اس کے اسباب کیا ھیں اس وقت اس سے بحث نہیں - البتہ یہ ضروری ھے کہ صوتی تغیرات کے سمجھنے کے لئے اس راہ کی ساری منزلین اوران کے نشان ررشن کئے جائیں اور جہاں جہاں نئے موڑ آئے ھیں ان کو بتایا جائے - حروف و حرکات کے تغیرات کی حسب ذیل چھہ قسمیں ھیں -

(۱) کسی حرف یا علت کا سرے سے مٹ جانا - جیسے ऋ - ॠ یا ऌ - یہ حروف سنسکرت میں تھے لیکن پراکرت اور اردو میں نہیں پائے جاتے -

(۲) کسی حرف یا حرکت کا وجود میں آنا جو پہلے نہ تھی - اس کی دوصورتیں ھیں -

الف—یہ حرف یا حرکت کسی اجنبی زبان سے مستعار ھے جیسے ص - ق - ژ وغیرہ پہلے دو عربی کے ھیں اور تیسرا فارسی کا -

ب—یا ھماری زبان میں ارتقا کے اثر سے وجود میں آئے - جیسے ڑ - ڑھ - اور 'ـَـ ـے' - ـَـ و' (۱)

(۳) کسی حرف یا حرکت کا گرجانا جیسے ''بھن''یہ لفظ سنسکرت میں ''بھگنی'' تھا -

---

(۱) ملاحظہ فرمائیے صفحہ ۷٦ (نمبر۳)

(۴) کسی حرف یا حرکت کا دوسرے حرف یا حرکت سے بدل جانا جیسے سنسکرت ॻ اردو میں "ن" ہو گیا ہے - "چونچ" کی اصل سنسکرت چَنْچُ ہے -

(۵) دو حرکات یا حروف کا مدغم ہو کر ایک تیسری حرکت یا حرف کی شکل اختیار کر لینا - اسے اصطلاح میں تعلیل (سندھی) کہتے ھیں - جیسے "چلئی" سے "چلے" - "مرتکا" سے "مٹی" -

(٦) کسی حرف یا حرکت کا جگہ بدلنا - اسے قلب کہتے ھیں - جیسے "موُچھ" (شمشرُ) "گھر" (گرہ)

ان میں بہت کم تغیرات ایسے ھیں جنھیں عام یا مطرد کہاجاسکے - ان میں ایک طرح کی ناھمواری پائی جاتی ہے اس لئے ان کو ھمہ گیر اصولوں میں منضبط کرنا دشوار ہے - حرکات اور حروف علت سے متعلق کچھ تبدیلیاں جو بہت عام ھیں نیچے دی جا رہی ھیں -

(۱)

حرکات و علل

(۱) سنسکرت الفاظ کے آخر کی حرکات اکثر اردو میں گرجاتی ھیں اور یہ الفاظ ساکن الاواخر رہ جاتے ھیں -

اِیکھ	اِکْشُ
بیس	وِنْشَت
بانْھ	بَاہُ
آگ	آگْنِ

کبھی ان حرکات کا اشباع ہو جاتا ہے - خصوصیت کے ساتھ اس وقت جب آخر سے کوئی حرف گرادیا گیا ہو یا حرکت (۱) - 'فتحہ' الف ہو جاتا ہے - جیسے -

---

(۱) ھندی گرامر کیلاگ پارہ ۷۲

کُتا	کُکُرَه
چیتا	چترَکه
پوتا	پوتره

کسرہ 'ی' سے بدل جاتا ہے - جیسے -

مالی	مالِن
پجاری	پُجارِن
دَهی	دَدَه
تیلی	تَیلِک
بهی	اَپِ
نائی	نَاپِت

ضمہ 'و' ہو جاتا ہے - جیسے -

آنسو	اَشرُ
بالو	بالُکا

اول یا وسط کلمے کی حرکات بھی کبھی کھنچ جاتی ہیں -

کھاٹ	کَھٹوا
بیس	وِنشَتِ
تیس	ترِنشَتِ
جیبھ	جِهوا
موسل	مُشَل
پور	پُرَ

اس کی وجہ بیمز یہ بتاتے ہیں کہ آخر سے کسی حرف یا حرکت کے ساقط ہو جانے کے بعد کلمے کے آخری جزو پر جو زور دیا جاتا تھا وہ پہلے جزو پر آپڑا اور اس کے زیر اثر اس کی حرکت کھنچ گئی -

مثلاً ''پر'' میں زیادہ زور 'و' کی حرکت پر تھا - جب وہ گری اور لفظ احادی المقطع بن گیا تو سارا زور ''پ'' پرآپڑا اس لئے اس کی حرکت کو کھینچ دیا گیا - اس کے برعکس جب کلمے کے آخر میں کوئی تعمیری جز و یالاحقہ جوڑا جاتا ہے تو پہلے کلمے کی طویل حرکت (علت) کو قصیر بناکر ھلکا کرلیا جاتا ہے جیسے پن چکی (پانی + چکی) پھلیل (پھول + تیل) وغیرہ (۱) -

(۲) مرکب یامشدد حروف کی ماقبل حرکت کا کبھی اشباع ہو جاتا ہے - اور کبھی इ اور उ بہ ترتیب ए اور ओ سے بدل جاتے ہیں - اصطلاح میں اسے گن کہتے ہیں - اشباع کی مثالیں (۲) -

اردو	پراکرت	سنسکرت
آگ	آگّی	آگْن
باپ	بپّی	×
ھاتھی	ھتّھی	ھَسْتِ
ایکھ	اِکّھ	اِکْشُ
جیبھ	جِبّھا	جِہْوا
بھیک	بِھکّھا	بِھکْشا
بھوٗک	بُھکّھ	بیھکْشا
دوٗدھ	دُدّھ	دُگْدھ
پوٗت	پُتّ	پُتْر
اوٗنْچا	اُچّ - اُچّ	اُنچ

(۱) تقابلی گرامر جلد ا صفحہ ۱۵۶

(۲) کیلاگ پارہ ۷۳

یہ کلیہ نہیں - کچھ الفاظ جو غالباً براہ راست 'پراکرت' سے لئے گئے ھین مشدّد استعمال ھوتے ھیں - ان میں ماقبل حرکت کا اشباع نہیں ھوتا - جیسے مٹی - کچّھا - 'شور شینی' اور 'ماگدھی' میں عام طور سے مشدد حروف باقی رکھے جاتے ھیں اور ماقبل حرکت اگر ممدود ھے تو مقصور کر لی جاتی ھے - تقصیر کا یہ رحجان پالی میں بھی تھا (۱) - اس کے بر عکس مشدد کی تخفیف اور ماقبل حرکت کا اشباع مہارا شٹری اور اردہ ماگدھی کی خصوصیت ھے - 'اردو' 'مہاراشٹری' کی ھمنوا ھے - 'پنجابی' کارجحان وھی ھے جو 'شورسینی' کا تھا (۲) - ''گن'' کی مثالیں -

تُونْد	توند	تُند
کو کھ	کوکھّی	کُکش
کُوڑہ	کوٹھ	کُشٹھ
پُوتھی	پوتِہاُ	پُستکم
سِیدور	—	سِندوْر
بیل	—	بِلْوَ
سَیم	—	شِمَبا
بھوندو	مودھو	مُگدہ

قاعدے کے مطابق ان مثالوں میں بھی حرکتوں کا اشباع ھونا چاھئے - 'بیمز' کی راے ھے کی غیر آریائی زبانون کے زیر اثر ایسا نہیں ھوا (۳) - تحقیقی طور پر اس سلسلے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا - اردو میں مشدد یامرکب حروف کی ماقبل حرکت کا اشباع ضرور

(۱) بھنڈارکر صفحہ ۴۴ (۲) ولنر صفحہ ۲۷

(۳) تقابلی گرامر جلدا صفحہ ۱۵۷

ہونا چاہئے ۔ اس صورت میں حرکت کا گن اردو کے عام رجحان اور اس کے مزاج کے خلاف ہے ۔ بیمز اسے اجنبی زبان کا اثر بتاتے ہیں ۔ کلمے کو اپنی حالت پر رکھنا اور اشباع نہ کرنا بھی اردو کی فطرت نہیں ۔ یہ 'شور سینی' میں تھا وہاں سے 'پنجابی' اور 'سندھی' میں آیا ۔ لیکن 'سندھی' میں کلمے کی تخفیف کر لی گئی ۔ 'پنجابی' نے اس کو بھی گوارا نہ کیا (۱) ۔ 'اردو' میں مشدد کلمات کی کثرت سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ پنجابی کا اثر ہے مثلاً پتھر ۔ پٹا ۔ پکا ۔ بتی ۔ بھٹی ۔ یہ کلمات بنگالی میں مخفف ہیں اور یہاں ان کی ماقبل حرکت کھینچ کر پڑھی جاتی ہے ۔ 'بیمز' کا بیان ہے کہ 'ہندی' (اردو) کے دو رخ ہیں ۔ ایک مغربی ۔ دوسرے مشرقی ۔ غربی علاقے میں اس کا میلان قصیر حرکات کی طرف ہے اور مشرقی حصے میں طویل حرکات کی طرف (۲) ۔ میرے خیال میں یہ صحیح نہیں ۔ ہریانی میں جو 'اردو' ہی کا ایک روپ ہے' وہ تمام کلمات مخفف کر لئے گئے ہیں اور اشباع حرکت سے پڑھے گئے ہیں جو 'اردو' میں مشدد تھے ۔ اس کی چند مثالیں جو اوپر درج کی جا چکی ہیں پھر لکھی جاتی ہیں ۔

اردو	ہریانی
مکھن	ماکھن
ہڈی	هاڈ
مٹی	ماٹی
رکھے	راکھے

(۱) تقابلی گرامر جلد۱ صفحہ ۱۵۳

(۲) ایضاً صفحہ ۱۵۳

صحیح بات یہ ہے کہ تخفیف اور اشباع اردو کی اپنی چیز ہے - یہ کسی دوسری اپنی یا پرائی زبان کا اثر نہیں (۱) -

(۳) 'سنسکرت' ऐ اور औ اردو میں روپ بدل کر ए اور ओ ہو گئے ہیں - یہ رجحان قدیم ہے - پالی اور پراکرت میں بھی تھا (۲) -

گُورا		گَوْرَ
تیل		تَیْلَ
چُور		چَوْرَ
جُوبن	جوون	یَوْوَن
مُوتی		مَوْکْتِکَم
گیِرو		گَیْرِکَ
جھُولی		جھَوْلَکَ

اردو میں "ـَـے" اور "ـَو" بھی ہیں - یہ جدید حرکات ہیں جو غالباً अ (ـَ) य (ی) اور अ (ـَ) व (و) کی تالیف و ترکیب سے وجود میں آئیں - اس کے مقابلے میں 'سنسکرت' ऐ اور औ کی ترکیب आ (ـَا) इ (ـِ) اور आ (ـَا) उ (ـُ) سے ہوئی ہے - ان حرکات کی ایک مرکب صورت اور بھی ہے جو 'پراکرت' اور بعض دیسی بولیوں میں مستعمل ہے - وہ یہ ہے - अइ (ـَ ـِ) अउ (ـَ ـُ) یہ سب ایک دوسرے سے مختلف ہیں - سنسکرت مرکب سور (حرکات) کا کسی قدر سرعت کی ساتھ اور زور دے کر تلفظ کیا جاتا ہے اور اردو حرکات کا ٹھر کر - جیسے میں' اور

(۱) ملاحظہ فرمائیے راقم کا مقالہ "اردو کا صوتی رجحان" مطبوعہ رسالہ 'اردو' اپریل ۵۸ع

(۲) بھنڈار کر صفحہ ۹۹ ولنر صفحہ ۸ و پارہ ۱۰۶

وغیرہ - 'پراکرت' میں الگ الگ دو حرکتیں ہیں - الگ الگ دونوں کو ادا کیا جاتا ہے جیسے "ـَـاـِـی" نائی میں اور "ـَـاـُـو" ناؤ میں - 'اردو' 'ـَـے' اور 'ـَـو' ایسے ہیں جیسے 'عربی' آے' اور 'آو' عیب اور طور وغیرہ میں -

ایسا - جیسا - کیسا - تیسا - یہ کلمات وضعی ہیں جو 'ا یہ' اور 'شا' یا 'سا' کی ترکیب سے خود 'اردو' میں گھڑے گئے تھے - بیل - میلا - اور تھیلی 'سنسکرت' بلی - ملی اور ستھلی سے ڈھالے گئے ہیں - 'بیمز' کے خیال میں ان کی 'ی' آخری چ کی شرمندہ احسان ہے (۱).

(۲) کبھی شروع سے حرف علت ساقط ہو جاتا ہے - 'آ' کے سقوط کی مثالیں -

بھیتر	—	آ بھینتر
بھی	پی	آ پی
رہٹ	ارہٹ	ارگھٹ
بھینگا	ابھینگ	ابھ - انج
جھانکنا	اجھینک	ادھیکش

'آ' کے سقوط کی مثالیں -

بیٹھنا - اَو اِٹھ - اُپ وِٹھ آپ وشٹ -

(اِ) کی مثال

چاھنا اِچھّا (۲)

---

(۱) تقابلی گرامر جلد ۱ صفحہ ۱۵۸

(۲) جرنل سوسائٹی بنگال جلد ۴۹ صفحہ ۲۵

۱۵—

جان بیمز کے خیال میں ابتدائی حروف علت صرف ان کلمات سے گرتے ھیں جو آپ سرگ (سابقوں) کی مدد سے بنائے گئے ھیں (۱) -

(۵) آخر سے بھی حروف علت گر جاتے ھیں اور یه بکثرت ھوتا ھے - 'ا' کی مثالیں -

نیند		ندرا
چَھاں		چھایا
بات		وارتا
پر کھ	پریکھا	پریکشا
باگ		ولگا
جیبھه		جھوا

'ی' کی مثالیں -

گابھن	گربھنی
بہن	بھگنی

'ے' کی مثالیں -

سسرال	شسُرالے
چھنال	کشینالے

'ــے' کی مثالیں -

پاس	پارشوے
سنگ	سنگیے

'نیچے' اور 'تلے' اپنی اصل حالت میں ھیں -

(٦) سنسکرت ऋ اردو میں نہیں - اس کی جگه ــَــ ــِــ اور ــُــ تینوں حرکتیں ملتی ھیں - چند مثالیں ملاحظه ھوں -

---

(۳) گر امر جلدا صفحه ۱۷۵

گھٹ	گھٹُو	گھرشٹ
مٹی		مرتکا
گِدھ		گرِدھر
گِھن		گھرِنا
گھی	گِھآم	گِھرِتم
پی ھر	پتر گھر	پترِ گرِھم
میٹھا	مِٹھا	مِرشٹم
بڈھا		ورِدہ
پوچھ	پُچّھ	پرِچھ
مُوا		مرِتہ
بھائی		بھراترِ
مائی		ماترِ

لیکن کبھی ’سنسکرت‘ ऋ र (ر) کاروپ اختیار کر لیتی ھے جیسے गृह سے گھر - بیمز کہتے ھیں کہ سنسکرت‘ اور پراکرت“ میں گرہ کا بدلا ھوا روپ ”گیہ“ ھے اس لئے ’اردو‘ گھر کا ماخذ ”گرہ ، نہیں بلکہ اس کا کوئی اور قدیم روپ ”گَرہ“ ھے (۱) بھتیجا اصل میں ”بھر آترجہ“ تھا اور بھاوج ”بھراتر جایا ‘ - ’ر‘ نے ایک جگہ र کا روپ اختیار کیا اور دوسرے جگہ उ کا - ”بھتی“ ”بھاتی“ کا مخفف ھے - یہ لفظ آج بھی ’اردو‘ مین بولا جاتا ھے

(۱)- جلدا صفحہ ۱۶۶

اور 'پراکرت' ''بھاآ'' سے زیاد ہقدیم ہے - ''بھاتی'' وہ لوگ جو بھات لے کر آئین یعنی بھائی - بھتیجے و غیرہ -

(۷) اردو میں اکثر حرکات جگہ بدل کر کہیں سے کہیں پھنچ جاتی ہین اسے قلب حرکت کہ سکتے ہیں - چند مثالیں ملاحظہ ہوں -

اِملی	اَمْلِکا
اُنگلی	اَنگلُی
بوندی	بِندُ
مُوچھ	شَمشرُ
کھجلُی	کھرِجُ
چونچ	چنچُ

'بیمز' نے حرکات کے رد و بدل کا ایک اصول بتایا ہے کہ اگر دو حرکتوں کے درمیان مخلوط حروف صحیح حائل ہوں تو بعد کی حرکت پہلی حرکت کی جگہ آجائے گی - اور اگر بسیط حرف صحیح ہو تو دونوں حرکتیں ایک دوسرے میں مدغم ہو جائین گی - ـَ اور ـِ مل کر ''ـِـے'' ہو جائیں گے اورـَ اور ـُ سے ''ـُو'' وجودمیں آئے گا - جیسے - چنچ سے چونچ - پتر سے پیڑ - ولی سے بیل (۱) -

(۸) بسیط حرکات کا باہمی تبادل بہت ہوا ہے - اس کا کوئی بندھا ٹکا ضابطہ نہیں - ذیل میں چند مثالین دی جارہی ہیں - ''ـے'' کا تبادل ''ـے ـے'' سے -

---

(۲) جلدا صفحہ ۱۳۷

پینتیس	پَنچ ترِنشتِ
سینتالیس	سَپت چتوارنشتَ
بینگن	وَنگنُ

"ـِـ" سے جیسے

پنجرا	پَنجرَ
گننا	گنژنَ

"ـَ ے" سے - جیسے

نیول	نُکل
کیلا	کَڈلی
بیر	بَدَر

" ب " کاتبادل "ے و" سے -

سونگه		شِنگھ
بچھو	ونچھا	ورِشچک
گیرو		گیرِک

"ـے ی" کا "ـَ ا" سے جیسے -

پَرَکھ	پریکشا

"و" کا "ـِ ی" - جیسے -

بائی	وَائی
بندی	بندُ

(۹) دو بسیط حرکتوں کا اجتماع اردو میں ثقیل سمجھا جاتا ہے - اگر یہ حرکتیں ہم جنس ہیں تو مدغم ہو کر حرف علت کی شکل اختیار کرلیتی ہیں "ـَ + ـَ" سے 'ا' و جود میں آتا ہے -

میلا	میلَ + ـے	مَیلکہ
گھوڑا	گھوٹَ + ـے	گھوٹکہ

اور اگر مختلف الجنس ہیں لیکن قابل تعلیل ہیں تو تعلیل (سندھی) ہو جاتی ہے - अ اور इ سے ए بنتا ہے -

(وہ) چلے	چلَ + ـِ	چلَتِی (چلَتِ)
(تو) کرے	کَر + ـِ	کَرْ + ہِ کَرسِی (کَرسِ)

अ اور उ سے ओ ہوتا ہے -

کَرُو	کَرَ + ـُ	کَرَ + ہُ کَرسُ - کَرسُو

کبھی "ـُو" کی جگہ "ـَو" بھی ہو جاتا ہے - جیسے چوتھا - چَ + ـُ تھ - چ + اُرتھ چتُرتھ - یا چودہ چ + اُدہ - چ + اُردش - چتُردش - یا مَول - مَال - مُکُل -

اور اگر قابل تعلیل نہ ہوں تو اپنی حالت پر قائم رہتی ہیں لیکن اردو میں عام طور سے इ یا ई کے بعد अ य (ی) سے بدل جاتا ہے - جیسے -

گھی	گھِ + ـے	گھِرتَہ
بیاہ	بِ + ـے اہ	وِوَاہ (۱)
گھوڑی	گھوڑیا - گھوڑِ ـے ا	گھوٹکا
پیاسا	پ + ـے اسا	پیاستَہ
دِیا	دِ + ـے ا - دِوَا	دیپ (۱)

उ یا ऊ کے بعد व अ (و) ہو جاتا ہے جیسے -

(۱) "وواہ" میں 'و' ماقبل کسرہ کی وجہ سے 'ی' ہو سکتا ہے - "دیا" کی 'ی' اور "کنواں" کا 'و' ہو سکتا ہے کہ اصلی ہوں -

بَالو	بالُ + ٭	بَالُک
کُوا (کنواں)	کُ + ے	کُوپَ
مُوا	مُ + ے	مَوتَہ (۱)

(۱۰) अ کے بعد آنے والے य اور व ساکن کر دئے جاتے ہیں اور व + अ سے "ـــو" اور य + अ سے "ـــے" وجود میں آتے ہیں ۔ جیسے ۔

میں	مَیَم	وَیَم
اَورْ	اَور	آ پَر
نَیْن	نَیَنَ	نَیَنَ
سے	—	سَیَے
لونگ	—	لَوَنگ
نون - لُون	—	لَوَنْڑ
سَوت	سَوتْنی	سَپتْنی
کَوڑی	کَوَڈ - کَپَڈ	کپرد
بَونَا	وَاَون	وَامَنَ
چَونْڑی	چانورْ	چامر

(۱۱) अ یا ओ کے بعد آے والے इ اور उ بترتیب य اور व سے بدل جاتے ہیں ۔

---

(۱) بمیز جلد ا صفحہ ۱۸۷

باولا	با + ے لا	وَاتُلَہ
کویل	کوُ ے ل	کوُکِلَ

لیکن 'و' اور "ے" اگر کلمے کے آخر میں ہوں تو اپنی حالت پر قائم رہتے ہیں - دستور کے مطابق ان کا اشباع ہو جانا چاہئے - جیسے -

کوئی		کوُپِ
نائی	(ناپِ)	ناپِتَ
مائی	(ماتِ)	مَاتِرِ
سوئی		سوُچِ

کچھ کلمات اردو میں وضع کئے گئے ہیں جن میں 'ے' یا 'ے' کا اجتماع 'و' اور 'ے' کے ساتھ ہو گیا ہے - جیسے لائی - دھلائی - کتائی - بہنوئی -

(۱۲) مرکب یا ممدود حرف علت کے بعد آنے والی حرکتیں یا مقصور علتیں حذف ہو جاتی ہیں -

دونا	دو ے نا	دُوِ گُنا = (دُوِ گُنُۃَ)
رونا	رُو ے نا	رُوُدَنَم (۱)

(۱۳) سنسکرت म اور न پالی میں غنہ ہو جاتے تھے (۲) - اردو میں یہ رجحان بہت شدید ہے - جیسے -

---

(۱) بیمز جلد۱ صفحہ ۱۸۸ (۲) بھنڈارکر صفحہ ۵.

گیہوں		گُودھُوم
چلوں	چَل مُ م	چلَامی
دھواں		دُھومَ
گاؤں		گِرَامَ
کنْوارا		کُمار
کانْپنا		کَمْپَنَم
کانٹا		کَنْٹَک
چانْد		چَنْدر
بھونْرا		بَھرَ مَرْ
سائیں		سُوامِی

کچھ کلمات اردو میں ایسے ہیں جن میں غنہ پایا جاتا ہے لیکن اصلی کلمات جن سے وہ بنے ہیں 'م' یا 'ن' سے خالی ہیں -

آنسو	آشْرُ
سانس	شُواس
پھانس	پَاشَ
بھوں	بھرُو
جوُں	یوُکَ
جوُنک	جَلَوْکَ
پاؤں	پَادَ

(۲)

حروف صحیح

شروع میں آنے والے حروف صحیح میں عام طور سے کوئی تغیر نہیں ہوتا لیکن کبھی کبھی ما بعد حرف کے زیراثر ان میں خفیف سی تبدیلی ہو جاتی ہے - مثلاً ذیل کے کلمات میں 'ہ' یا 'ش' کی وجہ سے شروع کا حرف صحیح مخلوط بہا ہو گیا ہے -

پھانس		پَاشَ
بھاپ		وَاشْپ
پھول	پُہپّ	پُشْپ
کھانسنا		کَانْس
دھی (بیٹی)		دُہَتْر
گھر		گِرِہ
بھینس	مھینس	مَہِشِ

"کھیل" کی بابت کہتے ہیں کہ وہ 'سنسکرت' "کریڈ" سے ماخوذ ہے لیکن خود سنسکرت میں ایک مادہ "کھیل" ہے جس کے معنی ہلانے اور کھیلنے کے ہیں (۱) -

(۱) 'پراکرت' میں (ماگدھی کو چھوڑ کر) 'ش' 'س' سے بدل جاتا تھا - یہ رجحان اردو میں بھی ہے اور بہت عام ہے -

سل	شِلاَ
ساگ	شَاکَ
سو	شَتَ
سولہ	شُوڈَش

---

(۱) بیمز جلد۱ صفحہ ۲۳۹

(۲) الف 'پنجابی' میں اکثر 'ہ' سے بدل گیا ہے - 'اور' 'پنجابی' میں 'ہور' بولا جاتا ہے - 'اردو' میں بھی اس کی دو ایک مثالیں ہیں -

ہونٹ	اوشٹ

(۳) 'ی' کا 'ج' سے بدل جانا 'ماگدھی' کے علاوہ تمام پراکرتوں میں تھا - 'اردو' میں یہ تغیر کلمات کے شروع میں بھی دیکھا گیا ہے -

جب	جاو	یَا وَت
جد	جَدَھا	یَدَ - یتَھا
جُو	—	یَہ - یوُ
جُوگی	—	یوُگی

(۴) 'ن' 'ل' سے بدل جاتا ہے -

لا (نا)	.	نی
لوٹنا	نِوٹ	نِوَرت

(۵) 'بھ' شروع کلمے میں ہوتے ہوئے بھی 'ہ' کا روپ اختیار کر لیتا ہے -

ھانڈی	بَھانڈکا
ھُنڈی	بُھنڈکا

مشہور ماہر لسانیات 'گِرم' کا یہ اصول کہ شروع کلمے کے حروف صحیح جوں کے توں باقی رہتے ہیں اوران میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں ہوتا جہاں تک 'اردو' کا تعلق ہے کلیہ کے طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا (۱) -

---

(۱) تقابلی گرامر بیمز جلد ا، صفحہ ۱۹۰

وسط میں آنے والے حروف میں بہت کچھ رد و بدل ہوتا ہے ۔ قدیم 'پراکرت' یعنی 'پالی' میں حرکات کے درمیان واقع ہونے والے حروف 'ک، ت، پ' بترتیب 'گ' ۔ 'د' ۔ 'ب' سے بدل جاتے تھے ۔ 'مہاراشٹری' میں یہ حروف حذف ہو جاتے تھے اور ان کی حرکتیں ان کی جگہ لے لیتی تھیں ۔ 'جین پراکرت' میں ساقط شدہ حروف کی جگہ ایک خفیف التلفظ 'ی' اضافہ کردی جاتی تھی (۱) ۔ 'ماگدھی' اور 'شورسینی' وغیرہ میں اکثر ان حروف کو گرانے کی بجاے 'پالی' کی طرح گ ۔ د ۔ ب سے بدل کر خفیف کرلیا جاتا تھا ۔ اردو میں دونو رجحان ملتے ہیں ۔

الف — یہ حروف ساقط ہو جاتے ہیں ۔

'ک' کے سقوط کی مثالیں ۔

لوہار		لُوہ کار
سُنار		سُوَرْنْ کار
کُمہار		کُمْبھ کار
نیول		نَکُل
مَول		مُکُل

'گ' کی مثالیں ۔

دونا	دو ـُـ نو	دُو گُنْڑ
نیر (بیکانیر میں)	نیرُو	نگَر
سوندھا	سُاَندھ	سُگَنْدْہ
بہن		بَھگْنی

'چ' کی مثالیں ۔

سوئی		سُوچِ

(۱) ولنر صفحہ ۱۲ بھنڈارکر حاشیہ صفحہ ۷۴

'ج' کی مثال

راؤ	راسے ُ و	راجا

'ت' کی مثالیں -

باؤلا	وَاتُل
پیارا	پِر یتَر
کئی	کَتِ

سو	س ُ و	شَتَ

گھاؤ	گھَات

'د' کی مثالیں -

هیا	هِردَے
رونا	رُودَنَم
کیلا	کَدَلِی

'پ' کی مثالیں -

پانا	پراپْنَم
دِیَا	دِیپَ
کنواں	کُوپَ
پیاسا	پِپَاسِتَه - پپاسُ

'بیمز' کا کہنا ہے کہ 'ٹ' اور 'ڈ' کبھی ساقط نہیں ہوتیں - غیر آریائی لفظوں میں تو اس کا امکان ہی نہیں اس لئے کہ وہ یہاں

کلمے کا ایک اصلی اور حقیقی جزو ہیں - آریائی لفظوں میں 'ت' اور 'د' کا بدلا ہوا روپ ہونے کی وجہ سے ان میں مزید تصرف روا نہیں سمجھا جاتا - اردو مین بہت کم یہ حروف اپنی اصلی حالت پر قائم رہتے ہیں - اس کی تفصیل آپ آیندہ ملاحظہ فرمائیں گے - 'ب' بھی بہت کم گرتی ہے - ان حروف کے ساقط نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جہاں ضرورت پڑتی ہے یہ اپنا چولا بدل لیتے ہیں - اس طرح ان کی ثقالت کم ہو جاتی ہے اور ان کو گرانے کی ضرورت باقی نہیں رہتی -

(ب) شدیدہ رخوہ سے بدل جاتے ہیں :-

'ک'، 'گ' ہو جاتا ہے -

لوگ		لُوک
آگاس (بیل)		آکاش
سُوگ		شُوک
کَنگن		کَنکَنڑ
پلنگ	پلنّکو	پَرینک
سَگلا (سب)		سَکَلک
بگلا		وَلاکَ
کاگ (کوّا)		کاک

'چ' 'ج' ہو جاتی ہے اور 'چھ' 'جھ'

کنجی	کُنچَک
جَھائی	چھایا

'ٹ' اول 'ڈ' کا روپ اختیار کرتی ہے - پھر 'ڈ' 'ڑ' ہو جاتی ہے -

گھوڑا	گھوڈو	گھوٹکہ
گھڑا	گھڈو	گھٹکہ
کڑاھی	کڈاھو	کٹاہ
بھاڑا		بھاڈک
کواڑ	کواڈو	کپاٹ
کپڑا	کپڈو	کرپٹ
ساڑی	ساڈی	شٹکا
بڑ	وڈو	وٹ
کیڑا	کیڈو	کیٹک

'پ' 'ب' کا روپ اختیار کرتی ہے اور 'ب' 'و' کا پھر 'و' حسب دستور ساکن ہو جاتا ہے -

سُونا (سوونا)		سُوَبَن
کوڑی	(کَوَڈْ)	کَپَرْدَ
اور	اَوَر	اَپَر
تاؤ		تاپَ
سوت		سپتنی

لنگوٹ		لنگ پٹ

ان حروف کے حذف وا بدال کے سلسلے میں 'بیمز' نے یہ اصول بتایا ہے کہ ان سے پہلے اگر ممدود حرکت یا علت ہو تو یہ گر جاتے ہیں اور اگر ان سے پہلے مقصور حرکت ہو تو یہ علیٰ حالہ قائم رہتے ہیں یا تبادل کے ذریعہ ان کی تسہیل کر لی جاتی ہے (۱) لیکن مندرجہ بالا مثالوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کلیہ نہیں - صحیح بات یہ ہے کہ اگر کسی وجہ سے ان کی تسہیل نہیں کی جا سکتی تو یہ حذف ہو جاتے ہیں زبان کا اصلی اور طبعی رجحان یہی ہے کہ ان کو بدل کر سہل اور ہلکا کر لیا جائے -

(۶) 'سنسکرت' 'ٹھ' جو پراکرت میں 'ڈھ' ہوگئی تھی' 'اردو' میں 'ڑہ' ہو جاتی ہے -

پڑہ	پڈہ	پٹھ
پیڑھا	پیڈھ	پیٹھک

'سنسکرت 'ڈ' اردو میں 'ڑ' ہوگئی ہے جیسے -

اُڑنا	اُڈڈی
جاڑا	جاڈے

(۷) 'سنسکرت' 'ت' 'اردو' میں کبھی 'ٹ' سے اور 'د' 'ڈ' سے بدل جاتی ہے -

ٹیکا	تِلک
ڈر	در
ڈسنا	دَنشْ

(۱) جلد ۱ صفحہ ۲۰۵

ڈنڈا ۔ ڈانڈ	دَنڈ
ڈولا	دُل
ڈالی	دَل

چند کلمات ایسے ہیں جن میں 'ت' 'ٹ' اور 'ڈ' ہوتی ہوئی 'ڑ' بن گئی ہے ۔

پڑنا	پڈ	پٹ	پت
پڑوسی	پڈیسی	پٹ دیسی	پرتی دیشی
اکھاڑ	اُت کھات	اکھاڈ	اکھاٹ

(۸) ان حروف نے 'ی' کا روپ بھی اختیار کیا ہے ۔ جیسے

گیا	گَتَہ
رائے	راجا

(۹) 'سنسکرت' کے مخلوط ہا حروف میں سے 'وقفیہ' گر جاتا ہے اور صرف 'ہ' باقی رہ جاتی ہے ۔ یہ تغیر 'تھ' ۔ 'گھ' ۔ 'دھ' ۔ اور 'بھ' میں زیادہ ہوا ہے ۔

کہنا	کَتَھنم
مینہ	مِیگھ
بہرا	بَدھِر
اہیر	آبھیر
گیہوں	گودھوم
منہ	مُکھ

دہی	دَدِھی
بہو	ودھو
سہاگ	سُوبھاگیہ

(۱۰) 'صفیریہ' حروف میں سے 'ش' عام طور سے 'س' ہو جاتا ہے - اور 'س' 'ہ' سے بدل جاتا ہے - 'پنجابی' اور 'سندھی' میں غالباً 'فارسی' کے زیراثر 'س' کا 'ہ' سے تبادل بہت عام ہے -

تیہا		تَرشا
پاہا		پاشَن
سُہرا		شوشَر
بارہ		دوادش
اکہتّر		ایک سپتتِ
نہان		سِنان
(دن) دھاڑے	دھڈو	دِوسَہ

(۱۱) 'س' اور 'ش' کا 'چ' اور 'چھ' سے تبادل ہند ایرانی عہد کی یادگار ہے - "سنسکرت" چھایا 'فارسی' میں 'سایہ' ہے - 'اردو' میں بھی اس کے آثار ملتے ہیں -

لالچ		لالسا
چھ		شش
چھٹا		ششٹھ
چھوکرا	چھاوَ ـ و	شاوَک

(۱۲) اردو کے بعض افعال میں 'س' اول 'ہ' بنا اور پھر حذف ہو گیا -

(تو) کرے　　کرَے　　کرَہِ　　کرَسِ

کرو　　کرَے　　کرَہُ　　کرسُ - کرَسُوْ

(۱۳) 'سنسکرت' म جو در اصل न اور غنہ سے مرکب ہے کبھی व سے بدل جاتا ہے اور ماقبل حرکت کو غنہ بنا دیتا ہے - جیسے -

گانْو	گرام
آنْولا	آملک
سانولا	شیاملک
کُنوارا	کُمار
آنو	آم
کنْول	کمل

ذیل کی مثالوں میں غنہ حذف کر دیا گیا ہے اور شفوی 'و' کو ماقبل حرکت میں مدغم کر دیا گیا ہے یا یوں کہئے کہ ساکن کر دیا گیا ہے -

بونا	وامن
گونا	گمَن

اس کے بر عکس کبھی 'و' 'م' کا روپ اختیار کر لیتا ہے - یہ تبادل زیادہ قدیم ہے - اس کی مثالیں پالی میں بھی ھیں - 'م' کا 'و' سے تبادل بھنڈارکر کے خیال میں حال کی چیز ہے - زیادہ سے زیادہ اپ بھرنش عہد میں اس کا آغاز ہوا (۱) -

---

(۱) لیکچرز صفحہ ۱۷۵

نیم	نیو	نیب
میں	میم	ویم
دھیمر		دھیور

(١٤) 'سنسکرت' ल اکثر 'اردو' میں 'ر' ہو جاتا ہے - 'ر' اور 'ل' کے ہم جنس ہونے کی وجہ سے ماگدھی اور قدیم ویدک میں 'ر' 'ل' سے بدل جاتی تھی - (١)

لنگر		لانگل
سیار		شرگال
سراھنا	سلاہ	شلاگھ
دُلارا		دُرلل
اٹاری		اٹالکا

(١٥) 'ی' کی بابت پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ وہ شروع کلمے میں 'ج' سے بدل جاتی ہے - وسط کلمے میں عام طور سے وہ इ کی شکل اختیار کر لیتی ہے - یا یوں کہئے کہ ساکن ہو جاتی ہے - اس کی متعدد مثالیں اوپر دی جاچکی ہیں - آخر میں بھی 'ی' نے کہیں کہیں 'ج' کا روپ اختیار کیا ہے - جیسے 'کاریہ' سے 'کاج' - اردو 'لاٹھی' کو سنسکرت 'یشٹی' سے ماخوذ بتایا جاتا ہے - اگر یہ صحیح ہے تو 'ل' کو بھی 'ی' کا بدل ماننا پڑے گا - 'بیمز' اس اشتقاق کو شبہ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں - وہ پراکرت 'لٹھی' کو مادہ ''لٹ'' سے مشتق مانتے ہیں (٢) -

---

(١) مبادیات پراکرت صفحہ ٦ و صفحہ ٦٢

(٢) جلد١ صفحہ ٢٥٠

(۱۰) "و" قریب قریب ہر جگہ "ب" سے بدل گیا ہے -

سَبّ	سَروَ
بِس	وِش
بیلؒ	وَلّی
بلّی	وڈالکا

(۱۱) عام طور سے کلمے کے آخر کا "و" (اصلی ہو یا "ب" کا بدل) حذف ہو جاتا ہے -

جی		جِیو
یا (تا)	یاؤ	یوات
تا (تا)	تاؤ	تات

خصوصیت کے ساتھ متعدی بالنفس افعال کا "و" جو "پ" کا بدل ہے اردو میں گر گیا ہے - قدیم "اردو" میں یہ بولا جاتا تھا - "اردو" کا لاحقہ تعدیہ "ے او" پراکرت "ـے ابے" سے ماخوذ ہے -

جلانا	جلاوتا	جلاوے	جلاَیتی
چلانا	چلاوتا	چلاوے	چلایتی
اٹھانا	اٹھاوتا	اٹھاوے	اٹھاپتی

<u>ج - حروف مخلوط</u>

جان بیمز نے صوتی تبدیلیوں کے پیش نظر حروف کی دو قسمیں کی ہیں "ضعیف" وہ یہ ہیں - م - ی - ر - ل - و - ن - س - ش - ہ - باقی سب حروف "قوی" ہیں - اس حساب سے "مخلوط حروف" کی حسب ذیل تین قسمیں ہوتی ہیں -

(۱) قوی حروف کے مخلوط جیسے پٹ ۔ گدھ ۔ بج ۔ وغیرہ ۔

(۲) ضعیف حروف کے مخلوط جیسے شر ۔ ری ۔ لو ۔

(۳) ملے جلے حروف کے مخلوط جیسے تن ۔ دھی ۔ دی ۔

ان مخلوط حرف کی صوتی تبدیلیوں کے اصول جو بیمز نے لکھے ھیں ذیل میں دئے جاتے (۱) ۔

(۱) پہلی قسم کے حروف میں 'مخلوط' کا پہلا حرف ساقط ہوجاتا ھے ۔ اور اس کے ماقبل حرکت کھینچ دی جاتی ھے ۔ 'پراکرت' میں پہلا حرف دوسرے میں مدغم ہو جاتا تھا ۔ اس قسم کے تمام الفاظ 'پراکرت' دور سے گزرتے ہوئے اردو میں آئے اس لئے اردو میں مدغم حروف میں سے ایک کو گراکر اس کی جگہ ما قبل حرکت کا اشباع کر دیا گیا ۔

مونگ	مگّ	مُدگ
دودھ	دُدّھ	دُگدھ
سات	ستّ	سپت

بعض کلمات 'اردو' میں ایسے بھی ھیں جن میں 'پراکرت' کی طرح پہلے کو دوسرے سے بدل کر ایک کو دوسرے میں ادغام کر دیا گیا ۔ جیسے ستّر جو اصل میں "سپتتی" تھا ۔ اس کے تغیرات یہ ھیں ۔ سپتتی ۔ ستّتی ۔ ستری ۔ ستر ۔ اس کی متعدد مثالیں اوپر آچکی ھیں ۔

اس سلسلے میں 'بیمز' نے ایک اور امر کی طرف توجہ دلائی ھے جو بہت اہم ھے ۔ وہ کہتے ھیں کہ موجودہ دیسی بولیوں میں

---

(۱) تقابلی گرامر جلد۱ باب چہارم

ماقبل حرکت کا اشباع اس صورت میں نہیں کیا جاتا جب مخلوط حرف کے بعد طویل یا کسی قدر ثقیل جز و ہو (۱) - جیسے مٹی اور کبڑا جو مرتکا اور کبج سے بنے ہیں -

(۲) دوسری قسم کے حروف مین جو حرف زیادہ ضعیف ہوتا ھے وہ حذف ہو جاتا ھے اس کی کئی صورتیں ھیں -

الف—دونوں غنہ ہوں - یہ بہت کم ہوتا ھے - 'ن' اور 'م' کے خلط و ملط ہونے کی صورت میں 'ن' اول 'م' ہوتا ھے پھر ایک 'م' گر جاتا ھے - جیسے -

جمنا (آگنا)	جمّ	جنم

ب—ایک ایک غنہ اور دوسرا نصف حرف علت (ی - ر - ل - و) ہو - اس صورت میں نصف حرف علت گرجاتا ھے - چاھے غنہ سے پہلے ہو یا بعد میں -

سوْنا		شوْنیہ
اون		اُورنڑ
کان		کرْنڑ
کام	کمّ	کرْم
دھام	دھمّ	دَھرْم
چام	چمّ	چرم
رن		اَرَنیہ
مان		منیہ
آم		آمر
تانبا		تاْمر
پان		پرْنڑ

(۲) جلدا صفحہ ۲۸۲

'چورا' اور 'پورا' کی اصل اگر 'چورنڑ' اور 'پورنڑ' ہیں تو ان کو مستثنیات میں شمار کرنا پڑے گا۔ اس لئے کہ ان میں ''نڑ'' غنہ حذف ہوا ہے - 'بیمز' ان کلمات کو براہ راست سنسکرت 'چور' اور 'پور' سے ماخوذ بتاتے ہیں - وہ کہتے ہیں انہیں اپنے طریقے سے خود اردو میں وضع کر لیا گیا۔ اردو چورن کا ماخذ 'سنسکرت' 'چورنڑ' ہے۔ یہ قاعدے کے خلاف ہے - اس میں غنہ اور نصف غلت دونوں موجود ہیں ''املی'' کی کیفیت بھی یہی ہے - یہ سنسکرت 'املکا' سے لیا گیا ہے - اس میں 'م' بھی ہے اور 'ل' بھی - 'بیمز' 'چونا' کو بھی 'چورنڑ' ہی سے ڈھلا ہوا مانتے ہیں (۱) - گھومنا اور گھورنا دو مختلف مادے ہیں - 'بیمز' ان دونوں کی اصل ''گھورنڑ'' بتاتے ہیں - جس کے معنی ہیں گردش اور دوران - گھورنا میں 'ر' قائم رہی ہے اور گھومنا میں ''نڑ'' لیکن 'ر' کے ضم ہو جانے کے بعد 'نڑ' نے 'م' کا روپ اختیار کر لیا - 'بیمز' اس اشتقاق کو کچھ زیادہ تسلی بخش نہیں بتاتے (۲) -

ج ـــ ایک غنہ اور دوسرا صفیری (س - ش - ہ) ہو - اس میں کوئی خاص اور منضبط اصول نہیں - کبھی غنہ گر جاتا ہے جیسے -

راس - رسّی	رشمی (رشمِ)

کبھی صفیری گر جاتا ہے - جیسے -

مسان	شمشان

کبھی صفیری 'ہ' سے بدل جاتا ہے اور دونوں قائم رہتے ہیں -

نہان	سنان
کنہیّا	کرشنؔ

(۱) جلدا صفحہ ۳۴۲

(۲) ایضا صفحہ ۳۴۵

د—دونوں نصف حرف علت ہوں - کبھی ایک ساقط ہو ہو جاتا ھے اور یہ عام طور سے 'ی' ہوتی ھے - جیسے -

مول	مواٰیہ
کل	کلیہ (لغوی معنی فجر)

اور کبھی 'و' جیسے -

بیل	بِلْو

کبھی دونوں قائم رھتے ھین لیکن ایک اپنا روپ بدل دیتا ھے -

پورب	پورو
سورج	سورْیہ
چوری	چَو ریہ

کبھی دونوں اپنا روپ بدل دیتے ھین -

اناڑی		اناریہ
پلنگ	پلنّگ	پرینک
پلٹا	پلٹّھ	پریست

ہ—صفیری اور نصف علت کا اجتماع - اس صورت مین کبھی نصف علت ساقط ہو جاتی ھے - جیسے -

پاس	پارْشو
سانولا	شیامَلاَ - شیاملَ
مانس	منشیہ

کبھی صفیری گر جاتا ھے - جیسے -

سر	شِیرْشَ

صحیح یہ ھے کہ 'سر' فارسی ھے هندی 'سیس' 'شیرش' سے وضع کیا گیا تھا -

کبھی دونوں باقی رهتے هین- روپ بدل کر یا اصلی حالت مین -

آسرا	آشرے
سراھنا	شلاگھ

(۳) تیسری قسم کے مرکبات کی بھی کئی قسمیں هیں -

الف—قوی اور غنه (۱) کا اجتماع - اگر قوی پہلے هواور غنه بعد مین تو غنه گر جاتا ھے -

آگ	اگّی	اگنِ
لاگ	لگّ	لگنْ

اردو میں 'لاگ' کے معنی عدوات کے هین دوستی کے لئے 'لگن' ھے جو لاگ کا ماخذ ھے لیکن اس مین 'گ' اور 'ن' ایک دوسرے سے الگ کر لئے گئے هین -

اور اگر غنه پہلے هو تو ما قبل حرکت کا گن یا اشباع کردیا جاتا ھے - اس صورت مین 'ن' کا اظہار تو بڑی بات ھے 'م' بھی غنه هو جاتا ھے -

---

(۱) غنه سے مراد 'م' 'ن' و غیره حروف هین جو سنسکرت مین انوناسک یعنی الفی کہلاتے هیں مین نے هر جگه ان کو غنه کہا ھے - سنسکرت کے انوناسک اردو مین 'ن' سے بدل گے هین - 'ن' کی دوحالتیں هین - انہار اور اخفا - پہلی حالت مین اسے انوناسک کہنا چاهئے - اور دوسری حالت میں غنه -

جانگھ	جنگھا
چانْد	چندر
کانٹا	کنٹک
کانپنا	کمپ
چونچ	چُنچ
سونٹھ	شُنٹھ
کانْدھا	سکَنْدھ

ज्ञ (ज + ञ) میں 'ج' حذف ہو جاتا ہے اور غنہ باقی رہ جاتا ہے۔

جنیو		یجنو پویت (۱)
رانی	راگنی	راجنَی
جاننا		جناں

ب۔ قوی اور نصف علت کا اجتماع۔ اس صورت میں نصف علت جو ضعیف ہے گر جاتا ہے۔

جوگ	جوگّ	یوگیۂ
چونا (ٹپکنا)		چیو
باگھ	وگّھ	ویاگھر
آگے	اگّ	اگرْ
چاک	چکّ	چکرْ
دبلا	دُبّل	دُربَل
پکّا	پکّ	پکوْ
جلنا		جوْل

(۱) جینو کا 'ج'، 'ی' کا بدل ہے۔ اصل کلمے کا 'ج' حذف ہوگیا ہے۔

اگر نصف علت کے ساتھ اسنانی حروف (ت - تھ - د - دھ) میں سے کوئی ایک ہو تو نصف علت ساقط ہو جاتا ہے اور اسنانی نصف علت کے مناسب کسی حرف سے بدل جاتا ہے - مثلاً 'ی' کے تعلق سے حنکی (ج - چ) ہو جاتا ہے -

ناچ		نرتیہ
سچ		ستیہ
آج		اَدیہ
بانجھ		بندھیا
سانجھ		سندھیا
بجلی		ودیُ
اپجنا	اپ پج	اُتْپَدی
بوجھنا		بُدْھیت

'ر' کے تعلق سے لسانی ہو جاتا ہے -

بٹیر	وٹےو	وَرْتِک
کاٹنا	کٹنم	کَرْتَن
کوڑی	کَپّڈ	کپرد
گاڑی		گنتر

گاڑی میں 'ت' نے کئی روپ بدلے ہیں - ت - ٹ - ڈ - ڑ - گنتی - گتّی - گٹّی - گڈی - گاڑی -

'و' کی نسبت سے شفوی (پ - ب) ہو جاتا ہے - اس اصول کے مطابق منسکرت त्व یا त्वम اردو میں प یا पन ہو گئے ہیں - یہ تغیر بہت قدیم بتایا جاتا ہے (۱) -

بڑھاپا	وَرِدِھتُو

میرا خیال ہے کہ بارہ اور بیس وغیرہ اعداد میں 'دُوِ' کی 'د' نہیں گری - بلکہ قاعدے کے مطابق 'و' حذف ہوا ہے اور اس کی نسبت سے 'د' نے 'ب' کا روپ اختیار کر لیا ہے - اس کی دو وجہ ہیں - ایک یہ کہ 'د' قوی ہے اور 'و' ضعیف - دوسرے 'دگنا' میں 'د' تو موجود ہے لیکن 'و' حذف ہوگیا ہے -

یہ کلیہ نہیں - اردو میں ایسی مثالیں بھی ہیں جہاں 'ر' کے جذب یا حذف ہو جانے کے بعد بھی اسنانی حروف 'ت' اور 'د' اپنی حالت پر قائم رہے - اور ان کو لسانی نہیں بنایا گیا - مثلاً -

کھیت	کشیتْر
رات	راتْرِ
پوُت	پتر

'کھیڑا' کی بابت 'بیمز' کی رائے ہے کہ وہ کھیت کی طرح منسکرت 'کشیتر' کی پیداوار ہے اور 'کھیت' سے زیادہ قدیم ہے - اس لفظ میں معنوی اعتبار سے کئی تصرفات ہوئے - اول اول یہ میدان اور مقام کے معنی میں بولا گیا - پھر اس جگہ کو کہنے

---

(۱) لیکن یہ بہت ہی نادر اور کمیاب ہے (بیمز جلدا صفحہ ۳۲۵)

لگے جہاں کسی زمانے میں کوئی شہر آباد تھا - اور اب کسی قدیم شہر کے آثار، کھنڈر، ڈھنڈر یا ٹیلے کو کہتے ہیں - ہوسکتا ہے کہ یہ لفظ سنسکرت 'کھیٹ' سے وضع کیا گیا ہو جس کے معنی گاؤں کے ہیں - یہ دوسری بات ہے کہ ماہرین لسانیات کھیٹ کا بھی 'کشتیر' ہی سے جوڑ لگاتے ہیں (۱) -

ج — قوی کا صفیریہ کے ساتھ اجتماع - (س - ش) اس صورت میں صفیریہ گر جاتا ہے لیکن گرتے گرتے بھی 'وقفیہ' کو ہائیہ بنا دیتا ہے - یا یوں کہیئے کہ 'صفیریہ' 'ہ' کا روپ اختیار کر کے 'وقفیہ' میں ضم ہو جاتا ہے - 'ش' کی مثالیں -

اِیکھ	اِکشُ
آنکھ	اَکشِ
دِیکھ	دِرِکش
سُوکھا	شُشکَ
تیکھا	تِیکشنڑ
پیچھے	پشچا
کھیت	کشیتر
کھیر	کشیر
پیٹھ	پرشٹ
آٹھ	اَشٹ
کاٹھ	کاشٹ
کھار	کشار

(۱) بیمز صفحہ ۳۳۸

"س" کی مثالیں -

تھن	سْتَن
تھَم (ستون)	ستمبھ
ھاتھ	ھسْتْ
ھاتھِی	ھسْتِ
ماتھا	مستک
پوُتھی	پُستک

یہ بھی ممکن ہے کہ مذکورہ بالا مثالون میں اول 'صفیریہ' وقفیہ کے اثر سے 'وقفیہ' ھوا پھر اپنے اثر سے اس نے وقفیہ کو 'ھائیہ' بنا دیا - اس کے بعد 'اردو' میں ایک وقفیہ حذف ھو گیا - ذیل کی مثالون میں دونوں موجود ھیں -

بچھو	ورشچکہ
پچھّم	پشچم
مٹھی	مُشٹی
پتھر	پرستر
لٹھ	یشٹِ

'بھاپ' کی اصل واشپ ھے - قاعدے کے مطابق 'باپھ' ھونا چاھئے تھا - 'صفیر یہ نے یہاں اپنے سے پہلے حرف کو متاثر کیا ھے - 'پھول' کا حال بھی یہی ھے - یہ 'سنسکرت' میں 'پُشْپَ' اور 'پراکرت' میں 'پُپّھ' تھا - तस (تس) 'اردو میں 'چھ' ھو جاتا ھے - جیسے -

مچھلی - مچھّی	مَتسیہ - لی
بچھڑا	وَتسکہ

تنہا 'س' اور 'ش' میں دو طرح کی تبدیلیاں ہوتی تھیں (۱) - 'ہ' کا روپ اختیار کرنا یہ قدیم 'فارسی' یا 'ژندی' میں بھی تھا - اور 'حنکی' 'چھ' سے بدل جانا - یہ 'پراکرت' میں زیادہ تھا - اردو چھ ' جو 'سنسکرت' 'شش' کا روپ ہے 'پراکرت' میں 'چھ' ہی بولا جاتا تھا اور 'سنسکرت' क्ष نے جو 'ک' اور 'ش' کا مرکب ہے پراکرت میں छ کاروپ اختیار کیا تھا - مخلوط میں یہ دونوں رجحان ہیں - اگر 'صفیریہ' پہلے ہے اور 'وقفیہ' بعد میں تو 'صفیریہ' 'ہ' سے بدل جاتا ہے - اس کی مثالیں آپ ملاحظہ فرماچکے ہیں اور اگر 'صفیریہ' آخر میں ہے تو وہ 'چھ' کاروپ اختیار کر لیتا ہے - پھر اس کی مناسبت سے و 'قفیہ' بھی 'حنکی' ہو جاتا ہے لیکن 'اردو' میں یہ گر جاتا ہے - یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ کلمات براہ راست 'پراکرت' سے اردو میں آئے ہوں جس طرح 'چھرا' 'پراکرت' سے لیا گیا ہے اس لئے 'کہ' اس کی اصل 'کشر' ہے اور دستور کے مطابق 'کش' کا بدل 'اردو' میں کھ چاہئے -

حرکات کی طرح حروف صحیح میں بھی قلب ہوتا ہے - اس کی چند مثالیں درج کی جاتی ہیں -

نہان	سنان
گھر	گرہ
بلاری	وڈالکا

(۱) بیمز جلدا صفحہ ۳۰۴

آخری مثال میں یہ ممکن ہے کہ اول 'ڈ' کو 'ل' سے بدلا گیا اور پھر آخری 'ل' کو 'ر' سے - 'سنسکرت' 'ڈ' کا 'ل' سے تبادل تالاب میں بھی ہوا ہے - جس کی اصل 'تڈاگ' ہے (۱) اور 'ر' کا 'ل' سے تبادل ہوتا ہی رہتا ہے -

آخرمیں یہ عرض کرنا بے جا نہ ہوگا کہ مذکورہ بالا صوتی تبدیلیوں کا مطلب یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ حروف روپ بدل کر سنسکرت سے اردو میں چلے آئے اور ان کا موجودہ تلفظ 'سنسکرت' تلفظ سے بعد کا ہے - دراصل یہ حروف کسی زمانے میں کچھ اس طرح ادا کئے جاتے تھے کہ وہ سنسکرت اور موجودہ بولیوں کے مختلف تلفظ کے درمیان کی چیز معلوم ہوتے تھے - مثلاً سنسکرت श کا 'ش' اور 'کھ' کے درمیان تلفظ کیا جاتا تھا - 'س' اور 'ہ' ایک درسرے سے مشابہ تھے - 'ی' کو 'ج' سے ملتا جلتا ادا کیا جاتا تھا - 'ر' اور 'ل' میں کچھ زیادہ فرق نہ تھا - 'ت' - اور 'ٹ' - اور 'د' 'ڈ' میں بھی اس وقت امتیاز نہ تھا - جوں جوں زمانہ گزرتا گیا ان حروف کا تلفظ واضح ہوتا چلا گیا - اور دو ملی جلی آوازوں میں سے ہر ایک کو اختیار کر لیا گیا - اس لئے جہاں قدیم زمانے میں ایک آواز کسی قدر غیر واضح طور سے ادا کی جاتی تھی اس کی جگہ دو آوازیں دو ہمسر بولیوں میں استعمال ہونے لگیں - لوگوں نے سمجھا کہ ان

---

(۱) شاید 'تالاب' ایک جدید لفظ ہے جو تال اور 'آب' سے مرکب ہے - 'تال' تٹ (کنارہ) یا 'تڈ' کا بگاڑ ہو سکتا ہے - لیکن اس میں شبہ ہے کہ 'آب' 'آک' یا 'اگ' سے وضع ہوا ہے - ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ 'اک' اول 'آو' ہوا اور پھر آب - اردو میں تلاو بھی کہتے ہیں -

میں سے ایک دوسری سے زیادہ قدیم ہے یا ایک اصل اور دوسری اس کی فرع ہے ۔ 'اردو' اور 'سنسکرت' میں آوازوں کا جو اتار چڑھاؤ دیکھا گیا ہے بالکل اُس سے ملتا جلتا قدیم 'فارسی' اور 'سنسکرت' میں بھی تھا ۔ اس لئے جب تک کوئی واضح لسانی شہادت نہ ہو ہم ان متشابہ آوازوں میں سے کسی ایک کو دوسرے کی اصل قرار نہیں دے سکتے ۔

باب دوم

——()o()——

"اخذ و اشتقاق"

———

'اردو' ہند آریائی خاندان سے ہے - اس خاندان کی زبانون میں اخذو اشتقاق کی صرف یہ ایک صورت ہے کہ لفظوں کو پہلو بہ پہلو رکھ دیا جائے - لفظوں کی دو قسمیں ہیں - اصلی اور تعمیری - اس لئے اشتقاق کی دو صورتیں ہوئیں - اصلی الفاظ پہلو بہ پہلو رکھے جائیں یا اصلی کی کے ساتھ کوئی تعمیری لفظ جوڑ دیا جائے - پہلی قسم کی اشتقاق کو ترکیب کہتے ہیں - جیسے آنکھ پھوڑ - اس میں 'آنکھ' اور 'پھوڑ' دونوں اصلی لفظ ہیں جن کو برابر برا بر رکھ کر آنکھ پھوڑ ایک صفتی صیغہ بنا لیا گیا ہے - دوسری قسم کے اشتقاق کے لئے کوئی خاص لفظ نہیں - میں نے اس کا نام تالیف رکھ لیا ہے - تالیف بھی ایک طرح کی ترکیب ہی ہے لیکن اس مین لفظون کا تال میل مرکب کے مقابلے مین کسی قدر زیادہ گہرا' زیادہ شدید' اور زیادہ پختہ ہوتا ہے - جیسے اچھوت' اور گویا - 'اچھوت' 'ا' نافیہ اور چھوت سے بنا ہے - اور گویا 'گا' اور 'ویا' سے - پہلی مثال میں 'ا' نافیہ اور دوسری مین 'ویا' دونون تعمیری کلمے ہیں جو چھوت اور 'گا' کے ساتھ گھل مل کر ایک ہو گئے ہین - اردو اشتقاق کو اچھی طرح سمجھنے اور اس کی ارتقائی تاریخ جاننے کے لئے ضروری ہے کہ اشتقاق کی ان دونون قسمون پر الگ الگ بحث کی جائے -

الف - تالیف الفاظ

یہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ آر یائی زبانون مین ہر کلمے کے دوٹکڑے کئے جا سکتے ہیں - اصلی اور تعمیری - کلمے کے اصلی جزو کو مادہ کہتے ہیں - تعمیری جزوکی بھی دو قسمیں ہیں - اصل جزو کے شروع میں آنے والے - یہ 'سابقے' (سنسکرت "اپ سرگ" اور انگریزی prefixes) ہین - اصل جزو کے آخر میں جوڑے جانے والے 'لاحقے' (سنسکرت "پرتے" اور انگریزی suffixes) کہلا تے ہین (۱) -

۱ — سابقے

اردو مین سابقے کئی طرح کے ہین - کچھ براہ راست فارسی سے لئے گئے ہین - ان مین عربی سابقے بھی ہین - یہ سب اپنی اصلی حالت مین ہین - کچھ سنسکرت سے ماخوذ ہیں یایون کہئے کہ سنسکرت اور اردو مین مشترک ہین - یہ دو طرح کے ہین - کچھ اپنی قدیم شکل و صورت میں استعمال ہوئے ہین - یہ تت سم (جوں کے توں) کہلا تے ہیں - اور کچھ مسخ ہو کر کچھ سے کچھ ہو گئے ہین - یہ تدبھو کے نام سے موسوم ہین - ارتقاء زبان کے سلسلے مین سنسکرت تت سم اور تد بھو سابقے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں - وہ یہ ہین -

(۱) 'أ' نافیہ

یہ سابقہ سنسکرت अ سے ماخوذ ہے - یہ پالی' پرا کرت اور اوستا مین بھی تھا - اوراغلب یہ ہے کہ یہ 'ان' کا مخفف ہے -

---

(۱) سابقہ اور لاحقہ کی اصطلاحین ان مفہوموں کے لئے سب سے پہلے مولانا وحید الدین سلیم نے استعمال کین -

امر - اتھا (ا + ستھا) یا اتاہ (ا + تاہ) اچھوت - اٹل - اکارت امٹ - اویر اصل میں اویلا تھا - و یلا سنسکرت مین وقت کو کہتے ہین - 'ل' 'ر' سے بدل گیا ہے - بنگلہ مین یہ ابیر ہے -

'ان' سنسکرت اوراوستائی مین ان کلمات کے شروع مین اضافہ کیا جاتا تھا جن کا پہلا حرف کوئی حرف علت ہو تاتھا (۱) جیسے انیک (ان + ایک) اور انرتھ (ان + ارتھ) لیکن اردو اور پہلوی مین اس قسم کا کوئی فرق نہین کیا جاتا - جیسے اراست (ناراست) اور ان شات (ناشاد) اردو کی چند مثالین درج ذیل ہین ۔

ان بن - ان پڑھ - ان گڑھ - ان مل - ان مول - ان ہوت - انوکھا (ان + و یکھا) ان گنت - فارسی 'ن' بھی 'ان' ہی سے تراشا گیا ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ 'ا' نافیہ کا استعمال جدید فارسی مین کم دیکھا گیا ہے -

(۲) 'آ' : ضد' قریب' طرف

اردو آنا 'آ' اور ' ۔ ی' (جانا) سے مرکب ہے - اصل میں آئینا (आ + ई) تھا - 'ی' تخفیف ہو گئی ہے (۲) -

(۳) 'آ' : نیچے' دوسری طرف

سنسکرت अव کی بگڑی ہوئی صورت ہے - یہ قدیم فارسی میں بھی تھا (۳) - جدید فارسی میں اردو کی طرح بگڑ کر 'آ' ہو

---

(۱) اوستائی گرامر جیکسن جلدا صفحہ ۲۰۹

(۲) کیلاگ صفحہ ۲۶۳

(۳) فارسی گرامر پلیٹس صفحہ ۱۰۴

گیا - افتادن اصل "اَوپتنم" (اوفتادن - افتادن) آترنا (آ + ترِ) آلٹ (آ + لٹ) آرے (ورے) کی اصل 'اُوارے' ھے - شروع سے 'ا' گر گیا ھے (۱)

(۴) 'آ' : اوپر

سنسکرت میں उच्च (آد) - قدیم فارسی اور ژندی میں 'از' (۲) ھے مگرجدید فارسی میں کٹ کٹا کر صرف (زِ) رہ گیاھے - 'زدودن' اصل میں 'ازدودن' تھا -

اٹھنا - (آد + ستھا - آتھا - آٹھ) آکھاڑ (آد + کر) آدھیڑ (آد + دھر) (۳) -

(۵) 'اَن' : ایک کم

سنسکرت میں بھی 'اَن' ھی ھے - "ایکون" بمعنی ایک کم - انیس (اَن + بیس) انتیس (اَن + تیس) انتالیس - اننچاس - انسٹھ - انھتّر - اُناسی -

(۶) 'پ' : دوسری طرف

سنسکرت परि اور اردو، 'پرے' یا 'پار' سے ماخوذ ھے - جیسے پلٹ (پ + لٹ = پر + ورت)

(۷) دُ - دُر : بد، برا

یہ سنسکرت میں 'دُر' یا 'دُس' اور پہلوی میں 'دُش' یا 'دُژ' ھے دُبلا (دُ + بلا - دُر + بلا) دُرگت (دُر + گتِ)

---

(۱) کیلاگ صفحہ ۲۶۹

(۲) فارسی گرامر صفحہ ۱۰۵

(۳) ھورنلے آکھاڑ کو "آت کرشٹ" سے ماخوذ مانتے ھیں - (ملاحظہ فرمائیے جرنل ایشیاٹک سوسائٹی جلد ۴۹ صفحہ ۶۴)

(۸) 'نِ' : نافیہ

سنسکرت میں 'نِر' تھا - بھاشا اور پراکرت میں بھی 'نر' ھی ھے۔
مگر اردو میں صرف 'نِ' رہ گیا ھے -

نِکما - نِڈر - نچنت - نچلا - نِرالا (نِ + رلا) نتھار (نِ + ستھر) نہتّھا (ن + ھتھیارا) نگوڑا (نِ + گنڑا)

(۹) 'س' : ساتھ

سنسکرت स سے لیا گیا ھے جو غالباً सम کا مخفف ھے - 'سویرا' اصل میں سویلا تھا (س + ویلا) تڑکے - علی الصباح - اس کی ضد 'اوَیرا' ھے - 'س' ضد ھے 'ا' نافیہ کی -

(۱۰) سُ - سَ : نیک - خوب

سنسکرت کا सु اور اوستای و پہلوی کا 'ھُو' ھے - جیسے ھوکار - ھوبخت سوانکھا - سُکھڑ - سُہاگ (سبھاگیہ) سڈول - سپوت - سلونا کے دونوں معنی ھو سکتے ھیں - نمکین اور جس میں اچھا اور مناسب نمک ھو -

(۱۱) کُ - کَ : بدؔ برُا -

سنسکرت میں कु ھے - کپُوت - کُپڈھ - کڈھب - وغیرہ -

(۱۲) 'ب' : جدا' بغیر -

سنکرت میں वि ھے جو غالباً قدیم آر یائی 'دویت' سے لیا گیا ھے - پہلوی میں ''دویت گوھری'' کے معنی ھیں اصل سے جدا ھونا یعنی بدگوھری -

بڈول - بکھیڑا (کھیل بکھیڑا = کھیل بکھیلا)

(۱۳) 'بہ' : بہت

سنسکرت "بہو" کا مخفف ہے - بہروپ (بہو + روپ) بھوچکا (بہو + اچکا) بہت اچکنے والا (۱) -

(۱۴) بن : بغیر

سنسکرت میں "بنا" ہے - بن بیاھا - بن سرا - بن جُتی (زمین) -

(۱۵) ادھ : آدھا

سنسکرت "اردھ" کا مخفف ہے - ادھ کچرا - ادھ موا - وغیرہ -

فارسی و عربی سابقے بہت ھیں - لیکن زیادہ تر وہ مستقل کلمے ھیں جن کا ذکر مرکب الفاظ کے سلسلے میں ھونا چاھئے - ان میں سے چند جو بطور جزو کلمہ مستعمل ھیں درج ذیل ھیں -

نا : نفی	ناپسند - نالائق - ناکارہ
ب : ساتھ	بدستور - بدولت
بے : بغیر	بے ایمان - بے راہ - بے خوف - بے ڈھب
تہ : نیچے	تہ بند - تہ بازاری - تہ خانہ - تہ نشین
شاہ - شہ : بڑا	شہباز - شاہراہ - شہرگ - شہ سوار
ھم : شریک	ھم آغوش - ھم آواز - ھم پیشہ - ھم پیالہ
ذی : والا	ذی ھوش - ذی شعور - ذی اختیار

۲ - لاحقے

'اردو' میں لاحقے بھی دو طرح کے ھیں - تدبھو اور تت سم - تدبھو لاحقے اپنی تاریخ رکھتے ھیں اور ضرورت ھے کہ ان کا کھوج لگایا جائے -

---

(۱) وضع اصطلاحات صفحہ ۲۴

(۱) 'ا' : اسمی ' مصدری ' صفتی

سنسکرت و سرگ :अ اور 'اوستائی' 'آہ' سے لیا گیا ہے - وسرگ 'ہ' کی آواز دیتا ہے - 'ہ' اور 'ا' کا تبادل قدیم ہندی میں بھی تھا - اردو 'ھار' اصل میں 'آر' تھا - اردو کا 'اور' 'پنجابی' میں 'ھور' ہے - کیلاگ اس کی اصل سنسکرت अक بتاتے ہیں (۱) - چٹرجی وغیرہ علما لسانیات کے نزدیک 'اردو' 'ا' کی اصل 'سنسکرت' क ہے - ان کا خیال ہے کہ 'پراکرت' میں اکثر 'سنسکرت' کلمات کے آخر میں क کا الحاق کر دیا جاتا تھا - یہ الحاقی 'ک' پہلوی میں بھی تھا - گھوڑا سنسکرت میں 'گھوٹک' تھا - گھوٹک - گھوٹ ے - گھوٹا - گھوڑا - اس صورت میں 'ک' کی جگہ صرف ایک ے ہوگا - دوسرا ''وسرگ'' سے لیا جائے گا - صحیح بات یہ ہے کہ اردو 'ا' سنسکرت اور پراکرت کلمات کی آخری حرکت کے اشباع سے پیدا ہوا ہے - خود سنسکرت وسرگ اور فارسی ہائے مختفی اس آخری حرکت 'ـَـ' کے اظہار کے لئے ہیں - البتہ فاعلی 'ا' 'اک' یا 'آک' تھا - 'پہلوی' گویاک - داراک 'فارسی' مین گویا اور دارا ہین - سنسکرت بھنجک بھونجا (بھڑ بھونجا) اور لنچک لچا بنا - 'ا' क کا بدل ہے اس خیال کا اظہار سب سے پہلے ڈاکٹر ھور نلے نے کیا - مسٹر بیمز ویسے تو اس سے متفق ہیں لیکن ان کے نزدیک زیادہ بہتر یہ ہے کہ 'ا' کو سنسکرت طرز تلفظ کا اثر سمجھا جائے اور یہ کہا جائے کہ وہ آخری حرکت کے اشباع سے پیدا ہوا - وہ کہتے ہیں کہ جو لوگ 'ا' کو پراکرت یا سنسکرت क کا رہین منت بتاتے ہیں آخر وہ اس کی کیا

---

(۲) گرامر پارہ ۱۷۲ (۲)

وجہ بتائیں گے کہ یہ بغیر کسی معقول وجہ کے بعض کلمات کے آخر میں اضافہ کیا جاتا رہا ہے - اور 'اردو' کے وہ اسماء جو ساکن الاواخر ہیں اس 'ک' کے بے پناہ اثر سے محفوظ ہیں - 'سنسکرت' 'انڈ' 'ک' کا حامل تھا جس سے 'انڈا' بنا لیکن اوشٹھ جو ہونٹ کی اصل ہے اس سے محروم رہا - آخر کیوں ؟

بیمز نے سنسکرت اسماء وصفات کی دو قسمیں کی ہیں - اول وہ جن میں تلفظ کے وقت آخری جزو پر زور دیا جاتا تھا - ان سب کی آخری حرکت کا اردو میں اشباع ہو گیا ہے - جیسے - انڈا - کیڑا - دوسرے وہ جن کے ماقبل آخر پر زور پڑتا ہے - اردو میں یہ ساکن الا و اخر ہیں - جیسے ہونٹ - کان - تیل و غیرہ (۱) جو کلمات اس اصول کے خلاف بولے جاتے ہیں وہ غالباً اُس زمانے کی پیداوار ہیں جب 'سنسکرت' طرز تلفظ کو فراموش کردیا گیا اور کسی کو علم نہ تھا کہ 'سنسکرت' بولنے والے کلمے کے کس حصے پر زور دیتے تھے -

اسمی کی مثالیں -

گھوڑا - کتا - بلا - چونا - چُھرا - بھالا - نالا - کیڑا - کھمبا -

مصدری کی مثالیں -

جھگڑا - کھٹکا - توڑا - ٹپکا - دھڑ کا -

صفتی کی مثالیں -

اچھا - اندھا - کالا - گاڑھا - گھنا - بھرا - سوکھا -

ذیل کی مثالوں میں 'ا' فاعلی ہے -

جھوٹا - بھوکا - لچّا - اچکّا - کھبّا - بڑہ بولا - لمبا - اتھلا - گھرا - و غیرہ -

---

(۱) جلد ۲ پارہ ۳، ۴

(۲) ' ـے نت ' : مصدری

'دھیریندرورما' کے نزدیک سنسکرت علامت فاعل अन्त اس کی اصل ہے (۱) - یہ صحیح نہیں - یہ 'ن' (سنسکرت अन) اور 'ت' (سنسکرت त्व) دو لاحقوں سے مرکب ہے - پڑھنت اصل میں पठनत्व تھا - 'سودا' نے ایک قصیدے میں اس قسم کے مصادر استعمال کئے ہیں - جیسے - گھڑنت - لڑنت - بھڑنت - و غیرہ -

(۳) ' ـے کڑ ' : فاعلی

دھیریندر اسے دیسی لا حقہ بتاتے ہیں حالانکہ یہ سنسکرت 'کار' کی بگڑی ہوئی صورت ہے - 'ڑ' 'ر' کا بدلا ہوا روپ ہے - یہ اردو کا عام رجحان ہے - اناڑی اصل میں 'اناریہ' تھا - 'ک' کی تکرار غالباً حذف الف کی وجہ سے ہے - بھولکڑ - بوجھکڑ و غیرہ -

یہ بھی ممکن ہے کہ 'سنسکرت' لا حقہ अक کو جو 'پراکرت' میں अक्क ہو گیا تھا اس کی اصل مانا جائے - ہڈّک (ماگدھی) اصل میں ہردک تھا - یا ھکّے - اھکّے - اھکم - اھم (میں) 'ڑ' بعد مین اضافہ کردی گئی - جیسے گود - گودکا - گودکڑ - یہ دڑاوڑی لا حقہ 'اکّل' سے بھی ماخوذ ہو سکتا ہے - جیسے نڈ (چلنا) سے نڈکل - 'ل' کا 'ڑ' سے تبادل بہت عام ہے -

(۴) ' ـے اندھ ' : اسمی

دھیریندر سنسکرت 'گندھ' کا مخفف بتاتے ہیں (۲) - بساندھ - سڑاندھ -

---

(۱) ہندی بھاشا کا اتھاس پارہ ۱۸۰

(۲) ایضاً پارہ ۱۸۳

(۵) ے ای' : مصدری

ھور نلے اس لاحقے کی اصل 'سنسکرت' علامت تانیث तिका بتاتے ھیں - پراکرت میں یہ इआ تھا - 'اردو' میں 'ے ای' ھوا' - جیسے 'مشٹتکا' اول مٹھنا بنا اور پھر مٹھائی (۱) - ڈاکٹر چٹرجی کے نزدیک یہ لاحقہ پراکرت عہد کا ھے - یہ اصل میں 'آپکا' تھا - اس کے تغیرات یہ ھیں - آپکا - آوے ا - آویا - آوی - آئی (۲) یہ سب دور از کارقیاسات ھیں - یہ لاحقہ مرکب ھے 'ے ا' اور 'ئی' سے - 'ے ا' لاحقہ فاعلی ھے جس کا ذکر اوپر آچکا ھے - اور 'ئی' علامت مصدر ھے جو پہلوی میں 'ایہ' اور 'پالی' 'سنسکرت' اور 'اوستائی' میں ति ھے (۳) - 'اردو' کے تمام الفاظ جن کے آخر میں یہ لاحقہ ھے اسماء صفات ھیں اور ان میں سے جو 'سنسکرت' تدبھو ھیں وہ اسم مفعول ھیں -

لڑائی - ڈھلائی - بندھائی - جھلائی - چڑھائی - اترائی - سلائی - بھلائی - صفائی - کچائی - کھٹائی - بڑائی - چھوٹائی -

مصدری 'ی' ان کلمات میں بھی ھے جن کے آخر میں الف نہیں - جیسے چوری - بے ایمانی - نوابی وغیرہ - 'کیلاگ' کا خیال بھی یہی ھے کہ یہ لاحقہ ई (ئی) ھے لیکن وہ اس کی اصل 'سنسکرت' य قرار دیتے ھیں - انہوں نے ایک لاحقہ ई اور مانا ھے جو ان کے نزدیک आनी کی تخفیف ھے - یہ جن اسماء کے آخر میں جوڑا جاتا ھے وہ متعدی مصادر سے ماخوذ ھیں اور ان افعال کی اجرت بتاتے ھیں -

---

(۱) گوڑین گرامر پارہ ۲۲۳
(۲) بنگالی پارہ ۳۰۲
(۳) فارسی گرامر پارہ ۱۱۹ - اوستائی گرامر پارہ ۷۸۸

مثلاً دھلائی - دھلانے کی اجرت - ڈھلائی ڈھلوانے کی اجرت (۱)
بیمزنے اس لاحقہ کو ھندی الاصل یا دیسی بتایا ھے - وہ کہتے ھیں
اس لاحقے کا سنسکرت اور پراکرت میں وجود نہ تھا - اس لئے
قیاس کیا جاتا ھے کہ یہ کسی مشترک الماخذ زبان سے لیا گیا ھے (۲)
ہورنلے کا قیاس زیادہ صحیح معلوم ھوتا ھے - وہ اس لاحقے کا روپ
'اَوائی' بتاتے ھیں - 'ـے ای' اس کا مخفف ھے - دھلائی اور ڈھلائی
اصل میں دھلوائی اور ڈھلوائی تھے - یہ کلمے اس طرح بھی بولے
جاتے ھیں - اوائی ان کے نزدیک 'او' یا ـے او' اور 'ـے ای' سے مرکب
ھے - 'ـے ای' علامت مصدر ھے - 'او' ان کے خیال میں سنسکرت
तव्य سے لیا گیا ھے - دُھلَوْ اور ڈھلَوْ کے معنی ھیں دُھلوا یا جانے
والا اور ڈھلوایا جانے والا - اسلئے دُھلائی یا دھلوائی کے معنی ھوئے
دُھلائے جانے والا ھونا یعنی اس کی اجرت -

(٦) 'ـے او' : حاصل مصدر

بیمز اس کی اصل आतु یا अतु بتاتے ھین (۳) - کیلاگ اور
ہورنلے کے نزدیک سنسکرت त्व یا त्वन پراکرت त्त یا अत्त اور
اپ بھرنش अत्त اس کی اصل (۴) ھے - چٹرجی اس سے اختلاف
رکھتے ھین ان کے خیال مین اس کی اصل آپکا ھے - اردو میں تعدیہ کی
دوعلامتین ھین - 'ـے ا' اور 'وا' جیسے جلانا اور جلوانا - لکھانا'

---

(۱) ھندی گرامر پارہ ۳٦۹ -

(۲) تقابلی گرامر جلد۲ صفحہ ٦۱ -

(۳) بیمز جلد۲ پارہ ۱٦ -

(۴) ہورنلے پارہ ۲۲۷ وکیلاگ ۳۵۳ -

لکھوانا و غیرہ جلوانا اور لکھوانا اصل مین 'جلاونا' اور 'لکھاونا' تھے - سنسکرت کے متعدی افعال کا अय پراکرت مین ए ہوا اور ए حسب قاعدہ 'و' سے بدل گیا - سنسکرت पचापयति (وہ پکواتا ہے) پراکرت مین पचावेइ ہے - اگر اس کے آخر سے इ علامت واحد غائب گر اکر اس کی جگہ (نا) علامت مصدر بڑھادی جائے تو پچا وینا یا پچا ونا ہو گا اور اس کا حاصل مصدر پچاؤ -

بناؤ - چناؤ - رکھاؤ - بچاؤ - سجھاؤ - و غیرہ - آخر مین 'ا' بڑھا کر بلاوا - ڈراوا - پچھتاوا وغیرہ بھی کہتے ہین - کبھی 'ت' اضافہ کردیتے ہین - جیسے کہاوت - کبھی یہ 'ت' 'ٹ' سے بدل جاتی ہے - جیسے سجاوٹ کھجاوٹ - لگاوٹ - بناوٹ - ملاوٹ - رکاوٹ - 'و' کی جگہ 'ہ' بھی دیکھی گئی ہے - جیسے گھبراہٹ - جھنجھناہٹ - آہٹ اردو مین آواز کے معنی مین مستعمل ہے اس لئے بیمز کے نزدیک ممکن ہے آہٹ کی ترکیب سے یہ کلمے بنے ہوں - دوسری طرف ان کے نزدیک یہ بھی محتمل ہے کہ یہ لاحقہ ان کلمات سے الگ کر لیا گیا اور آواز کے لئے استعمال ہونے لگا (۱)

(۷) "ــِ ی" : مصدری' اسمی' وغیرہ

"ــِ ی" مصدری کا ذکر اوپر ہو چکا ہے - یہ کیلاگ اور 'بیمز' کے نزدیک 'سنسکرت' य سے ماخوذ ہے (۲) جس نے دیسی زبانوں میں ई کا روپ اختیار کرلیا ہے - چوری 'سنسکرت' चौय پراکرت चोरिअ - یہ بھی ممکن ہے کہ 'اردو' 'ــِ ی' 'سنسکرت'

---

(۱) جلد۲ صفحہ ۶۵ - صحیح بات یہ ہے کہ آہت 'آ' اور "ہٹ" سے مرکب ہے -

(۲) ہندی گرامر پ ۳۶۹ و تقابلی گرامر ج ۲ صفحہ ۷۸

لاحقہ مصدر ति کا بقیہ ہو - چٹرجی کا خیال ہے کہ فارسی یائے مصدری کا اس پر گہرا اثر ہے (١) -

دھلائی و غیرہ کلمات کی 'ـِ ی' بھی مصدری ہی ہے - اس کی بابت کیلاگ کی یہ رائے اوپر دی جاچکی ہے کہ وہ आनी سے حاصل کی گئی تھی -

اسمی 'ـِ ی' بھی 'اردو' میں استعمال ہوئی ہے - اس 'ـِ ی' کے ماخذ 'سنسکرت' کے دو لاحقے ہیں इक اور इन - سنسکرت میں یہ دو نوں صفتی ہیں لیکن 'اردو' میں ان سے جو کلمات بنے ہیں وہ بطور اسم استعمال ہوئے ہیں -

الف — इन جیسے مالی (مالِن) پجاری (پجارِن) بڑھئی (وردھکِن) بھکاری (بھکارِن) -

ب — इक جیسے - تیلی (تیلِک) تنبولی (تنبولِک) کاچھی (ککشِک)

صفتی یا نسبتی ـِ ی کی اصل سنسکرت ईय ہے - اس پر عربی یائے نسبت کا گہرا اثر معلوم ہوتا ہے - چند مثالیں ملاحظہ ہوں -

ہندی - مہاراشٹری - دیسی - دکھنی - یہ کلمات سنسکرت سے ماخوذ ہیں - ہندوستانی پہاڑی وغیرہ الفاظ ان کی مثال پر بعد میں گھڑ لئے گئے -

'ـِ ی' جو تانیث یا تحقیر کے لئے ہے اس کا سرچشمہ سنسکرت علامت تانیث इका ہے - 'اردو' میں جو اسماء مونث ہیں وہ

---

(١) بنگالی کا آغاز وارتقا پارہ ١٩ م

یا تو براہ راست سنسکرت مونث کلمات سے لئے گئے ہیں یا 'ــِ ی' علامت تانیث ان پر بعد میں اضافہ کر دی گئی - جیسے اپلی (اپلا) ٹوکری (ٹوکرا) رسی (رسا) بوڑھی - پگلی و غیرہ -

حسب ذیل اسماء سنسکرت سے ماخوذ ہیں -

گھوڑی (گھوٹکا) چھری (کشرکا) روٹی (روٹکا) پائی (پادکا دھوتی (دھوترکا) چھتری (چھترکا) مٹی (مرتکا) بتی (ورتکا) و غیرہ -

(۸) ــِ یا : نسبت' علامت تصغیر

یہ علامت تانیث بھی ہے - پہلی صورت میں اس کا ماخذ इका اور دوسری صورت میں इक یا इय ہوگا - تحقیر کا پہلو غالباً اس میں تانیث سے آیا - لیکن تصغیر کی وساطت سے - 'ــِ ی' اور 'ــِ یا' دونوں کا ماخذ واحد ہے -

چوھیا - لٹیا - کتیا - بڑھیا - گھڑیا (چھوٹا گھڑا) چُولھیا و غیرہ یہ لاحقہ عربی و فارسی کلمات میں بھی جوڑا گیا ہے - جیسے بگیا (باغیچہ) کتبیا (کتابچہ) اور ان فارسی کلمات میں بھی جو پہلے سے مصغر ہیں جیسے دگچیا (دیگچی) بقچیا (بقچی) - منسوب کی مثالیں -

قنوجیا - پہاڑیا - پوربیا - کالیا - نیچریا - بڑھیا - ناٹیا نٹ کی طرف منسوب ہے یا ناتی کی طرف -

(۹) ــُ و : صفتی

اردو میں بہت مستعمل ہے - جیسے ڈاکو - اڑاو - بگاڑو - بکاو - بھاڑو - جڑاو و غیرہ -

ہورنلے سنسکرت तक سے اس کا تعلق بتاتے ھیں جو پراکرت میں ज یا अओ ھو گیا تھا - مثلاً کھادِ ترِک = کھائی او = کھاوٗ (۱) چٹرجی کہتے ھیں مناسب یہ ھے کہ اسے سنسکرت उक (علامت فاعل) سے ماخوذ مانا جائے جو سنسکرت الفاظ کامُک (عاشق) اور بھاوُک (خوش) و غیرہ میں (۲) ھے - لاحقہ 'ـــےو' 'پالی' میں بھی تھا - جیسے بھکّو (بھکاری) کرو (کرنے والا) -(۳) یہ غالباً 'سنسکرت' उ کا قائم مقام ھے (بھکو = بھکشُ) -

سنسکرت میں چار مستقل علامات ھیں جو فاعلی معنی ادا کرتی ھیں - 'ـُ' جیسے بھکشُ - 'ـُک' جیسے کا مُک - 'ـےوک' اور 'تر' جو پالی اور موجودہ بولیوں میں 'تُ' یا 'تُو' سے بدل گیا ھے جیسے 'کرتر' (کرنے والا) سے کتّو - اردو میں یہ تمام علامات ممدود 'ـےو' کی شکل میں ھیں - جب تک کسی لفظ کا ماخذ معلوم نہ ھو یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کی علامت کا ماخذ کیا ھے مثلاً ذیل کے کلمات جن کی آخر میں 'ـےو' ھے بیمز کے نزدیک مختلف ماخذوں سے لئے گئے ھیں - کارو (کرنے والا) کاٹو (کاٹنے والا) جاجرو (جاگنے والا) ناٹو (پوتا) (۴) -

---

(۱) گوڑین گرامر: پ ۳۳۳

(۲) بنگالی پ ۴۲۸ (۳) پالی گرامر پ ۲۸۰

(۴) تقابلی گرامر ج ۲ صفحہ ۵۸

(۱۰) ـُـوا - وا : صفتی، تحقیری

یہ پالی میں بھی ہے (۱) - جیسے گنوا (گن والا) ہوسکتا ہے کہ 'وا' سنسکرت 'وان' سے مخفف کر لیا گیا ہو - اردو میں یہ لاحقہ فارسی الفاظ کے آخر مین بھی استعمال ہوا ہے -

بھڑوا - کلوا - ننھوا - جوروا - مردوا - بندھوا - پٹوا - (پٹ = کپڑا) پوروا - پچھوا - لیوا - دیوا - ٹھلوا - کیچوا - (کیچ + وا) وغیرہ -

چٹرجی کہتے ہیں کہ یہ لاحقہ 'ـُـو' کی توسیع ہے جس میں 'ا' کا اضافہ کر دیا گیا ہے - یہ تعلق اور نسبت ظاہر کرتا ہے (۲) - 'کیلاگ' کا خیال ہے کہ 'وا' 'یا' کی بدلی ہوئی صورت ہے اور یہ بہاری' اودھی' وغیرہ مشرقی زبانوں میں خصوصیت کے ساتھ تصغیر و تحقیر کے لئے استعمال ہوا ہے - جیسے - گھوڑوا - بٹوا وغیرہ (۳) - گریرسن 'یا' اور 'وا' کو اسماء کی اشباعی علامت بتاتے ہیں جو اسماء کو کھینچ دیتے ہیں - معنی میں ان کی وجہ سے کوئی فرق نہیں ہوتا - مثلاً گھوڑ - گھوڑا - گھوڑوا - میٹھ - میٹھا - مٹھوا (۴) - بیمز اس کی اصل علامت تصغیر क बताते ہیں - 'و' دو حرکتوں کے اجتماع کا نتیجہ ہے - لیکن اسماء کی آخر کا 'وا' اس 'وا' سے مختلف ہے جو نسبت اور تعلق کے لئے ہے اور جس کا ماخذ उक یا अक سے الگ کوئی اور صفتی لاحقہ ہے - 'کیلاگ نے اپنی گرامر کے دوسرے ایڈیشن میں اس 'وا' کا ماخذ तव्य کو قرار دیا ہے اور اسے 'ویّا' کا ہم رشتہ بتایا ہے (۵) -

---

(۱) پالی گرامر پ ۲۷۴
(۲) بنگالی پ ۴۲۹
(۳) ہندی گرامر پ ۴۷۳
(۴) بہاری گرامر ج ا پ ۱۲
(۵) ہندی گرامر پارہ ۳۵۷

(۱۱) 'ـــ یت' : فاعلی

سنسکرت 'آپنت' یا 'آینت' پراکرت 'آونت' یا 'آانت - 'ژندی' 'منت' 'فارسی' 'مند' سے بنا ہے - 'کیلاگ' اس کی اصل 'سنسکرت' इत بتاتے هیں جو اصل کلمے کی آخری حرکت سے مل کر ऐत ہو گیا (۱) - بیمز' بھی اس سے متفق هیں - ان کا بیان ہے کہ इत اصل میں ان کلمات کے آخر میں جوڑا جاتا تھا جو 'ا' پر منتہی ہوتے تھے - अ اور इ کے اجتماع و ادغام سے ऐ وجود میں آیا - لیکن 'اردو' میں اس کا لحاظ نہیں رکھا جاتا - इत ساکن الاواخر کلمات کے آخر مین بھی اضافہ کر دیا جاتا ہے اور اس کا تلفظ ऐत ہوتا ہے - جیسے ڈھال سے ڈھلیت - دوسری دیسی زبانوں میں ان کے عام مزاج کے مطابق لاحقہ کی इ اور کلمے کی آخری अ کا جدا جدا تلفظ کیا جاتا ہے - جیسے 'مرہٹی' 'ڈھالائیت' - اور 'بنگالی' و آڑیا 'ڈھالائت' (۲) -

پٹیت - دنگیت (دنگا + یت) ڈکیت (ڈک = شور کرنا) لٹھیت - پچیت - پھکیت -

(۱۲) ـــ وتی : اسمی' مصدری

یہ لاحقہ 'سنسکرت علامت مصدر ति ہے جو متعدی مصدر کے آخر میں اضافہ کیا جاتا ہے - قاعدے کے مطابق مصدر کا ـــ اوجب اس کے آخر میں 'تِ' بڑھا یا جاتا ہے औ ہو جاتا ہے - جیسے کٹاؤ سے کٹوتی - بیمز کہتے هیں کہ یہ سنسکرت "وت" سے بھی ماخوذ ہو سکتا ہے - اصل لاحقہ ان کے نزدیک औत ہے 'اوتی'

---

(۱) هندی گرامر پ ۲۷۶

(۲) تقابلی گرامر ج ۲ پ ۱۹

کو وہ اس کی اشباعی شکل بتاتے ھیں - اس لئے ان کو اصرار که اس کو فاعلی یا صفتی لاحقه شمار کیا جائے - اس سلسلے میں انہوں نے جو مثالیں پیش کی ھیں اردو میں وہ مستعمل نہیں (۱)

'تی' کو مونث سمجھ کر اس کا ایک مذکر روپ 'تا' بعد مین وضع کر لیا گیا - جیسے سمجھوتا - میں کسوٹی کو بھی اسی سلسلے کی چیز سمجھتا ھوں (۲) - اس میں لفظی اور معنوی دونوں قسم کے تغیرات ھوئے - لفظی تو یه که 'ت' کو 'ٹ' سے بدل دیا گیا اور معنوی یه که پرکھ کو پرکھنے والے آلے کے لئے استعمال کیا گیا - چکوتی کے معنی ھیں حساب چکانا اور بند کرنا - کرتے کی چکوتی وہ ھے جہاں اس کی تراش کو بند کردیا جاتا ھے - ھر نوٹا اور بلوٹا کی اصل ھرن پُتر اور بلا پُتر ھے - پتر = پُتّ = آتّ = آٹ - یه اس کے تغیرت ھیں -

(۱۳) ـ‍ت' : مصدری

اس کی اصل سنسکرت علامت مصدر त्व ھے جو پراکرت میں त्त ھو گئی تھی - 'اردو' میں ایک 'ت' حذف ھوگئی - کیلاگ اور پلیٹس اس کی اصل سنسکرت ति بتاتے ھیں جس کے آخر سے इ گر گئی ھے - لیکن 'اردو' میں 'تی' کا جدا گانه استعمال بھی ھے اس لئے یه اشتقاق میرے نزدیک صحیح نہین -

منت - چاھت - بچت - لاگت - کھپت - رنگت - آڑت (اردھتی - ردہ = بڑھنا) - چلت - پھرت -

---

(۱) تقابلی گرامر ج ۲ پارہ ۲۰

(۲) 'کیلاگ' اور ھور نلے کی رائے ھے که ان میں سے اکثر کی اصل 'سنسکرت' ورتّی (حالت) ھے - 'اردو' بتی اور پنجابی وٹی کی اصل بھی یہی ھے - اس لئے کسوٹی کا اشتقاق کس + وٹی بھی (کسنے کا آله) صحیح ھے -

(۱۴) تی : مصدری

'کیلاگ' کے نزدیک اس کی اصل سنسکرت 'تی' یا تکا ہے۔ پلیٹس سنسکرت 'تا' کو اس کی اصل قرار دیتے ہیں۔ ہورنلے سنسکرت 'آپتکا' سے ماخوذ مانتے ہیں جو لاحقہ تعدیہ 'آپ' اور علامت مصدر 'تی' سے مرکب ہے (۱)۔ का بعد میں جوڑا گیا۔ مثلاً بڑھتی = وردھاپتکا = وڈھاتیا = وڈھاتی = بڑھتی ۔ 'چٹرجی' اس سے متفق نہیں۔ وہ اس کو دولاحقوں سے مرکب مانتے ہیں ایک 'ات' (اسم فاعل 'انت') دوسرے 'تی' علامت مصدر۔ جیسے ڈکیتی ۔ ڈکیت + ی بمعنی لوٹنے کی حالت۔ یہ لاحقہ فارسی کلمات میں بھی اضافہ کیا گیا ہے۔

چڑھتی - بڑھتی - کمتی - بھرتی - گھٹتی - گنتی ۔

'چٹرجی' کی رائے صحیح معلوم نہیں ہوتی۔ ڈکیتی میں 'ی' علامت مصدر ہے اور ڈکیت ایک مستقل کلمہ ہے لیکن چڑھتی کمتی وغیرہ مثالوں میں چڑھت اور کمت نہ مستقل کلمات ہیں اور نہ صفتی معنی میں کبھی استعمال ہوئے ۔

(۱۵) 'ن' : مصدری، اسمی

یہ چار لاحقے ہیں —

(۱) 'ن' ۔ یہ حاصل مصدر کے معنی دیتا ہے۔ جیسے پھسلن کہن - سنن - چلن - مرن - ملن - دکھن ۔ ان میں سے کچھ اسم آلہ ہیں - یہ وہ ہیں جن پر اسمیت غالب آ گئی ہے - جھاڑن - بیلن - ڈھکن ۔ بندھن و غیرہ ۔

---

(۱) گوڑین گرامر پارہ ۳۲۵

(۲) 'ـَ ان' یه بھی حاصل مصدر کے لئے ھے - جیسے اٹھان - ڑان - لگان - (بعد میں مجازاً اسم مفعول کے لئے استعمال ہونے لگا) یه لاحقه اسم صفت سے حاصل مصدر بنانے کا کام بھی دیتا ھے - لمبا سے لمبان - اونچا سے اونچان -

(۳) ـَ ونا - جیسے بچھونا - کھلونا - اس کی اصل 'ـَ + ونا' ھے جو متعدی مصدر کی علامت ھے (۱) -

(۴) 'نا' - یه مادے سے مصدر بناتا ھے - اٹھنا - چلنا - پھرنا - ان سب کی اصل کیلاگ اور پلیٹس کے نزدیک سنسکرت **अन** ھے (۲) لیکن 'ـَ ان' اور 'ـَ ونا' متعدی مصادر سے وضع کئے گئے ھیں - اس لئے ان کی اصل 'آپن' ہونی چاھئے - مثلاً چالان اصل میں چلاپن تھا - جس طرح 'نا' 'ان' کی اشباعی شکل ھے اسی طرح 'ـَ ونا' کو بھی 'ـَ اون' کی ممدود شکل سمجھنا چاھئے - ـَ ان اصل میں 'ـَ اون' تھا - ہورنلے نے ان تمام لاحقوں کی اصل استقبالی علامت **अनीय** بتائی ھے - وہ کہتے ھیں کہ 'سنسکرت' 'ان' کا استعمال ھندو پاکستان کی موجودہ بولیوں میں سے کسی میں بھی آزادانه بطور لاحقه نہیں ہوا (۳) میں سمجھتا ہوں صحیح راہ وھی ھے جو ان دونوں کے درمیان ھے - یعنی جو اسماء اردو میں بطور مصدر یا حاصل مصدر مستعمل ھیں ان کے لاحقوں کا سر چشمه سنسکرت **आपन** یا **अन** ھے اور جو بطور اسم مفعول 'آله' یا استقبال استعمال ہو رھے ھیں ان کے لاحقے سنسکرت علامت استقبال **अनीय** سے لئے گئے ھیں - 'نا' کی مثالیں -

---

(۱) بیمز جلد ۲ صفحه ۷۰

(۲) . ھندی گرامر صفحه ۲۵۰ و ھندوستانی گرامر صفحه ۲۰۴

(۳) گوڑین گرامر پ ۳۲۱

کرنا یا کونی (جو کچھ کیا جائے) ہونا یا ہونی - بونا یا بونی اوڑھنا یا اوڑھنی - 'ے ان' کی مثالیں -

لگان (جو کچھ لگا یا جائے) دان (جو دیا جائے) کہانی (جو کہلائی جائے) وغیرہ ے ونا' جیسے بچھونا - کھلونا - (جو بچھا یا جائے اور جس سے کھلایا جائے) 'ے اونا' جیسے چھاونی (جسے چھایا جائے) پڑاؤ غالباً پڑاونا تھا -

(۱۶) ے ن : علامت تانیث

'اردو میں تانیث کے لئے ذیل کے لاحقے ہیں -

(۱) 'ے ن' جیسے چمارن - لوہارن - دھوبن - "سوتن" اصل میں "سپتنی" تھا -

(۲) 'ے ائن' جیسے منشیائن -

(۳) 'نی' جیسے ملانی - بنینی - فقیرنی - مورنی و غیرہ -

(۴) 'ے انی' جیسے مہترانی - شیخانی - سیدانی -

یہ لاحقے سنسکرت आनी' इनी اور नी سے لئے گئے ہیں - اردو میں ایک 'نی' اور بھی ہے جو غالباً "نا' مصدری اور یائے تانیث کی ترکیب کا نتیجہ ہے - یہ لاحقہ ویسے تو حاصل مصدر کے لئے ہے لیکن کبھی آلہ کے معنی دیتا ہے اور کبھی ظرفیت کے - جیسے چھلنی - یا چھنی - چھاؤنی - (مصدر متعدی چھاونا) اس 'نی' کا ماخذ 'سنسکرت لاحقہ مستقبل अनीय بھی ہو سکتا ہے - 'فارسی 'نی' بھی اسی سے ہے - کردنی (کرنے کے قابل) ڈراونی - ان ہونی - دھونکنی -

اردو میں تنہا 'ـِ ی' بھی بطور لاحقہ تانیث مستعمل ہے - جیسے چماری - لوہاری و غیرہ ہر چند 'ـِ ی' خود 'سنسکرت' میں علامت تانیث ہے (۱) لیکن زیادہ بہتر اور قرین قیاس یہ ہے کہ اس کو

---

(۱) سنسکرت گرامر وھٹنے صفحہ ۳۳۱

'سنسکرت' 'نی' - 'ـانی' کا مخفف مانا جائے (جس طرح 'ن' کو مانا گیا ھے) یا 'ـ کا' کا -

(١٧) 'نی' : استقبالی

'سنسکرت میں अनीय اور 'فارسی' میں 'نی' ھے - جیسے ھونی - انهونی - دیکهنی وغیرہ -

(١٨) 'نا' : تصغیر

جیسے بهوت سے بهتنا - مٹکا سے مٹکینا - چهٹکا سے چهٹکنا (١) -

(١٩) ـک - ـک - اک : اسمی' مصدری

ھورنلے کے نزدیک اس کا تعلق 'سنسکرت अक سے ھے جو ان کے نزدیک अ اور क سے مرکب ھے . اول الذکر اسمی اختتامیه ھے اور ثانی الذکر कृत کا مخفف (٢) - لیکن چٹرجی اسے कृत سے ماخوذ مانتے ھیں - پراکرت' میں یه لاحقه अक्क کی صورت میں تها - 'سنسکرت' 'چمت کرت' پراکرت مٓیں 'چمکّ' ھوا اور 'اردو' میں چمک - جیسے پهاٹک (پهاٹ = بانٹنا) بیٹهک - دھمک - ٹهنڈک - کالک - جهلک - دھڑک - کهٹک - لچک - اپک - سڑک (سرتک) بهڑک (٣) - بیمز کا خیال ھے که 'ک' مصدر 'کر' سے تراشا گیا ھے - انهوں نے

---

(١) کیلاگ پ ٦١٦ (٣)

(٢) گوڑین گرامر پ ٣٣٨

(٣) ان میں سے بعض اسماء مستقل فعل کی صورت اختیار کر گئے ھیں اور ان پر 'نا' بڑھا کر گردانا جاتا ھے - جیسے جهلکنا - کهٹکنا وغیرہ

اصل کے اعتبار سے اس لاحقہ کو فاعلی قرار دیا ہے لیکن وہ کہتے ہیں کہ اس کے یہ معنی دھندلے ہوتے ہوتے بالکل مٹ گئے - پھاٹک اور سڑک اسی قسم سے ہیں - ان میں سے بعض اسماء ایسے ہیں جو لاحقہ 'ــَـک' الگ کئے جانے پر بھی استعمال ہوتے ہیں - جیسے بیٹھک (بیٹھنا) ٹھنڈک (ٹھنڈا) کالک (کالا) باقی اس لاحقے کے ساتھ گھل مل گئے ہیں - یہ سب وضعی افعال ہیں جو کسی فعل یا اسم اور فعل 'کر' کی ترکیب سے بعد میں ڈھال لئے گئے - ان کی تفصیل فعل کی بحث میں دیکھی جائے -

ان اسماء کے آخر میں 'ا' بھی بڑھا دیا جاتا ہے - جیسے دھڑکا - دھمکا - چمکا - کھٹکا - لپکا - تڑکا - کبھی 'ی' بڑھادی جاتی ہے جو تصغیر اور تانیث کا کام دیتی ہے - ھچکی - چمکی -

'ــَـاک' آواز یا حرکت فجائی ظاہر کرتا ھے جیسے تڑاک - پڑاک - کڑاک - جھپاک - ان اسماء کے آخر میں بھی 'ا' بڑھا یا جاتا ہے - جیسے کڑا کا - دھما کا - جھپاکا - تڑاکا - پٹاکا (پٹاخا) یہ اسماء حکایت اصوات سے متعلق بھی ہو سکتے ہیں - اس صورت میں یہ اردو کی اپنی چیز ہوں گے -

یہ لاحقہ پہلوی میں بھی ھے اور فعل سے حاصل مصدر بناتا ھے - جیسے جوشاک - (جوشیدن) سوزاک - خوراک -

(۲۰) ــَـک : تصغیر

یہ قدیم آریائی 'ک' ھے - پہلوی' قدیم فارسی' اور سنسکرت تینوں زبانوں میں یہ 'AKA' (۱) تھا - اسپک (فارسی) اشوک (سنسکرت) -

---

(۱) ہندی گرامر صفحہ ۳۵۷ و ہندوستانی گرامر صفحہ ۲۰۴

ڈھولک ۔ گولک ۔ (گول = تجوری) پھٹک (سنسکرت سپھٹکا) چھٹکا میں 'ا' اور بڑھا دیا گیا ھے جو تانیث کی صورت میں 'ی' ھو جاتا ھے جیسے پھلکا ۔ پھلکی ۔ (پھل = کھلنا) ڈھولک ۔ ڈھولکی ۔ گتکا (گدا = گرز)

(۲۱) ـ اک ۔ ـ اکو : فاعلی

'سنسکرت' आपक یا अक اور پہلوی 'آک' ھے جیسے چالاک (چال سے) پیراک ۔ تیراک ۔ لڑاک ۔ لڑاکو' ۔ لڑاکا میں 'ا' تانیث کا ھے ۔ کیلاگ اور پلیٹس اس کی اصل سنسکرت आकु بتاتے ھیں ۔

(۲۲) ـ الو : فاعلی

'سنسکرت' تت سم لاحقہ आलु ھے ۔ جیسے کرپالو' ۔ دیالو' ۔ جھگڑالو' ۔ نِدرالو' ۔ (سونے والا) لجالو' (شرمیلا) ۔

(۲۳) ـ ال ـ ل ـِ یل ۔ ـ یلا : وصفی

بیمز ان لاحقوں کی اصل سنسکرت इल्ल اور پراکرت इल्ल بتاتے ھیں ۔ اس لاحقے کا इ اصل کلمے کے अ یا आ سے مل کر ए یا ऐ کا روپ اختیار کرلیتا ھے ۔ 'ـ ال' "الو" کا مخفف بھی ھو سکتا ھے ۔ 'چٹرجی' کا خیال ھے کہ یہ لاحقہ 'سنسکرت' ल کا قائم مقام ھے جس کے آخر مین 'ا' بطور علامت تذکیر اور 'ی' بطور علامت تانیث بعد مین اضافہ کر دی گئی ۔ نڈھال سنسکرت ندرال ھے (ندرا + ل) بمعنی خواب زدہ ۔ گھڑیال ۔ گھنٹال ۔ ددھیال ۔ گھیال ۔ گھـایل ۔ پایل ۔ گٹھیلا (گانٹھ سے) سجیلا ۔ پتھریلا ۔ نیانویلا ۔ رنگیلا ۔ مٹیالا ۔ کوڑیالا ۔ دمڑھیالا ۔ جوالا ۔ (جووالا) اڑیل ۔ اور مریل کے

اصل مین آڑیل اور مریل تھا - سہیلی - بھنیلی یابھنیلی - ان مین دڑھیالا' جوالا و غیرہ کلمات کا لاحقہ 'والا' بھی ہوسکتا ہے -

(۲۴) ـَـ ال : ظرفی

'سنسکرت' आलय سے حاصل کیا گیا ہے - ودیالے (ودیا + آلے) علم کی جگہ سسرال (سسر کی جگہ) نا نہیال (نانی کی جگہ) ددھیال (دادی کی جگہ)

(۲۵) وال - والا : فاعلی

ہورنلے اس کی اصل 'پالک' (محافظ) یا 'پال' بتا تے ہین - سنسکرت 'پ' 'و' سے بدل گئی - جیسے گوالا - (گوپالک) رکھوالا - متوالا - گاڑی والا - کوتوال (کوٹ پالک = محافظ قلعہ)

(۲۶) ہار - ہارا : فاعلی

'والا' کا ہم معنی ہے - 'ہورنلے' اس کا جوڑ 'سنسکرت' अनोय سے لگاتے ھیں - یہ صحیح نہیں - یہ 'کار' یا 'کارک' تھا - 'ک' 'ہ' سے بدل گیا ہے (۱) سنسکرت 'دھار' بھی اس کی اصل ہوسکتی ہے - 'کہار' کی اصل 'سکندہ دھار' (کندھے پر رکھنے والا) ہے -

ہونہار - پالن ہار - پنہارا - لکڑھارا - پسن ہاری -

(۲۷) ـَـ ار - ـَـ ارا - ـــِ یرا : فاعلی

یہ سب لاحقے سنسکرت 'کار' یا 'کارک' کی تحریف ھیں - جن کے آخر مین 'ی' ہے وہ کارن' سے ڈھالے گئے ہین - 'ک' درمیان سے حذف ہو گیا ہے - یہ بھی ممکن ہے کہ یہ 'ہار' اور 'ہارا'

(۱) یلیٹس ۲۱۵ کیلاگ ۶۱۳ چٹرجی پارہ ۴۵۴

کی وساطت سے بنے ہوں - اس صورت میں 'ہ' کا حذف ماننا پڑے گا جیسے

کمہار (کنبھ + کار) سونار (سورن + کار) چمار (چرم + کار) بنجارا (بنج + کارک) گھسیارا (گھس + کارک) پنھارا کو پنیارا بھی کہتے ہیں - 'گھسیارا' اور 'پنیارا' میں 'ی' اس لئے اضافہ کی گئی ہے کہ 'ا' سے پہلا حرف 'س' یا 'ن' ساکن ہے - پجاری (پوجا + کارن) بھکاری (بھکشا + کارن) جواری - 'ر' 'ڑ' بھی ہوجاتی ہے - کھلار - کھلاری - کھلاڑی - وغیرہ -

'ے یر' یا 'ے یرا' کی اصل پراکرت 'کیر' یا 'کیرک' ہیں جو یا تو 'کر' مادے سے براہ راست وضع کئے گئے ہیں (۱) یا سنسکرت 'کاریہ' کا بگڑا ہوا روپ ہیں (۲) - 'کاریہ' - کیر جیسے پریہ سے 'پیر' - اردو میں یہ لاحقہ بطور علامت اضافت بھی مستعمل ہے -

لٹیرا - کمیرا - کسیرا - (کانسے کا کام کرنے والا) پھپھیرا (پھوپی زاد) ممیرا (ماموں زاد) میرا - تیرا وغیرہ میں 'ے یرا' اضافی ہے - قرین قیاس یہ ہے کہ 'ے یرا' فاعلی کو 'کاریہ' کی جگہ 'کر' یا 'کار' کاروپ مانا جائے - اور یہ کہا جائے کہ ए अ سے بدل گیا ہے - ایک صورت اس میں اور بھی ہے وہ یہ کہ 'ے یر' کو 'ے یل' کا بدل مانیں - 'ل' کا تبادل 'ر' سے ایک عام بات ہے -

---

(۱) ہندی گرامر ۳۵٦

(۲) بھنڈار کر صفحہ ۲۵۷

(۲۸) ـوڑ - ـے وڑا : فاعلی

'کیلاگ' کے خیال میں سنسکرت उर سے لیا گیا ہے (۱) - 'ر' 'ڑ' سے بدل گئی - جیسے ھنسوڑ (ھنس + آر) - بھگوڑا - ھتھوڑا غالباً 'ھتھ اُر' تھا (۲) - 'اڑ' بھی مستعمل ھے - جیسے بھنگڑ چنگڑ - لنگڑ وغیرہ -

(۲۹) 'واڑ' 'واڑا' واڑی : ظرفی

'چٹرجی' 'سنسکرت' 'واٹ' سے ماخوذ بتاتے ھین - 'واٹ' اصل میں 'ورت' تھا جو فعل वृ بمعنی گھیرنا اور احاطہ کرنا کا اسم مفعول ھے - اکھاڑا = اکش + واٹ - اکش واڑ - اکھ وڑ - اکھاڑا - 'واڑا' مقامات کے ناموں میں بکثرت استعمال ہوتا ھے - بھاٹ واڑا - بیجواڑا - رجواڑا - 'و' کی جگہ 'ب' بھی دیکھی گئی ھے - امام باڑا - قصائی باڑا - پھلواڑی = پھول واٹکا - (پھولوں کی بگیا) پنواڑ میں 'ی' نسبتی لگا کر پنواڑی وضع کرلیا گیا -

(۳۰) 'را' 'ڑا' 'ری' 'ڑی' : تصغیر

'سنسکرت' کی 'ر' اردو میں 'ڑ' ھو گئی ھے (۳) - 'چٹرجی' اسے الحاقی بتاتے ھیں جو 'پراکرت' مین 'ڈ' کے روپ میں تھی (وچھ ڈا = بچھڑا ھیم چندر کی کتاب میں ھے) اور 'سنسکرت' 'ٹ' یا 'ت' سے بدل کر آئی تھی - لاحقہ 'تا' 'سنسکرت' میں اسم اور صفت بنانے کے کام آتا ھے - جیسے ایکتا - ٹکڑا -

---

(۱) ھندی گرامر ۳٦۰

(۲) یا ھتھا آر - ھتھا کے معنی ھتھی یعنی قبضہ کے ھیں -

(۳) ھندوستانی گرامر ۲۱۷ وتقابلی گرامر جلد صفحہ ۱۱٦

ٹکڑی (ٹوک) پلنگڑی - ٹنگڑی - گانوڑی - پٹڑی (پٹ = ٹکڑا) چمڑا (چام) انتڑی (آنت) انکھڑی(آنکھ) پگڑی (پگ) ٹھیکری - گٹھڑی (گٹھ) جیوڑا (جیو) دکھڑا (دکھ) مکھڑا (مکھ) پنکھڑی -

ہورنلے کی رای میں را، ڑا، ے وڑ، ے وڑا، ے یرا، ے یل، ے ول وغیرہ لاحقے سب الحاتی ہیں - ان کے جوڑنے سے کلمے کے معنی میں کوئی تغیر نہیں ہوتا مثلاً چام (چمڑا) گھنا (گھنیرا) ٹھٹھا (ٹھٹھول) گلی (گلیارا) آنکھ (انکھڑی) آنت (انتڑی) وغیرہ - وہ ان تمام لاحقوں کی اصل پراکرت अड बताتے ہیں جو 'سنسکرت' 'درش' سے ڈھلا ہے - درش - دس - دہ - ڈہ - ڈ - 'پراکرت' 'ڈ' 'ڑ' 'ر' اور 'ل' تینوں کا روپ اختیار کر لیتی ہے (۱)

(۳۱) ویّا : فاعلی

ہورنلے اس کی اصل 'سنسکرت' इ-तव्य اور پراکرت एअव्व یا इअव्व بتاتے ہیں (۲) - کیلاگ اس سے متفق ہیں (۳) - پلیٹس کہتے ہیں کہ اصل میں अक تھا - 'ک' 'ی' سے بدلا تو 'آیا' یا 'آئیا' ہوا اور جب 'و' تزیین کلام کے لئے بڑھایا گیا تو 'ویا' ہوگیا - گویا - کھیویا - لیکن خود سنسکرت میں دو فاعلی

---

(۱) گوڑین گرامر پارہ ۲۰۹ تا ۲۱۸

(۲) ایضا پارہ ۳۱۴

(۳) کیلاگ ۳۵۶

لاحقے ۔ वय اور इय ہیں (۱) جن میں سے ہرایک 'ویا' کا ماخذ ہوسکتا ہے ۔

(۳۲) واں : صفتی

'سنسکرت' म یا मक سے نکلا ہے ۔ یہ म پراکرت عہد میں व ہوگیا تھا ۔ جیسے گرام سے گاؤں ۔

پانچواں ۔ ساتواں ۔ بیسواں ۔ تیسواں وغیرہ ۔

(۳۳) پا ۔ پن : مصدری

یہ لاحقہ اردو میں بکثرت مستعمل ہے اور 'سنسکرت' त्व یا त्वन سے بنا ہے ۔ 'پراکرت' میں اس نے प्प یا प्पण کی شکل اختیار کی ۔ 'سنسکرت' 'وردھتوم' 'پراکرت' میں "بڈدپم" ہوا ۔ یہی 'اردو میں 'بڑھاپا' ہے (۲) لڑکپن ۔ بچپن ۔ موٹا پا ۔ بہنا پا ۔ وغیرہ ۔

(۳۴) ـَ س ـَ اس : مصدری

پلیٹس اس کی اصل 'سنسکرت' آشا (آرزو) بتاتے ہیں لیکن کچھ بعید نہیں کہ یہ 'سنسکرت' علامت اضافت स्य ہو ۔ 'پراکرت' روپ اس علامت کا स्स تھا ۔ مٹھاس کے معنی ہیں میٹھے کا اور کھٹاس کھٹے کا ۔ یعنی وہ صفت جس کا تعلق کھٹے اور میٹھے سے ہے ۔ پھکاس ۔ بھڑاس ۔ کالس (کالا + سیہ) آپس (آتم + سیہ) لٹس ۔ پٹس یا پٹاس اسی طرز پر ڈھال لئے گئے ۔ 'چٹرجی' اسے 'سا' کا مخفف بتاتے ہیں ۔ مٹھاس یعنی میٹھاسا ۔ اگر ایسا ہے تو پھر بہتر یہ ہے کہ اسے قدیم آریای 'سار' (نچوڑ) کا زائیدہ مانا جائے ۔ کالس وغیرہ کی اصل پہلوی

---

(۱) سنسکرت گرامر وھٹنے پارہ ۱۲۲۸

(۲) دھیر بندرورما، پارہ ۲۲۳

'اشں' اور فارسی 'ش' بھی ہوسکتا ہے لیکن 'کالونچ' بتاتا ہے کہ یہ قدیم آریای 'اچ' (نسبتی ہے) ۔ 'چ' اور 'س' کی صوتی مجانست ظاہر ہے ۔

(۳۵) سا : مثل

ہورنلے 'سنسکرت' ''سدرش'' (مانند) سے ماخوذ مانتے ہیں ۔ (۱) چٹرجی کہتے ہیں کہ صوتی طور پریہ ممکن نہیں ۔ ان کے خیال میں 'سنسکرت' 'ش' جدید دیسی زبانوں کا 'س' ہے ۔ بعض 'سنسکرت' الفاظ میں 'ش' اس معنی میں دیکھا گیا ہے ۔ کپی ش (بندر کی مثل) کرک ش (کنکر کی مثل) 'ش' ان کے نزدیک ہند آریای 'کو' سے بنا ہے ۔ (۲) 'فارسی' آسا یا 'سان' لفظی اور معنوی طور پراس لاحقے سے اس قدر ملتا ہے کہ یہ 'فارسی' سے ماخوذ نظر آتا ہے ۔ ممکن ہے اردو 'سا' اور 'فارسی' 'ساں' سنسکرت 'سماں' کی بگڑی ہوئی صورتیں ہوں ۔(۳) 'اوستائی' میں اس کا روپ 'س' ہے (۴) ۔ ایسا (ایہ + سا) ویسا (وے + سا) پیسا (پائی + سا) جیسا ۔ تیسا ۔ رواسا ۔ بتاسا ۔ (بات ۔ وات بمعنی ہوا) جھلسا (جلا ہوا سا) ۔

'بیمز' اور 'کیلاگ' دونوں 'ے س' اور 'سا' کی اصل 'سنسکرت' طلبی فعل کا لاحقہ स یا अ + स بتاتے ہیں ۔ ان کے نزدیک اس کی عام مثال 'پیاس' اور 'پیاسا' ہے جن میں سے پہلا اسم ہے اور دوسرا صفت ۔ پیاسا اصل میں پپاستہ تھا ۔ (۵) 'بیمز'

---

(۱) گوڑین گرامر پارہ ۲۹۲

(۲) بنگالی پارہ ۴۵۰

(۳) فارسی گرامر پلیٹس صفحہ ۱۴۳

(۴) اوستا گرامر پارہ ۸۲۷

(۵) ہندی گرامر پارہ ۶۱۹ (۹)

پیاس کا ماخذ 'سنسکرت' 'پپاسا' بتاتے ھیں - وہ کہتے ھیں اردو میں ایسے کلمات بھی ھیں جن کا سنسکرت ماخذ واضح نہیں - لیکن اس میں شک نہیں کہ وہ 'سنسکرت' طلبی فعل کی وضع پر ڈھالے گئے تھے - اور ان میں کسی نہ کسی درجے میں طلب فعل پائی جاتی ھے - 'بیمز' نے اس قسم کے کلمات کو تین طبقات میں رکھا ھے -

الف — جو براہ راست سنسکرت طلبی فعل سے لئے گئے ھیں -

ب — جو حالیہ افعال سے وضع کئے گئے ھیں -

ج — جو حال کے اسماء سے آخذ کئے گئے ھیں -

پہلی قسم کی مثال پیاس یا پیاسا ھے جو اوپر دی جاچکی ھے - رواسا' ھگاس' اور متاس دوسری قسم کے ھیں - مٹھاس - کٹھاس - وغیرہ کو انہوں نے تیسری قسم میں رکھا ھے (۱) - 'منڈسا' کی اصل 'بیمز' ''منڈ واسک'' بتاتے ھیں - منڈ بمعنی 'سر' اور واسک 'وس' (پہنانا) سے ماخوذ ھے اور پوشش کے معنی میں ھے - اسی طرح 'گنڈاسا' کو وہ 'گرنتھ' (گانٹھ) اور آشو (قطع کرنے والا) سے مرکب مانتے ھیں - ''مہاسا' 'منہ واسک'' تھا - یعنی منہ کو چھپانے والا - 'منڈاسا' کے معنی مڑھا ھواسا اور لپٹا ھوا سا بھی ھوسکتے ھیں - اس صورت میں 'سا' کا تعلق اس لاحقے سے ھوگا - ھورنلے 'ــَـ اس' اور 'ـــ اسا' کو 'وانس' یا 'وانچھ' (خواھش) سے ماخوذ مانتے ھیں - 'و' حذف ھوا اور 'چھ' 'س' سے بدل گیا (۲)

---

(۱) تقابلی گرامر جلد ۲ .پارہ ۱۷۰

(۲) گوڑین گرامر پارہ ۲۸۳

(۳۶) 'سال' : ظرفی

سنسکرت میں 'شالا' ہے - آخر سے الف گرا اور 'ش' حسب قاعدہ 'س' ہو گیا - گھوڑ سال - کھنڈ سال (کھانڈ بنانے کی جگہ) ٹکسال (ٹکا = روپیہ)

(۳۷) رو : مثل

سنسکرت 'روپ' کا مخفف ہے - اردو کے چند کلمات میں یہ لاحقہ استعمال ہوا ہے - جیسے گبرو' (گربھرو') بمعنی جوان - ''پکھیرو'' پاکھ (پکش) رو تھا اور ''گنوارو'' گانورو - ھورنلے پکھیرو کی اصل پاکھ (بازو) 'ے یرو' بتاتے ھیں - ان کے نزدیک 'ے یر' اور 'ے یرو' کی اصل سنسکرت 'درش' (مثل) ہے - اس کے تغیرات جو انہوں نے بتائے ھیں (۱) ان میں تکلف نظر آتا ہے -

(۳۸) ے امی : اسمی

چٹرجی اس کی اصل 'کام' بتاتے ھیں جو سنسکرت کرم کا ایک روپ ہے - کرم - کم - کام - گھرامی گھر کامی تھا اور پاجی پاجوامی اور پا جو کامی (۲)

(۳۹) جا : نسبت

سنسکرت 'جات' (پیدا شدہ) کا مخفف ہے - جیسے بھتیجا (بھاتی + جا) بھانجا (بہن + جا)

---

(۱) گوڑین گرامر پارہ ۳۶۹

(۲) چٹرجی پارہ ۳۱۱

(۴۰) ھا : فاعلی

اس کی اصل مشتبہ ہے - کیلاگ کے نزدیک اس کا محتمل ماخذ क ہے (۱) جیسے چرواہا (چرواھک) جولاہا بھی شاید اسی سلسلے کا ہے - اس کی اصل سنسکرت युगलक اور پراکرت जुअलओ معلوم ھوتی ہے - 'یگ' 'سنسکرت' میں 'جوڑنا' ہے -

فارسی لاحقے

اردو میں فارسی لاحقے بھی ھیں اور بڑی تعداد میں ھیں - ان میں سے چند جو گھل مل کر جزو زبان ھو گئے ھیں ذیل میں دئے جا رہے ھیں -

(۱) ـے انہ : نسبتی

پہلوی میں ـےانک تھا - یہ لاحقہ نسبت اور تعلق بتاتا ہے جیسے راجپوتانہ - ھندوانہ - گھرانہ - سمدھیانہ - بچکانہ - آخر میں یائے تانیث بڑھا کر کہتے ھیں بچکانی جوتی - ھندوانی ٹوپی - ممکن ہے یہ لاحقہ سنسکرت علامت اضافت 'آنام' کو ھلکا کر کے بنا لیا گیا ھو - راجپوتانہ کی اصل اس صورت میں 'راجپوتا نام' ھوگی - یعنی راجپوتوں کی (سرزمین) اسی طرح ھندوانہ اور بچکانہ کو سمجھئے -

(۲) بان' وان : فاعلی

پہلوی 'پان' 'پانک' - قدیم فارسی اور سنسکرت 'پال' اس کی اصل ہے - اس کے لغوی معنی محافظ کے ھیں - اس سے جو کلمات وضع ھوئے ھیں ان میں پاسبانی کا مفہوم پایا جاتا ہے - گاڑی بان -

---

(۱) ھندی گرامر پارہ ۶۱۳ (۵)

شتربان - پہلوان و غیرہ - کو چوان انگریزی کوچ مین کی بگڑی ہوی صورت بھی ہو سکتا ہے -

(۳) وار' تار : فاعلی' اسمی' مفعولی

پہلوی 'تار' - قدیم فارسی 'تر' اور سنسکرت چج سے ماخوذ ہے - جیسے ایمان دار - کر دار - گفتار - گرفتار - و غیرہ - اگر کلمے کے آخر مین 'ت' یا 'د' ہو تو حرف 'ے ار' اضافہ کیا جاتا ہے (۱) -

(۴) دان : ظرفی

قدیم فارسی 'وا' اور 'سنسکرت' 'دھا' (رکھنا) سے بنا ہے - آتش دان - نمک دان - پان دان -

(۵) ستان : ظرفی

فارسی 'ستان' اور سنسکرت 'ستھان' ایک ہی مادے سے ہیں جس کے معنی ٹھرنا یا قیام کرنا ہیں - ریگستان - گلستان - بہارستان -

(۶) زار : ظرفی

پہلوی 'چار' قدیم فارسی میں چاری ہے جو چر (چلنا) سے ماخوذ ہے - بازار (پہلوی باچار) گلزار - لالہ زار و غیرہ -

(۷) سار : فاعلی

فارسی میں بھی ہے اور سنسکرت میں بھی - پلیٹس اسے سنسکرت لاحقہ بتاتے ہیں - ملن سار - شرمسار - خاکسار وغیرہ -

---

(۱) دستور پہوی صفحہ ۶۹

(۸) گر : فاعلی

'فارسی' 'گار' کا مخفف ہے لیکن 'گر' بھی مستعمل ہے - یہ لاحقہ سنسکرت اور ژندی میں 'کار' ہے - بازی گر - کاری گر - آخر میں یاے مصدری بڑھا کر کہتے ہیں - بازی گری - کاری گری -

(۹) چہ - یچہ - چی : تصغیر

یہ لاحقہ قدیم ہند آریائی 'اچ' سے ماخوذ ہے جس کے معنی مثل اور مشابہ کے ہیں - سنسکرت شویتاچ (سفید سا) مین یہ لاحقہ موجود ہے - دیگچی' باغیچہ' پارچہ -

(۱۰) مند : فاعلی

سنسکرت منت اور فارسی مند ایک ہی اصل سے ہیں - عقل مند - زور مند وغیرہ

ان کے علاوہ اور لاحقے بھی ہیں جو خالص فارسی اور عربی کلمات میں جوڑے جاتے ہیں - یہ ان کلمات کے ساتھ ساتھ اردو میں آئے تھے - جداگانہ کوئی حیثیت نہ ہونے کی وجہ سے 'اردو' زبان کی ارتقای تاریخ مین ان کی اہمیت نہیں -

ب—ترکیب الفاظ

'اردو' مرکبات کی دو قسمیں ہیں - تت سم اور تد بھو - تت سم سنسکرت کے بھی ہیں اور فارسی عربی کے بھی - ان کی تفصیل ان زبانوں کی صرف ونحو کی کتابوں میں دیکھی جائے - تدبھو مرکبات کی پانچ قسمیں ہیں - (۱)

(۱) کیلاگ پ—پلیٹس پ ۲۵۹ - وضع اصطلاحات ۲۱۹ تا ۲۴۱

(۱) مرکب عطفی

یہ سنسکرت کا 'دوندو سماس' ہے - یہ دو کلموں سے بنتا ہے جن کے درمیان کا حرف عطف گرا دیا جاتا ہے - اس کی دو صورتیں ہیں -

الف—دونوں کلمے معنی کے اعتبار سے مختلف ہوں - دونوں اسم ہوں - جیسے ماں باپ - دن رات - تانا بانا - کمتی بڑھتی - دل گردہ - کام دھام - لال پیلا - پھلیل - (پھول تیل) رساول (رس چاول)

یا دونوں فعل یا مشتقات فعل ہوں جیسے توڑ جوڑ - پڑھا لکھا - لیا دیا - ھار جیت - آدھیڑبن -

ب—دونوں کلمے ہم معنی ہوں - دونوں اسم ہوں - جیسے بھلا چنگا - خاک دھول - کام کاج - و غیرہ -

یا دونوں فعل ہوں - جیسے بھول چوک - دیکھ بھال - پکڑ دھکڑ - مار دھاڑ - تاک جھانک - کاٹ چھانٹ - اچھل کود - کتر بیونت - پالا پوسا - بھولا بھٹکا -

مرکب عطفی میں حرف عطف کی جگہ اس کا قائم مقام الف اتصال بھی دیکھا گیا ہے - بیچا بیچ - جھڑا جھڑ - دھینگا مشتی - دھکا پیل - وہ مرکبات بھی اس میں شامل ہیں جو توابع مہمل کی ترکیب سے بنے ہیں - جیسے ادل بدل - اڑوس پڑس - بھیڑ بھاڑ - روٹی ووٹی -

فارسی مرکبات کو بھی اس میں شامل کیا جا سکتا ہے جو کسی حرف عطف سے جڑے ہوئے ہیں - جیسے شباشپ - دربدر - سرو پا و غیرہ -

(۲) مرکب توقیفی یا نحوی

یہ 'سنسکرت' 'تت پرش' کا قائم مقام ہے - یہ جن دو کلموں سے بنتا ہے ان میں ذیل کے نحوی تعلقات میں سے کسی ایک کا ہونا ضروری ہے -

(۱) اضافی—پہلا مضاف ہو دوسرا مضاف الیہ -

باگ ڈور (باگ کی ڈور) بھوج پور (راجہ بھوج کا پور) پن چکی (پانی کی چکی) کال کوٹھڑی - (کال یعنی موت کی کوٹھڑی) ٹڈی دل (ٹڈی کا دل) لکھ پتی (لاکھ کا پتی) گھوڑ دوڑ - پن گھٹ - پت جھڑ وغیرہ -

(۲) مفعولی—پہلا دوسرے کا مفعول ہو جیسے -

انگرکھا (انگ رکھا=جسم کو محفوظ رکھنے والا) شرواچٹ (شوربے کو چاٹنے والا) بٹ مار (بٹ=راہ) کھال اُپاڑ - ہری چگ - کفن کھسوٹ -

(۳) ظرفی—پہلا ظرف ہو دوسرے کا - بھڑ بھوجا (بھاڑ میں بھوننے والا) کپڑ چھن (کپڑے میں چھاننا) چادر چھپول - گھر گھسنا - کوٹھوں چڑھی -

(۴) مجروری یا ابتدای - جن کے درمیان حرف جر 'سے' مقدر ہو -

دیس نکالا - آنکھوں دیکھا - منہ بولا - رس بھری - منہ لگای - قد موں لگی

(۳) مرکب عددی

'سنسکرت' کا 'دوگوسماس' ہے - جیسے دوپہر - چوراہا - تراہا - پچ محلا - ستلڑا - دوپٹا - چوماسا - ترپولیا - اٹھوانسا وغیرہ -

(۴) مرکب توصیفی

صفت اور موصوف کی ترکیب سے بنتا ہے - یہ سنسکرت 'کرم دھارے' کا چربہ ہے - رتالو (رکت = سرخ) منجدھار (مدھیہ = درمیان) بھلا مانس - نیک چلن - مہاجن (بڑا انسان)

(۵) مرکب وصفی

یہ سنسکرت 'بہوبریہی' کا مرادف ہے - فارسی اسم فاعل ترکیبی اور اسم مفعول ترکیبی اس مین شامل کئے جاسکتے ہیں - یہ مرکب ایک وصف ہوتا ہے جوبطور نعت کسی موصوف کی تعریف کرتا ہے - اس لحاظ سے مرکب توقیفی اور توصیفی کی بہت سی مثالیں اس میں شامل ہیں - مثلاً نیک چلن وصفی بھی ہے اور توصیفی بھی لیکن بھلا مانس محض توصیفی ہے - اسی طرح شروا چٹ کو بہوبریہی (وصفی) بھی کہ سکتے ہیں - لیکن چادر چھپول نرا توقیفی ہے -

ادھ موا - دونالی - تھڑ دلا - بڑھ بولا - کن کٹا - نکٹا - منہ پھٹ ہتھ چھٹ - دل جلا - من چلا - وغیرہ -

ترکیب الفاظ کے سلسلے میں مرکب میں کچھ لفظی تبدیلیاں ہو جاتی ہیں - ان کا ذکر وضع اصطلاحات اور بیمز کی کتاب میں کسی قدر تفصیل سے کیا گیا ہے - مختصر طورپر ذیل میں ان کا ذکر کیا جاتا ہے -

(۱) مرکب کے اجزا میں اگر کوی حرف علت ہو تو کبھی اول جزو سے کبھی آخری جزو سے اور کبھی دونوں جگہ سے یہ حرف علت گرجاتا ہے - جیسے ٹیڑھا سے ٹڑھ موا - چام سے چمرس - کاٹھ سے کٹھ پتلی - گھاس سے گھسیارا - بھل منسات تھڑدلا -

(۲) اگر پہلے جزو کا آخری حرف اور دوسرے کا پہلا حرف ایک ہو تو ان میں سے ایک گر جائے گا - جیسے کچا آلو سے کچالو - ناک کٹا - نکٹا - ناک کیل سے نکیل -

(۳) خلاف قاعدہ حروف گرا کر بھی تخفیف کرلی جاتی ہے - جیسے ــــ چپراسی (چپ + راست + ے + ی) پنسیرا (پنج + سیر + ا) دسپنا (دست + پناہ) شاباش (شاد + باش -

(۴) اگر مرکب کے دوسرے جزو میں کوئی حرف علت ساکن ہو تو ترکیب کے بعد اس سے پہلے حرف کو حذف کردیا جاتا ہے ــــ پھلیل اصل میں پھول تیل تھا - اور رساول رس چاول (۱) کھڑاؤں کی اصل کٹھ یا کاٹھ پاؤں سمجھئے - اگرچہ 'بیمز' نے کھڑا سے ماخوذ سمجھ کر اس کی اصل کھڑاون یا کھڑون بتائی ہے (۲) - 'ڑ' الحاقی بڑھا کر کٹھ پاوڑی بھی کہتے ہیں - تبولی تیب گولی تھی اور ککرولی کیکر گولی - انگوچھا انگ (بدن) پوچھا تھا اور پشتارہ پشت بارا -

(۵) مرکب کے اجزا کے درمیان ایک الف بڑھا دیتے ہیں - جیسے تنگا ترشی - دھینگا مشتی - دھما چوکڑی - دھکا پیل - کانا پھوسی - موسلا دھار - ملیا میٹ - بھیڑا چال -

(٦) کبھی الف کی جگہ 'م' اضافہ کی جاتی ہے - جیسے ٹالم ٹول ٹھیکم ٹھاک - دھکم دھکا - پورم پور -

الف اتصال فارسی میں بھی ہے لیکن یہ الف غالباً اشباعی ہے جو جزو اول کی آخری حرکت پر زور دینے سے وجود میں آیا - 'م' کی بابت یہ خیال ہے کہ وہ بے جنس کی علامت ہے - سنسکرت بے جنس اسماء کی فاعلی حالت میں یہ 'م' ہوا کرتا تھا - اردو میں ہر چند اس کا وجود نہ تھا لیکن ہوسکتا ہے کہ بے جنس کا یہ 'م' زبانوں پر چڑھ گیا اور قدیم زمانے سے بول چال میں منتقل ہوتا چلا آیا -

---

(۱) پھلیل کی اصل پھول + ایل بھی ہوسکتی ہے اور رساول کی رس × اول - جیسے جڑاول

ــــ

باب سوم

——()ە()——

"اسماء مانعہ"

وہ تمام اسماء جو کسی خاص معنے کے لئے وضع ہوئے اور صرف انہی معنوں میں بولے جاتے ہیں ہم آنہیں "اسماء مانعہ" کے نام سے یاد کرتے ہیں - یہ نئی اصطلاح ہے (۱) ضمائر، اشارات، موصولات اور اسماء اعداد کو چھوڑکر تمام اسماء اس قسم میں داخل ہیں -

اسماء مانعہ کے احکام یوں تو بہت ہیں لیکن ان میں سے تین اہم ہیں - مولوی عبدالحق صاحب نے ان کو 'لوازم اسم، کہاہے - وہ یہ ہیں - جنس (مذکر و مؤنث) عدد (واحد جمع) اور اعرابی حالت - ان میں سے پہلے دوکا تعلق اسم کی انفرادی حالت سے ہے اور تیسرے کا ترکیبی سے - تنہا اسم کسی جنس اور عدد کا حامل ہوتا ہے مگر اس کی اعرابی حالت اس وقت ہوتی ہے جب وہ کسی جملے میں استعمال ہو -

الف — جنس

جس طرح جان دار چیزیں دو طرح کی ہیں - کچھ مذکر اور کچھ مؤنث - اسی طرح اسماء و الفاظ بھی قواعد میں مذکر

---

(۱) الفلسفہ اللغویہ طبع ثالث صفحہ ۳۲

نیز ملاحظہ فرمائیے "اردو الفاظ عامہ کی آپ بیتی" مطبوع رسالہ اردو جنوری ۳۶ سنہ ع

یا مؤنث ہوتے ہیں چاہے وہ بے جان چیزوں پر دلالت کرتے ہوں یا جان دار چیزوں پر - سنسکرت اور پراکرت میں جنس کی تین قسمیں تھیں - مذکر، مؤنث اور بے جنس سنسکرت اور پراکرت کے تمام اسماء جنس کی ان تین قسموں میں سے کسی نہ کسی قسم میں داخل ہوتے تھے - ہند و پاکستان کی جدید آریائی زبانوں میں سے 'مرہٹی، گجراتی اور سنیالی میں تینوں قسم کے اسماء پائے جاتے ہیں - اردو، راجستھانی، پنجابی اور سندھی میں صرف دو قسم کے - مذکر اور مؤنث - رہی مشرقی زبانیں یعنی بنگالی، اڑیا، بہاری اور آسامی سو ان میں لفظی تذکیر و تانیث کا فرق روا نہیں رکھا جاتا - اس کی وجہ ڈاکٹر چٹرجی یہ بتاتے ہیں کہ مشرقی زبانوں پر غیر آریائی زبانوں کا اثر ہے - کول قبائل کی بولیوں میں جنس کا فرق نہ تھا اس لئے بنگالی وغیرہ زبانوں میں نہ رہا - 'مرہٹی' اور 'گجراتی' میں جنس کی تینوں قسموں کا وجود بھی غالباً پڑوس کی دراوڑ بولیوں کا اثر ہے ان بولیوں میں جنس کی تینوں صورتیں پائی جاتی ہیں -

اردو میں ہر چند جنس کی دو صورتیں ہیں - مذکر اور مؤنث - لیکن تذکیر و تانیث کی اردو میں بڑی اہمیت ہے - اردو اسماء، صفات اور مشتقات ہی نہیں بلکہ افعال تک مذکر یا مؤنث ہوتے ہیں یا مذکر و مؤنث کے اعتبار سے گردانے جاتے ہیں - اصلی ہوں یا امدادی اس کا کوئی فرق نہیں کیا جاتا - جیسے دوڑتا ہے - کھاتی تھی - پڑھے گا یا پڑھے گی - اس کی وجہ ماہرین لسانیات یہ بتاتے ہیں کہ سنسکرت مشتقات یعنی اسم فاعل، اسم مفعول، اور اسم حالیہ اردو میں بطور افعال استعمال ہوئے ہیں یہ اسماء 'سنسکرت' میں موصوف کے

لحاظ سے مذکر یا مؤنث ہوا کرتے تھے اردو میں یہ بطور افعال استعمال ہوئے تو فاعل یا نائب فاعل کے مطابق (جو حقیقت میں موصوف ہے) مذکر یا مؤنث گردانے جانے لگے ۔

اردو کو آخری عہد کی پراکرت شورسینی اپ بھرنش کی ترقی یافتہ صورت بتایا جاتا ہے ۔ تذکیر و تانیث کے باب میں اپ بھرنش اردو سے بہت بچھڑی ہوئی ہے ۔ اور ارتقا کے لحاظ سے اردو کے بعد کی زبان معلوم ہوتی ہے ۔ ہیم چندر نے اپنی مشہور گرامر میں اپ بھرنش کے جو دو ہے بطور مثال دئے ہیں ان میں اکثر مؤنث کی صفات علامت تانیث سے عاری ہیں ۔ ایک دو ہے میں لکشمی دیوی کے لئے 'وسنٹھل' اور 'نچّل' الفاظ استعمال ہوئے ہیں ۔ قاعدے کے مطابق یہ الفاظ 'وسنٹھلا' اور نچلا (مونث) ہونے چاہئیں (۱) ۔ صفات کے ساتھ ساتھ اردو میں وہ حروف و علامات بھی تذکیر و تانیث کے لحاظ سے بدلتی رہتی ہیں جن کے آخر میں 'الف' ہے ۔ جیسے 'کا' اور 'را' ۔ میرا گھوڑا' حامد کی گھوڑی ۔ اردو کا ہر کلمہ جس کے آخر میں 'الف' ہے مؤنث بنا لیا جاتا ہے چاہے وہ مشتق ہو یا فعل ۔ معاون فعل ہو یا حرف چند مثالیں ملاحظہ ہوں ۔

دوڑتا ہے ۔ دوڑتی ہے ۔ دوڑتا تھا ۔ دوڑتی تھی ۔ بھاگا ۔ بھاگی ۔ کھائے گا ۔ کھائے گی ۔ ہوا ۔ ہوئی ۔ لڑکے کا گھوڑا ۔ لڑکی کی گڑیا ۔ 'ہے' قدیم 'اردو' میں 'ہے گا' بولا جاتا تھا ۔

---

(۱) بحوالہ بھنڈارکر صفحہ ۱۰۹

اس کا مونث "ھےگی" بنا - "کا" "را" اور "گا" وغیرہ اصل کے اعتبار سے مستقل اور آزاد کلمے ھیں - جو سخت صوتی کے زیر اثر گھس گھسا گئے - اس لئے مؤنث کے ساتھ یہ بھی مؤنث ھوجاتے ھیں -

اردو اسماء کی تذکیر و تانیث کا دار ومدار سنسکرت اور پراکرت پر ھے - جو اسماء ان زبانوں میں مذکر تھے اردو میں وہ مذکر ھیں - اور جو مؤنث تھے وہ مؤنث - لیکن یہ کلیہ نہیں - بعض اسماء ایسے بھی ھیں جو سنسکرت میں مذکر تھے لیکن اردو میں مؤنث ھیں اس کے بر عکس سنسکرت کے بعض مونث اسماء اردو میں آکر مذکر ھوگئے ھیں - بے جنس اسماء زیادہ تر مذکر ھیں - لیکن کچھ ایسے بھی ھیں جو مؤنث بولے جاتے ھیں (۱) - اس اختلاف کی وجہ یہ ھے کہ ان کلمات کے ھم معنی فارسی و عربی الفاظ اردو میں مؤنث یا مذکر تھے - ان کے زیراثر یہ کلمات بھی مؤنث یا مذکر بنا لئے گئے - یا یوں کہئے کہ یہ اسماءٔ ھند آریائی زبان کی جس شاخ سے لئے گئے اس میں سنسکرت اور ادبی پراکرت کے خلاف استعمال ھوتے تھے (۲) - اردو میں بھی اسی طرح استعمال ھوئے - یہ کوئی انوکھی بات نہیں - سنسکرت اور ژندی بہنیں بہنیں ھیں - لیکن ان میں جنس کا اختلاف موجود ھے - سنسکرت میں جو الفاظ مذکر ھیں ژندی میں وہ مؤنث ھیں اور اس کے برعکس سنسکرت میں جو مؤنث ھیں وہ ژندی میں مذکر ھیں (۳) -

---

(۱) بیمز ج ۲ صفحہ ۵۰ - ۴۷ ھورنلے صفحہ ۱۸۱ کیلاگ صفحہ ۸۱

(۲) کیلاگ صفحہ ۸۲

(۳) جیکسن اوستا گرامر صفحہ ۸۲

اردو میں لفظی مذکر یا مؤنث کی شناخت دشوار ہے - اس لئے کہ سنسکرت یا پراکرت کے مؤنث اسماء جن میں علامت تانیث پائی جاتی تھی اردو میں ایسے گھس پس گئے کہ ان مین کوئی علامت نہ رہی جس سے ان کی جنس پہچانی جاسکے - اس کے علاوہ خود سنسکرت اور اس کی ہمسر بولیوں میں ایسے اسماء بھی تھے جن میں جنس کی کوئی علامت نہ تھی - یہ اسماء اردو میں آکر دوسری جنس کے اسماء میں رل مل گئے - اور ان کا پہچاننا مشکل ہوگیا - 'ـــا' 'سنسکرت' میں علامت تانیث ہے - جو مندرجہ ذیل اسماء سے تخفیف ہو گئی ہے -

اون (اور بڑنا) کھاٹ (کھٹوا) چھاؤں (چھایا) جانگھ (جنگھا) جیبھ (جِہوا) نیند (ندرا) راکھ (رکشا) باگ (ولگا) بات (وارتا) سیج (شیّا) سل (شلا) سونڈ (شنڈا) سانجھ (سندھیا) - (۱)

اردو میں 'ـــا' مذکر کی علامت ہے - صفات میں عموماً گا اور مطرد طور پر اور اسماء میں سے صرف 'سنسکرت' "تدبھو" کلمات ھیں - اس کے مقابلے میں 'ـــی' تانیث کی علامت ہے - 'اردو' کے جن اسماء و صفات کے آخر مین 'ـــی' ہے وہ سب مؤنث ھیں - جو مذکر ھیں ان مین 'ـــی' تانیث کی نہیں' اصل کلمے کی ہے جو سنسکرت 'ـــِ' کے کھینچ دینے سے وجود میں آئی - جیسے ھاتھی (ھستِن) گھی (گھرِ تم) موتی (موکتکم) مالی (مالِن) پجاری (پجارن) جی (جیوم) پانی (پانییم) اردو 'ـــا' غیر

---

(۱) بیمز ج ۲ پ ۱۱

فاعلی حالت میں 'ـــے' ہوجاتا ھے - جیسے گھوڑا - گھوڑے نے - 'سنسکرت' 'ـــا' اپنی اصلی حالت پر رہتا ھے - اردو ''ـــی'' (علامت تانیث) کے مقابلے میں ''ـــا'' ضرور ہونا چاھئے - ان علامات کی یہ دوشناختیں ھیں - 'مالا' مونث ھے اس لئے غیر فاعلی حالت میں وہ ''مالے'' نہیں ہوتا - اور پجاری وغیرہ اسماء مذکر ھیں - ان کے مقابلے میں 'پجارا' کوئی لفظ نہیں -

اسماء صفات کے لئے دد علامتیں اور بھی ھیں جو کثیر الاستعمال ھیں - 'ـــو' مذکر کے لئے جیسے کلو' - بڑ پیٹو' وغیرہ - اور 'ـــو' مؤنث کے لئے جیسے بنو - چھو وغیرہ -

'ـــا' کی بابت میں پہلے عرض کر چکاھوں کہ وہ سنسکرت وسرگ अः سے حاصل کیا گیا تھا - اردو میں بطور علامت مذکر استعمال ہونے سے اس کی تائید ہوتی ھے - اس لئے کہ 'سنسکرت' میں ''وسرگ'' مذکر اسماء کے علاوہ اور کہیں استعمال نہیں ہوتا - 'ـــو' کو 'ـــکا' سے ماخوذ مانتا ہوں جو 'سنسکرت' 'ـــک' (فاعلی) کا مونث ھے - اس کے تغیرات کے مختلف حلقے یہ ھیں उआ - उका - उअ اور کلمے کی آخری حرکت جوڑنے کے بعد अउअ اور پھر ओ یہ بھی ہوسکتا ھے کہ अउ کا قلب ہو کر उअ ہوا اور پھر ओ - جیسے سوندھا اصل میں 'سگندھ' تھا - سگندھ - ساندھ - سأندھ سوندھا - (۱)

مذکر سے مونث ڈھانے کے لئے اردو میں ذیل کی علامات استعمال کی جاتی ھیں -

الف - 'ـــی' جیسے گھوڑی - بلی - لڑکی - بوڑھی - اردو کی سب سے زیادہ عام کثیر الاستعمال اور مطرد علامت تانیث یہی ھے -

---

(۱) بیمز ج ۱ صفحہ ۱۸۸

ب ــ 'یا' - 'ـِ یا' - یہ علامت تصغیر ہے' لیکن اردو میں اس کا استعمال کہیں علامت تانیث کے طور پر ہوا ہے - جیسے بڑھیا - کتیا - چوھیا - کٹیا - قدیم اردو میں اس کی جگہ 'ـِ ی' لاتے تھے - اور کتیا کو کتّی اور چڑیا کو چڑی کہتے تھے - 'چڑیمار' میں چڑی آج بھی موجود ہے - بڑھیا کے ساتھ ساتھ بوڑھی بھی مستعمل ہے (۱) - بے جان چیزوں سے جو مؤنث بنایا جاتا ہے چاہے' وہ 'ـِ ی' کے اضافے سے ہو یا 'ـِ یا' کے اضافے سے' وہ مؤنث نہیں ہوتا بلکہ مصغر ہوتا ہے - اس لئے کہ بےجان چیزوں میں تذکیر و تانث کا کوئی امکان نہیں - یہ کلمات علامت تصغیر بڑھا کر مؤنث بنائے جاتے ہیں اس لئے مؤنث ہوتے ہیں اور قواعد میں مؤنث سمجھے جاتے ہیں (۲) - جیسے چھرا سے چھری - اور پڑا سے پڑی (دکن میں) ہم پڑی' کی جگہ 'پڑیا' بولتے ہیں - رسّا سے رسّی -

یہ علامتیں ان اسماء و صفات کے مؤنث بنانے میں استعمال کی جاتی ہیں جن کے آخر میں الف ہے -

ج ــ 'ـِ ن' - یہ علامت ذیل کے کلمات میں استعمال ہوتی ہے -

(۱) جن کے آخر میں 'ر' ہے - جیسے سنار سے سنارن - کمھار سے کمھارن - (کمھاری بھی صحیح ہے) لوھار سے لوھارن - چمار سے چمارن -

(۲) جن کے آخر میں 'ی' ہے - جیسے دھوبی سے دھوبن - مالی سے مالن بھکاری سے بھکارن - منشی سے منشن - مولوی سے مولون -

---

(۱) اودھی کا ارتقا پارہ ۱۷۳

(۲) دھیر نیدر پ ۲۴۱ ھورنلے پارہ ۲۸۵ چٹرجی پارہ ۳۱۹

(۳) جن کے آخر میں الف ہے - جیسے دولھا ۔ دلہن - کنجڑا کنجڑن - بریٹھا بریٹھن -

د—'نی' - '—نی' - '—انی' - ذیل کے اسماء ہیں -

(۱) جن کے آخر مین کوئی حرف صحیح ہو - جیسے شیر سے شیرنی - اونٹ سے اونٹی - مہتر سے مہترانی - سید سے سیدانی - شیخ سے شیخانی -

(۲) جن کے آخر مین کوئی حرف علت ہو جیسے ہاتھی سے ہتھنی - کھتری سے کھترانی بنیا سے بنینی - ملا سے ملانی - ماموں سے ممانی -

ان میں سے '—ی' اور '—یا' کی اصل قدیم ہند آریائی '—کا' بتائی جاتی ہے (۱) - جیسے نایک سے 'نایکا' اور 'گھوٹک' سے گھوٹکا - (اردو گھوڑیا) پہلی صورت میں '—کا' 'کا' का گرا تو इ بچا - بعد میں इ اشباع کے بعد ई '—ی' ہوا (۲) - دوسری صورت میں '—کا' اول 'پراکرت' میں इआ ہوا - پھر इ کے اثر سے आ 'ی' سے بدل گیا - اس طرح '—یا' ہوا - پہلی صورت میں ई محدود ہے اور دوسری صورت میں مقصور - اس کی وجہ کیلاگ کے نزدیک یہ ہے کہ پہلی صورت میں य اور इ دونوں مدغم ہوگئے' اور دوسری صورت میں य بر قرار ہے - اسے مثال سے سمجھئے 'سنسکرت' مہی شکا (بھینس) اول بھینسیا' بنا - جب '—' اور 'ی' میں ادغام ہوا تو 'بھینسی' ہوا - یہ دونوں لفظ 'اودھی' میں مستعمل ہیں - 'اردو' میں آخر سے 'ی' گری تو بھینس کہلائی (۳) -

---

(۱) دھیریندر صفحہ ۲،۱، ۱ ہورنلے ۲۸۵ چٹرجی صفحہ ۶۱۹

(۲) کیلاگ پ ۷۲ (۳) ایضاً پ ۷۷

یاے تانیث جیسی عام اور کثیر الاستعمال علامت کو قدیم ہند آریای ई سے بھی لیا جا سکتا ھے - قدیم ہند آریائی میں صرف دو علامت تانیث تھیں - ایک 'ــِی' دوسرے 'ــَا' (۱) مشہور لغوی ''کا تیاین'' نے ماتل (مامون) کا مونث 'ماتلی (ہندی مامی) اور آپا دھیاے کا آپادھیائی بتایا ھے -

ــَ ن - ــَنی- اور 'نی' کی اصل ہند آریائی आनी इनो नी اور ھیں جیسے اندرانی - یوگنی اور پتنی - اردو میں 'سنسکرت' اسماء جن کے آخر مین کوئی حرف علت یا حرکت ھو مخفف کر لئے جاتے ھیں جیسے بھگنی سے بہن - اس اصول کے مطابق یوگنی کے آخر سے 'ی' گری تو یوگن (اردو جوگن) ھوا اور پروسنی پروسن - (اردو پڑوسن) ان علامات کی بابت 'چٹرجی' نے لکھا ھے کہ ان میں اصل علامت ई ھے - 'ن' 'ــِن' یا 'ــَان' اصل کلمے کے اجزا ھیں (۲)

ب — عدد

قدیم 'ہند آریائی' زبانوں میں عدد کی تین قسمیں تھیں - 'واحد' 'تثنیہ' اور 'جمع' - تثنیہ پراکرتوں کے اولیں عہد میں ناپید ھوگیا - اب عدد کی صرف دو قسمین ھیں - 'واحد' اور 'جمع' - واحد ایک پر دلالت کرتا ھے اور جمع ایک سے زیادہ پر -

اردو میں اسم کی اصل کے اعتبار سے دو حالتیں ھیں - ایک 'فاعلی' یا 'قائم - دوسرے غیر فاعلی یا محرف - فاعلی حالت میں اسم بغیر کسی حرف صلہ (سے' نے' کو و غیرہ) کے استعمال ھوتا ھے جیسے حامد آیا - سورج نکلا - محمود سبق پڑھتا ھے -

---

(۱) بیمز ج ۲ صفحہ ۳۶

(۲) بنگالی پارہ ۳۴۱

اس کے سوا اسم کی تمام حالتیں 'غیر فاعلی' کہلاتی ھیں - حامد نے سبق پڑھا اس مثال میں حامد غیر فاعلی حالت مین ھے -

'اردو' میں کچھ اسماء ایسے ھیں جو فاعلی حالت میں افراد و جمیعت کے لحاظ سے ایک جیسے رھتے ھیں اور لفظی طور پر ان میں کوئی فرق نہیں ھوتا - جیسے گھر گرا - گھر گرے - برتن ٹوٹا اور برتن ٹوٹے - آدمی آیا - آدمی آئے - ان مثالون میں گھر' برتن اور آدمی جمع اور مفرد دونوں صورتوں میں ایک جیسے ھیں - ان اسماء کو چھوڑ کر اردو میں دوسرے اسماء تین طرح کے ھیں (۱) -

(۱) وہ مونث اسماء جن کا اخری حرف کوئی حرف صحیح ھے - جیسے رات - عورت و غیرہ - فاعلی حالت میں ان کی جمع 'ے ین' بڑھا کر بنائی جاتی ھے -

عورت	عورتیں
رات	راتیں

(۲) وہ مونث اسماء جن کے اخر میں 'ی' ھے جیسے لڑکی گھوڑی وغیرہ - ان کی جمع 'ے اں' کے اضافے سے بنتی ھے - جیسے -

لڑکی	لڑکیاں
گھوڑی	گھوڑیاں

---

(۱) یہ مذکر اسماء ھین جن کا اخری حرف صحیح ھے - غیر فاعلی حالت میں ان کی جمع اتی ھے جیسے گھروں کو گرایا - برتنوں سے کھایا - ادمیوں نے جانوروں کو سدھایا - و غیرہ -

قدیم 'اردو' میں قسم اول کے اسماء کی جمع بھی 'ے ان' کے اضافہ سے بنتی تھی جیسے راتاں' باتاں' عورتاں' مرچان و غیرہ - اور ان تمام افعال' حروف و صفات کی جمع بھی اسی نہج پر بنائی جاتی تھی جن کے اخر میں 'ی' ہے - جیسے 'کی' سے کیان' چلی سے چلیاں' - بھلی سے بھلیاں - 'شیرانی' نے 'معراج العاشقین' کا ایک جملہ نقل کیا ہے - ''یوں نور ہزار باتان اللہ کیاں ہور محمد کیاں ہو یاں'' -

(۳) مذکر اسماء جن کے اخر مین 'ا' یا 'ہ' ہے جیسے گھوڑا - کتا - نامہ - فاعلی حالت مین ان کی جمع یاے مجھول (ے) کے اضافے سے بنتی ہے - جیسے -

گھوڑا	گھوڑے
کتا	کتے
نامہ	نامے

غیر فاعلی یعنی محرف حالت میں ان تمام اسماء کی جمع 'ے وں' بڑھا کر بنائی جاتی ہے - گھورون سے - راتوں کو - آدمیوں نے - لڑکیوں کا - گھوڑوں پر - وغیرہ -

اس تفصیل سے ظاہر ہوا کہ اردو میں علامات ولا حقات جمع کل چار ھیں - تین فاعلی اور وہ یہ ھیں (۱) ے ے (۲) ے یں (۳) ے ان (یا ے یاں) اور ایک غیر فاعلی 'ے وں' (یا ے یوں) -

ان میں سے 'ے ے' کے باب میں اختلاف ہے - ہور نلے اسے لا حقہ اضافت بتاتے ھیں - اس کے آخر میں ''لوگ'' یا ''جماعت'' قسم کا کوئی کلمہ تھا جو جمیعت ظاہر کرتا تھا اور اب حذف ہو

گیا ہے ۔ 'ہے' اصل میں 'ہی' تھا جو اول हि ہوا اور حذف ह کے بعد صرف ह رہا ۔ اس کے بعد ह کلمے کے आ سے مل کر ऐ یا ए بنا ۔ 'ہی' کا ایک روپ اپ بھرنش میں हे بھی ہے ۔ اردو 'ہے' اس سے بھی لیا جا سکتا ہے (۱) ۔ 'کیلاگ' بھی اس سے متفق ہیں ۔ وہ کہتے ہیں اس خیال کی تائید 'کتے لوگ' وغیرہ فقروں سے ہوتی ہے (۲) ویلیش کا خیال ہے کہ یہ پراکرت کے مفعولی لاحقہ جمع ए سے لیا گیا ہے (۳) جیسے "پتّے" (پوتوں کو) 'چٹرجی اسے لاحقہ آلہ بتاتے ہیں ۔ گھوڑے' اپ بھرنش میں "گھوڑھی" تھا جو "گھوٹے بھی" (گھوڑوں کے ذریعہ) سے تراشا گیا تھا ۔ آلی لاحقہ جمع اردو میں بطور فاعلی لاحقہ جمع استعمال ہورہا ہے (۴) ۔ دھیریندر کے نزدیک سنسکرت ए سے لیا گیا ہے جو ضمائر (مذکر) میں بطور فاعلی لاحقہ جمع مستعمل ہے جیسے ते (وہ سب) इमे (یہ سب) 'بیمز' ہر چند اس کی اصل سنسکرت आः (واماہ = بہت سے رام) بتاتے ہیں جو بعض پراکرتوں (مثلاً ماگدھی) میں ए ہو گیا تھا ۔ لیکن ان کا خیال ہے کہ اس لاحقے کا کثرت کے ساتھ استعمال سنسکرت ए کی وجہ سے ہے ۔ اس سے انہوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ موجودہ آریائی زبانوں نے سنسکرت کو چھوڑ کر ہندوستان کی کسی قدیم ترین زبان سے فیض اٹھایا ہے (۵) ۔

---

(۱) گوڑین گرامر صفحہ ۲۱۰

(۲) ہندی گرامر پارہ ۱۵۶

(۳) اردو گرامر پ ۳۴ (۲) ب

(۴) بنگالی کا آغاز وارتقا پ ۳۸۳

(۵) تقابلی گرامر ج ۲ صفحہ ۲۰۵ ہندی گرامر پ ۱۵۶

قدیم 'هندآریائی' میں علامات جمع دو تھیں - ایک ए (इ + अ) دوسرے आ - 'فارسی' 'ـے ان' اور 'ها' دونوں ایک هیں اور شاید आ سے ماخوذ هیں - 'ها' 'پہلوی' میں ی - ہ - ا = 'یہا تھا اس لئے اس کی اصل ए بھی هو سکتی هے - سنسکرت کی فاعلی علامت مذکر आ هے جیسے راماہ (بہت سے رام) اس میں علامت مفعول 'ن' اضافہ کرکے مفعولی لاحقہ 'ـے ان' وضع کر لیا گیا - 'ـے ان' پر 'ـِ' بڑھانے سے 'ـے انِ' بنا اور 'ـے ام' بڑھانے سے 'ـے انام' - اول بے جنس کے لئے هے - اور ثانی اضافت کے لئے - مذکر ضمائر اور موصولات کے علاوہ دوسرے اسماء کی اعرابی حالتوں میں بھی 'ـے ے' هوتا هے - تمام قسم کی جموع انہی دو علامتوں سے کسی قدر ترمیم تبدیل اور تعلیل کے بعد وجود میں آئیں - ان کی اصل اور بنیاد یہی دو علامتیں هیں - میں ذیل میں 'رام' اور 'سرد' (تمام) کی گردان سے جمع کے صیغے دے رها هوں اور ان کا تجزیہ کر رها هوں - ان سے آپ کو یہ سمجھنے میں بڑی مدد ملے گی کہ مندرجہ بالا دو علامات جمع سے اعرابی حالتوں کا اظہار کس طرح کیا گیا -

۱ — رام کی گردان

(حالت کا نام)	(صیغہ جمع)	(معنی)	(لسانی تجزیہ)
(۱) فاعلی	رَامَاہ	بہت سے رام	رَام + ـَا (ہ)
(۲) مفعولی	رَامَانْ	راموں کو	رَام + ـَان
(۳) آلی	رَامَے - رَامِے	بھی راموں کے ذریعے	رَام + ـَے ے
(۴) مفعولی (ثانوی)	رَامِبْھِیہ	راموں کے لئے	رَام + ـِ ے + بھیہ

(۵) مجروری	"	راموں سے	" + " + "
(٦) ظرفی	رامیشُ	راموں کے اوپر	رامَ + ـے + شُ
(٧) اضافی	راماتام	راموں کا	رام + ـا + تام

۲—سرو کی گردان

(۱) فاعلی	سردے	وہ سب	سرد + ـے ـے
(۲) مفعولی	سردان	سب کو	سرد + ـا + ن
(۳) آلی	سردے - سردے بھی	سب کے ذریعے	سرد + ـے + بھی
(۴) مفعولی (ثانوی)	سرد بھیہ	سب کے لئے	سرد + ـے + بھیہ
(۵) مجروری	"	سبھوں سے	" + " + "
(٦) ظرفی	سردے شُ	سب میں	سرد + ـے + شُ
(٧) اضافی	سردے شام	سب کا	سرد + ـے + شام

اس تجزیے پر ایک اچٹتی ہوئی نگاہ ڈالنے ہی سے پتہ چل جاتا ہے کہ تمام اعرابی حالتوں میں 'ـا' یا 'ـے' پر دوسری علامات اعراب اضافہ کی گئی ہیں۔

'ـے یں' اور 'ـا ان' کی اصل سنسکرت بے جنس کی علامت ہے 'ـے یں' کی تبدیلیاں اس طور پر ہیں۔ 'ـا انی'۔ 'ـا ائیں۔ خानि ـے ین'۔ 'ـے ین' - आ اور इ مل کر اول ऐ ہوئے پھر ए (۱)۔ بھنڈارکر کا خیال ہے کہ اصل لاحقہ اپ بھرنش इँ ہے جو کلمے کے ख سے مخلوط ہو کر ए ہو گیا۔ جیسے رات + ـیں سے راتیں (۲)۔ 'ـان' اس طرح بنا کہ 'آنی' کی इ گرا کر न کو غنہ کر دیا گیا۔

---

(۱) دھیرتیلر پ ۳۴۲ چٹرجی پ ۳۸۳

(۲) لیکچرز صفحہ ۲۰۳

'ن' اور 'م' کو غنه کرنے کا رجحان قدیم اور درمیانی عہد کی پراکرتوں مین بھی تھا (۱) - کیلاگ اس کی اصل سنسکرت आः اور پراکرت आ بتاتے ہین جس کے آخر مین 'ں' غنه اضافه کر دیا گیا ہے - جیسے مکھیاں - مکشیکا = مکھیا (۲) - اگر یه صحیح ہے تو پھر 'ـِـ ین' کو بھی سنسکرت 'ـےـ' سے ماخوذ ماننا چاہئے - 'ـَـ ان' کی طرح 'ـِـ ین' مین بھی نون غنه اضافه کیا جا سکتا ہے - بھنڈار کر اسے بھی اپ بھرنش इँ ہی سے نکالتے ہین - اصل کلمے کا अ इ سے مخلوط ہو کر 'ـَـ ان' ہو گیا ہے - پنجابی مین ان الفاظ میں جن کا آخر الف ہے یه لاحقه جوں کا توں ملتا ہے - جیسے دوا سے دوائیں - بلا سے بلائین - اردو میں اس کا تلفظ ـےـ ین ہے (एँ) بیمز کا خیال ہے که سنسکرت 'ـَـ انام' کا اس پراثر ہے - گویا اردو 'ـَـ ان' سنسکرت 'ـَـ انی' اور 'ـَـ انام' کے میل ملاپ کا نتیجه ہے -

'ـُـ ون' کی اصل چٹرجی (۳) اور 'بیمز' وغیرہ علماء کے نزدیک اضافی لاحقه 'ـَـ انام' ہے جیسے چرم کار (چمار) چرم کارانام - چمارانام - چمارانم - چماران - چماروں - اس میں 'ـَـ ا' کو 'ـُـ و' سے بدلا گیا ہے - اور 'ن' بدستور غنه کیا گیا ہے - 'پراکرت' میں اس لاحقے کا روپ आरा تھاجو 'چند بردای' کے ہاں استعمال ہوا ہے - جیسے ''میہلانم مدّ سدّ نوپُریا'' (عورتوں کی پازیب کی شیریں آوزر

---

(۱) لکچرز صفحه ۵۰

(۲) کیلاگ پ ۱۵۶ (ب) لیکن اپنی کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں انہوں نے اس خیال سے رجوع کر لیا ہے - اور ان لاحقوں کی اصل انہوں نے 'ـَـ انی' بتائی ہے - (صفحه ۱۲۷)

(۳) چٹرجی پ ۴۸۵

بیمز کا بیان ہے کہ ہندی میں چونکہ آخر سے 'م' کو ا کر
'ن' کو غنہ کر لیا گیا تھ اس لئے اس کے عوض میں 'ے ا' کو
'ے و' سے بدل دیا گیا (۱) - 'بھنڈارکر' اسے فاعلی لاحقہ بتاتے
ہیں - 'پراکرت' میں فاعلی لاحقہ جمع (مؤنث) उ یا ओ ہے -
اس پر بے جنس لا حقہ म (غنہ) اضافہ کر دیا گیا ہے (۲) - 'ہورنلے'
نے ان تمام فاعلی اور غیر فاعلی لاحقوں کی اصل 'اپ بھرنش' آھو
اضافی لاحقہ قرار دیا ہے جس کے تین روپ ہیں - 'ह' हि اور हु - یہ
لاحقے اصل کلمے کے अ سے مل کر 'अह' अहि اور अहु بنے - اردو
میں ह گرنے کے بعد انہوں نے بترتیب आँ ' अँ ' एँ اور आँ کی شکلیں
اختیار کیں (۳) -

'اردو' کے یہ لاحقے 'ہند و پاکستان' کی بعض درسری جدید
آریائی زبانوں میں بھی ہیں - 'ے ان' 'سندھی' اور 'پنجابی میں ہے
جیسے جالاں بمعنی عورتیں (سندھی) اور گلاں بمعنی باتیں (پنجابی)
'ے یں' 'مرہٹی' میں ہے - جیسے پھل سے پھلیں اور 'ے وں' 'سندھی'
اور گجراتی میں جیسے گھوڑیوں - جالوں وغیرہ - لیکن یہ 'ے وں'
محدود اور اشباعی ہے -

'ے اں' اور 'ے یں' میں سے اول زیادہ قدیم معلوم ہوتا ہے
اور شاید اس پر 'فارسی' علامت جمع 'ے ان' کا اثر بھی ہے - 'دکنی'
اور 'گجراتی' 'اردو' میں اس کا استعمال زیادہ تھا - فاعلی اور غیر
فاعلی دونوں حالتوں میں جیسے "چارلوکاں یں" اور سلطاناں کی
سلطنت" (سب رس) اس میں مذکر و مؤنث کا کوئی فرق نہ تھا -

---

(۱) بیمز ج ۲ صفحہ ۲۱۹

(۲) بھنڈار کر صفحہ ۲۰۳ (۳) گوڑیں گرامر صفحہ ۱۹۸

ہو سکتا ہے کہ یہ علامت 'اردو' میں 'سندھی' اور 'پنجابی' سے درامد ہوئی - 'مارواڑی' میں اس کا استعمال تھا اس لئے 'مارواڑی' سے بھی یہ لی جاسکتی ہے - 'سیندھ اور 'پنجاب' کی زبانوں پر 'فارسی' کااثر سب سے پہلے اور سب سے زیادہ ہوا - مشرقی 'ہندی' میں بھی اس کارواج تھا - گھوڑو ے اور گھوڑ واں دونوں ساتھ ساتھ اس میں مستعمل ہیں -

'ون' 'اردو' میں فاعلی حالت میں بھی استعمال ہوا ہے - برسون اس نے محنت کی - لاکھون آدمی جمع تھے - 'امین' دکنی کا شعر ہے -

وہ دوزخ کی اگن کورب نے دھوئی - کئی لاکھون وران جل میں ڈبوئی

شاید یہ سب غیر فاعلی حالتیں ہین - ان مثالون میں حرف جر مقدر ہے - 'برسون' اصل میں 'برسون تک' تھا - 'لاکھون آدمی' لاکھوں تک آدمی - یہی حال 'لاکھون وران' کا ہے - لاکھون تک وران (ورسان = سالان) تقدیر کی اور مثالیں بھی ہیں - راتون جاگتاہے - راتون میں جاگتاہے یا راتون تک جاگتاہے - بھوکوں مرگیا بھوکون سے مرگیا - بھوکون - فکرون اور نظرون وغیرہ کو بعض علماء مجروری (آلی) بتاتے ہین - پرو فیسر 'شیرانی' نے محمدامین دکنی کا یہ شعر نقل کر کے -

بٹی کا حال دیکھا آکے نظرون - کمر گئی ٹوٹ اس دھشت کے فکرون

لکھا ہے کہ نظرون اور فکرون کا 'ون' مجروری علامت ہے جیسے 'پنجابی' میں پچھون (پیچھے سے) اور ہاتھون (ہاتھ سے) (۱) - شیام 'سندرداس' نے انکھون - کانون وغیرہ مثالیں دے کر 'امیر خسرو' کا یہ قول تائید میں پیش کیا ہے (۲) -

---

(۱) پنجاب میں اردو صفحہ ۸۷

(۲) ھندی بھاشا اور ساھتیہ صفحہ ۱۵۲

خسرو واکو آنکھوں د یٹھا

مجھے یہ صحیح معلوم نہیں ہوتا - 'امین' کے شعر اور 'خسرو' کے قول میں 'ــون' علامت جمع ہے اور حرف 'سے' اس کے بعد مقدر ہے - لظرون اور فکرون اصل میں 'نظرون سے' اور فکرون سے تھا - آنکھون دیکھا - آنکھوں سے دیکھا - اس کا ثبوت 'امین' دکنی ہی کے ایک مصرع سے ملتا ہے - اس میں بھوکوں' کے بعد 'سے' موجود ہے -

لگے بھوکوں سے مرنے وے سبھی لوگ

'دکنی' اور 'گجراتی' اردو میں اکثر علامات و حروف معنوی مثلاً نے' کو' سے' پر تک وغیرہ حذف ہو جاتے تھے - تخفیف اور سہل انگاری کے سوا اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ اس وقت دکن کی زبان خام اور نا تمام حالت میں تھی - اس میں پوری طرح پختگی کا رنگ نہین آیا تھا اس لئے قواعد اور اصول کے اعتبار سے اس نوع کی ناہمواری کا رونما ہو جانا اس مین کچھ ناگزیرسا تھا - امین کے مصرع "وہ دوزخ کی اگن کورب نے دھوئی" پر غور کیجئے - اس مین فعل مذکر ہونا چاھئے یا 'اگن' کے بعد 'کو' نہین انا چاھئے - نظم کی زبان مین ناھمواری کی وجہ وزن اور عروض کی سخت اور کڑی پابندیان بھی ہو سکتی ھین - اور اس قسم کی تمام بے قاعدگیون کو شعری ضرورت پر محمول کیا جا سکتا ہے (۱) -

---

(۱) ملاحظہ فرمائیے رلقم کا مقالہ "کچھ اردو کے متعلق" مطبوعہ رسالہ ساقی سالنامہ ۱۹۵۲ع

آخر میں یہ عرض کرنا بے جا نہ ہوگا کہ قدیم 'ھندی' میں جمع مؤنث کی فاعلی حالت کا ایک لاحقہ "ہیں" تھا جو شورسینی اپبھرنشی' میں عام طور سے مستعمل تھا - عام طور سے اس لئے کہ وہ ہر نوع کے اسماء میں جوڑا جاتا تھا چاہے ان کے آخر میں ے ہو یا بے - قدیم 'ھندی' میں یہ ان اسماء کے آخر میں اضافہ کیا گیا جو 'ی' پر منتہی ہوتے تھے - جیسے پوتھی سے پوتھیں - اور 'پنجابی' میں الف پر ختم ہونے والے اسماء میں جیسے بلائیں اور دوائیں - 'اردو' کے مشتقات مثلاً تھی - ہوتی - ہوئی-وغیرہ کی جمع اب بھی "ہیں" کے اضافے سے بنتی ہے (۱) - جیسے -

تھی	تھیں
ہوئی	ہوئیں
ہوتی	ہوتیں
ہوگئی	ہوگئیں
ہوچکی	ہوچکیں

گی - گیں - چلی - چلیں - اٹھی - اٹھیں وغیرہ - اچھی - اچھیں - بری - بریں - ان تمام افعال و صفات کی جمع (مؤنث) قدیم زمانے میں 'ـِیاں' کے اضافے سے بنتی تھی - چلیاں - بھلیاں - 'سودا' کا شعر ہے (۲) -

جب لبوں پر یار کے مسی کی دھڑیاں دیکھیاں
جوں زحل کی ساعتیں اس دل پہ کڑیاں دیکھیاں

---

(۱) بیمز ج ۲ صفحہ ۲۰۲

(۲) پنجاب میں اردو صفحہ ۱۰۷ (طبع دوم)

ج — اعرابی حالت

سنسکرت میں اسم کی اعرابی حالتیں آٹھ ھیں - ویسے تو یہ حالتیں ھند و پاکستان کی جدید آریائی بولیوں میں بھی ھیں لیکن 'سنسکرت' میں ان آٹھ حالتوں کے لاحقے کلمے کے ساتھ متصل ھوتے تھے اور کلمے کا ایک جزو سمجھے جاتے تھے اور بعض حالتیں کلمے میں ایک خفیف سا تغیر کرنے کے بعد حاصل کرلی گئی تھیں - جیسے نرہ (وہ ایک مرد) نرے (مرد پر) نرین (مرد کے ذریعے) - جدید بولیوں میں اکثر جداگانہ اور آزاد کلمات کے ذریعے ان حالات کا اظہار کیاجاتا ھے - سنسکرت کی اعرابی حالتیں تالیفی ھیں اور جدید زبانوں کی تحلیلی -

سنسکرت کی تالیفی حالتوں کے کچھ آثار موجودہ زبانوں میں بھی ملتے ھین - کھیں باقاعدہ اور مطرد طور پر اور کھیں یونہی مٹے ھوئے نشانوں کی طرح - ھند و پاکستان کی موجودہ زبانوں میں سے سندھی اور مرھٹی میں تالیفی حالتیں سب سے زیادہ ھیں اور اردو میں سب سے کم - باقی زبانیں بیں بیں ھیں - ظرفی حالت قریب قریب ھر زبان میں ھے - کھیں 'ــِ ے' کے روپ میں - اور کھیں 'ــِ' کے روپ مین - اردو ھر چند اس باب میں بہت ھی سادہ زبان ھے لیکں سنسکرت کی ظرفی حالت کی بعض مثالیں اس بھی میں ھیں جیسے - کنارے - سہارے - آگے - تلے - نیچے - پیچھے وغیرہ - ان کلمات میں آخر کی 'ے' سنسکرت کی ظرفی علامت 'ـے' کا بقیہ ھے - اس کے بعد آلی حالت ھے - یہ مرھٹی اور گجراتی کے ساتھ ساتھ بنگالی روز مرہ میں بھی ھے - مجروری سندھی مرھٹی اور پنجابی کے سوا اور کہیں نہیں - مفعولی ثانوی حالت صرف مرھٹی میں ھے -

جدید دیسی زبانون میں اسم کی دو "صورتیں ھیں - فاعلی یاقائم - غیر فاعلی یا مغیرہ (محرف) پھر ان میں سے ھر ایک کی دو قسمیں ھیں - 'واحد' اور جمع' - فاعلی حالت قدیم فاعلی حالت کے قائم مقام ھے - غیر فاعلی حالت بقیہ حالات میں سے کسی ایک یا زیادہ حالتوں کی نمایندہ ھے—اسم کی غیر فاعلی حالت ایک بنیادی حالت ھے - بقیہ حالتین اس سے اس طرح حاصل کرلی جاتی ھیں کہ مختلف معانی واحوال ظاھر کرنے والے حروف و صلات اس میں جوڑ دئے جاتے ھیں - قدیم آریائی زبانون میں اسماء مختلف اقسام کے تھے اور ان میں سے ھر ایک کی گردان جدا تھی - جدید زبانوں میں اسماء قریب قریب ایک جیسے ھیں اور ان کی گردانیں سب ملتی جلتی ھیں -

'اردو' میں اسماء کی فاعلی اورغیر فاعلی حالت میں کچھ زیادہ فرق نہیں - جن اسماء و صفات کے آخر میں الف ھے غیر فاعلی حالت میں ان کا الف 'ی' سےبدل جاتا ھے - جیسے گھوڑا (فاعلی) گھوڑے (غیر فاعلی) پنکھا - پنکھے - لڑکا - لڑکے - چوتھا - چوتھے - خالص 'سنسکرت' اور 'فارسی' و 'عربی' الفاظ اور کچھ رشتے بتانے والے کلمے اس سے خارج ھیں - وہ دوسرے اسماء کی طرح دونوں حالتوں میں یکسان رھتے ھیں - جیسے راجا - دریا - چچا - مثنی راجا آیا - راجاے حکومت کی - چچا کودیکھا-دریا مین کشتی جلتی ھے - مثنی - نے کہا - یہ کلمات مختلف حالتوں میں ھیں (۱) ان میں تبدیلی نہ ھونے کی وجہ یہ ھے کہ ان اسماء کا الف اصلی ھے اور 'سنسکرت' تدبھو اسماء کا

---

(۱) ملاحظہ فرمائیے راقم کا مقالہ "اردو الفاظ کی حالت محرف" مطبوعہ "اردو" اکتوبر سنہ ۵۱ع

الف فاعلی حالت کی ایک علامت ہے - غیر فاعلی حالت میں فاعلی علامت گر جاتی ہے اور اس میں تصرف کر لیا جاتا ہے لیکن کلمے کا جز و اصلی اپنے حالت پر قائم رهتا ہے -

اسم کی غیر فاعلی حالت کی تاریخ بڑی دل چسپ ہے - کیلاگ اور هور نلے اسم کی غیر فاعلی حالت اور صیغہ جمع کی فاعلی حالت کو ایک بتاتے هیں - ان کے خیال میں یہ 'سنسکرت' اضافی لاحقے स्य (سْی) سے حاصل کی گئی تھی - स्य - सि - हि - ह्रे - ए یہ اس کے مختلف تغیرات هیں (۱) - 'بھنڈار کر' بھی اسے اضافی حالت هی سے ماخوذ بتاتے هیں (۲) - لیکن 'چٹرجی' کو اس سے اختلاف ہے - ان کے نزدیک یہ اسم کی ظرفی حالت ہے - ए قدیم 'آریائی' میں "ادھی" تھا - 'پالی میں ''دھی'' هوا - 'پراکرات' میں ''ھی'' یا ''هم'' (۳) - ''ھی'' یا ''هم'' 'سنسکرت' 'بھی یا بھم سے بھی لئے جاسکتے هیں - ''گرہ‌دھی'' یا ''گرہ بھم'' = گھرھی یا گھر هم = گھرے یا گھریں - اس کا امکان بھی ہے کہ 'پراکرات' 'ھی' یا 'هم' کو 'سنسکرت' ''سُمِن'' (میں) سے ماخوذ مانا جائے - اس صورت میں اس کے درمیانی حلقے یہ هوں گے - سمن = مھن = مھی = بھی = ے (یحذها) (۴) - مگر سیدھی سادی بات یہ ہے کہ 'اردو' کی اس غیر فاعلی حالت کو، جیسا کہ وہ حقیقت میں ہے، ایک تعمیری اور بنیادی حالت فرض کیا جائے - اس لئے کہ وہ 'هند و 'پاکستان' کی

---

(۱) هور نلے صفحہ ۲۱۰

(۲) لیکچرز صفحہ ۲۴۳

(۳) بنگالی ب ۴۹۹

(۴) اودھی کا ارتقا صفحہ ۱۳۴

قدیم و جدید زبانوں میں قریب قریب اسم کی تمام اعرابی حالتوں میں ملتی ہے - ماگدھی اور اردھ ماگدھی میں اسم کی فاعلی حالت 'ــُـ ے' تھی - سنسکرت کی' مفعولی ثانوی اور اضافی حالتوں میں بھی ے' ہوتا تھا - آلی حالت کا لاحقہ و یسے توــِ ' یں' ہے لیکن 'پراکرات' میں حذف 'ن' کے بعد وہ ' - ے' کی شکل میں رہ گیا - ظرفی میں ' - ے' ہوتا ہی ہے - یوں کہئے کہ تمام اعرابی علامات میں سے زیادہ عام' کثیرالاستعمال اور ہمہ گیر لاحقہ '--ے' ہے جو اکثر حالتوں میں پایا جاتا ہے - اس لئے 'اردو' اور بعض دوسری زبانوں میں اس لاحقے نے ایک اہم بنیادی صورت اختیار کرلی تمام حروف و صلات جو اعرابی حالتیں بتاتے ہیں اسم کی اسی صورت پر اضافہ کئے جاتے ہیں -

بیمز نے بھی اس سے ملتی جلتی بات کہی ہے - وہ '--ے' کو ایک عام اور ہمہ گیر لاحقہ بتاتے ہیں - ان کا خیال ہے کہ اس کو اسی ہمہ گیری اور عمومیت کے باعث 'اردو' وغیرہ زبانوں میں غیر فاعلی حالت کے لئے اختیار کر لیا گیا - اس لاحقے کی ہمہ گیری ان کے نزدیک اس اشتباہ واختلاط کی رہیں منت ہے جو ہند و پاکستان کی زبانوں کے دور دوم میں رونما ہوا - پہلے مفعولی (ثانوی) اور اضافی حالتوں کا فرق مٹا - اس کے بعد فاعلی اور مفعولی کا - مہاراشٹری' میں' جو اس عہد کی زبانوں میں 'سنسکرت' سے زیادہ قریب ہے' صرف حسب ذیل چار لاحقے تھے جو اسم کی غیر فاعلی حالتوں میں استعمال کئے جاتے تھے - 'ـِـ یں' - 'ــ ادُو' - 'اسّ' - اور 'ـِـ ے' - 'شورسینی' میں 'ــ ادو' کی جگہ आ یا आहि بولا جاتا تھا اور 'ماگدھی' میں 'اسّ' کا روپ आ تھا -

تیسرے دور میں یہ لاحقے چھٹ چھٹا کر صرف تین رہے - 'ے ادو' یا 'ے ا ھے' (مجروری) ے ا ھے یا ے ا ھو (اضافی) ے ے' ے اور ے اھم (ظرفی) - اس کے بعد جب جدید بولیوں کے دور کا آغاز ھوا تو اعرابی لاحقوں کا نام و نشان مٹ گیا - چند بردائی کے راسو میں صرف ایک لاحقہ ہے چار مختلف حالتوں یعنی مفعولی (ثانوی) ظرفی، مجروری، اور اضافی کے لئے استعمال ھوا ھے - اس زمانہ میں آلی کے لئے اگر چہ لاحقہ 'ے یں' بھی تھا لیکن جب 'ھی' کٹ کر 'ے ے' ھوا تو اس کے ساتھ 'ے یں' چھٹ کر 'ے ے' رہ گیا جو بلا امتیاز اسم کی ہر حالت پر اضافہ کیا جانے لگا - اسم پر آزاد کلمات 'سے' پر' 'کو' وغیرہ کا اضافہ اس زمانے کے لگ بھگ ھوا - اس لحاظ سے اردو کا غیر فاعلی 'ے ے' کسی ایک حالت کا نمائندہ نہیں - بلکہ مختلف حالتوں اور ان کی گونا گون علامتوں کی ایک مٹی ھوئی سی نشانی ھے (۱) -

اس کے علاوہ اردو میں کچھ قدیم تالیفی علامتوں کا استعمال بھی دیکھا گیا ھے - چٹرجی کہتے ھیں کہ ''دھیرے چلو'' میں دھیرے آلی حالت میں ھے - اردو میں 'ــے' آلی بھی ھے اور ظرفی بھی - مگر ظرفی کی مثالیں اردو میں زیادہ ھیں - 'تلے' تل کی ظرفی حالت ھے - یہ لفظ اس شکل و صورت میں 'اپ بھرنش' میں بھی تھا - ماتھے - سہارے - ندی کنارے - اس کی چند مثالیں ھیں - اردو میں ظرفی حالت کے لئے 'ں' غنہ بھی دیکھا گیا ھے - امین کے اس شعر میں -
بہت آرام تھا ساری خلق کوں - نہ مارے کوئی اس راتیں پلک کوں
'راتیں' ظرفی حالت میں ھے - 'اس راتیں' یعنی اس رات میں -

---

(۱) تقابلی گرامر بیمز ج ۲ پارہ ۴۶

'اردو' کی اعرابی حالتیں اور ان کے لاحقے حسب ذیل ھیں -

(حالت کا نام)	(لاحقہ)	(مفرد)	(جمع)
فاعلی -	ے-ا - ہِ - ے (۲)	گھوڑا	گھوڑے
مفعولی -	کو - کے تئیں	گھوڑے کو - کے تئیں -	گھوڑوں کو - کے تئیں
مفعولی (ثانوی) -	کوُ - کے لئے	گھوڑے کے لئے	گھوڑوں کے لئے
آلی - سببی -	نے - سے	گھوڑے نے - سے	گھوڑوں سے - نے
مجروری -	سے	گھوڑے سے	گھوڑوں سے
اضافی -	کا - را (میرا)	گھوڑے کا	گھوڑوں کا
ظرفی -	میں - پر - پہ	گھوڑے پر	گھوڑوں پر
ندائی -	' - ے ' ُ ے و ' (۲) (او)	گھوڑے (او)	گھوڑو

۱ــ فاعلی

سنسکرت اور پراکرت میں مذکر' مؤنث' اور بے جنس کے لئے جدا جدا فاعلی علامتیں تھیں جو ارتقائے لسان کے ساتھ ساتھ کم ھوتی چلی گئیں - 'سنسکرت' میں اسم کی کم و بیش ایک درجن قسمیں ھیں اور ھر قسم کی گردان دوسری سے الگ اور مختلف ھے - پراکرت کے آخری دور تک پہنچتے پہنچتے اسماء کی صرف چھ قسمیں رہ گئیں - اپ بھرنش عہد میں فاعلی حالت کی کوئی مخصوص علامت نہ تھی - اصل کلمہ لاحقہ یا علامت اضافہ کئے بغیر فاعل کے لئے استعمال ھوتا تھا - مفتوح الا واخر اسماء کی فاعلی اور مفعولی حالت میں کوئی فرق نہ تھا - دونوں حالتوں

---

(۲) یہ علامتین مذکر اسماء کے ساتھ خاص ھین جن کے آخر مین الف ھے -

میں اسم کے آخر میں 'ے' ہوتا تھا جیسے 'گتہ' (گیا) سے गत या गओ
جमलोउ (دار فنا کو) यमलोकम
ہند و پاکستان کی جدید بولیوں میں فاعل کی بصورت افراد کوئی خاص علامت نہیں - 'سندھی' میں 'پراکرت' کے "ـو" کو جو مفتوح الا و اخر مذکر اسماء کی علامت ہے مختصر کرکے "ـُ" بنا لیا گیا ہے - جیسے ہتھُ - یہ "ـُ" قدیم 'مرہٹی' اور قدیم 'ہندی' میں بھی تھا (۱) مگر دوسری زبانیں اس سے خالی ہیں - 'اردو' میں آخری حرف کے اعتبار سے تدبھو اسماء کی حسب ذیل دو قسمیں ہیں -

(۱) صحیح الاواخر - وہ اسماء جن کے آخر میں کوئی حرف صحیح ساکن ہے - جیسے رات - بات - چور - یہ اسماء 'سنسکرت' میں معلول یا متحرک الاخر تھے - رات راترِ تھا - بات وارتا اور چور چورہ - جدید بول چال کی زبانوں کا عام رجحان یہ ہے کہ ان میں بیشتر معلول یا متحرک الاواخر اسماء کی حرکت یا علت ان کے آخر سے گرا دی گئی ہے - انفرادی حالت میں اس قسم کے تمام اسماء ساکن الاواخر ہیں -

(۲) معلول الا واخر - وہ اسماء جن کے آخر مین کوئی حرف علت ہے - یہ کئی قسم کے ہیں -

الف - جن کے آخر مین 'ا' ہے - جیسے گھوڑا - گھڑا - لڑکا
ب - جن کے آخر میں 'و' ہے - جیسے بچھو' - الو - آنسو
ج - جن کے اخر مین 'ی' ہے - جیسے موتی - مچھلی - بکری

---

(۱) بھنڈارکر صفحہ ۲۰۲

۵ - جن کے اخر مین 'ـِ یا' ھے - جیسے بچھیا - کتیا - چوھیا

۵ - جن کے اخر مین 'ـُ وا' ھے - جیسے بھڑوا - گھڑوا - جوروا

۶ - جن کے اخر مین 'ـَ او' ھے - جیسے - باؤ - ناؤ - تاؤ

آخری قسم کے اسماء کا 'و' उ کا قائم مقام ھے یا औ کا - اس قسم کے اسماء مین 'ں' غنه بھی دیکھا گیا ھے جو کہیں 'و' سے پہلے لکھا گیا ھے اور کہین 'و' کے بعد - جیسے گاؤں - یا گانو - پاؤں یا پانو - چھاؤں - یا چھانو - داؤں - یادانو - یه انو ناسک یا غنه 'ـَ ا' 'ـِ ی' 'ـُ و' 'ـَ و' وغیرہ تمام علتوں کے ساتھ مخلوط ہوتا ھے - جیسے جوں - گیہوں - بھوں - سائیں - دایاں - بایاں وغیرہ

کچھ اسماء یاے مجہول پر ختم ہوتے ھین 'اردو' مین ان کی تعداد بہت کم ھے - یه یائے مجہول 'سنسکرت' مرکب حرکت ए (अ + इ) کے قائم مقام ھے - جیسے گاے - راے - گاے کو گاؤ اور رائے کو راؤ بھی کہتے ھیں - اس صورت مین یه پہلی قسم مین شامل ہوں گے - فارسی جاے - پاے کا شمار بھی انھی اسماء میں ھے -

ان اسماء کی یه صورتین فاعلی حالت میں قائم رھتی ھیں - ان میں سے وہ اسماء جن کے آخر میں 'ا' ھے سنسکرت کے مذکر اسماء کی فاعلی حالت سے ماخوذ ھیں - ان اسماء کے آخر سے پراکرت عہد میں حروف صحیح گرنے کے بعد ان کی حرکت باقی رھی جو ما قبل حرف کی حرکت سے مخلوط ہو کر کھنچ گئی - مثلاً گھوڑا اور گھڑا اصل میں گھوٹکه اور گھٹکه تھے - 'ک' گرنے کے بعد اس کا زبر باقی رھا جو 'ٹ' کے فتحه سے مخلوط ہو کر 'ا' بنا - اس طرح گھوڑا اور گھڑا ھوا - جہاں حرکتیں مختلف تھیں وھاں ثانی حرکت

اول کی لسبت سے 'ی' یا 'و' سے بدل گئی جیسے چوھیا سنسکرت میں 'موشکا' تھا - موشکا - موسِ ے ا - موسیا - موھیا - چوھیا اور بھڑوا بھاٹکہ - بھاٹُ ے ہ - بھاٹوہ - بھاڑوا - بھڑوا - (۱) یا ثانی حرکت حذف ھوگئی اور اس کے عوض میں اول حرکت کھنچ گئی - جیسے گھوٹکا سے گھوڑی - مکشکا سے مکھی - مرتکا سے مٹی - بالکہ سے بالو' - مامکہ سے ماموں - بھلّکِہ سے بھالو - آلو اور آنسو و غیرہ اصل میں آلوک اور اشُرُ تھے - اول کا 'و' اصلی ھے اور ثانی کا ''و'' ضمہ کے اشباع سے پیدا ھوا ھے -

۲—مفعولی—(اولی و ثانوی)

'اردو' میں مفعولی علامتیں تین ھیں - کو - کے تئین - کے لئے - ان میں سے ''کے لئے'' مفعول ثانی کے ساتھ خاص ھے - 'کو' کی اصلیت میں علماء لسانیات کا اختلاف ھے - 'بیمز' اور ھورنلے' اسے 'سنسکرت' ککشم (کوکھ) سے ماخوذ مانتے ھیں - (۲) اس کی درمیانی تبدیلیاں یہ ھیں - ککھم - کاکھم - کاھُم - کُہم - کَوں - کُو - ان میں سے کَہم - کَوں اور کُوں 'چند بردای' کے یہاں استعمال ھوئے ھیں - 'سورداس' کے یہاں کُو - کُوں اور کَوں ملتے ھیں - اس کا ایک روپ کھم 'تلسی داس' کے یہاں ھے - کوں خاص 'برج' کی چیز ھے - گمان غالب یہ

---

(۱) بیمز نے بھٹک یا بھاٹک کو بھٹ سے مشتق مانا ھے جس کے معنی ھیں اجرت پر دینا - بھاٹک وہ ھے جو بھاٹ یا بھاڑ کہاتا ھے اور عورتوں سے کمائی کراتا ھے - (جلد ۲ صفحہ ۳۹)

(۲) بیمزج ۲ پ ۵۶۵ و ھورنلے پ ۲۷۵

ھے کہ 'برج' کوں کا ماخذ 'کا ھم' ھے اور 'اردو' 'کو' کا 'کھم' -

اس اشتقاق پر کئی اعتراض ھیں - اول یہ کہ ککش 'سنسکرت' مین اور کاکھہ پراکرت میں مفعولی معنی میں کبھی استعمال نہیں ہوے - دوسرے 'ککش' کے لغوی معنی کا مفعول کے مفہوم سے کوئی لگاؤ نہیں (۱) - 'بھنڈار کرنے ویسے تو 'کو' کا ماخذ 'پراکرت' 'کہم' کو ٹھرایا ھے لیکن یہ ان کے نزدیک سنسکرت 'ککش' کا بگاڑ نہیں بلکہ 'سنسکرت' किम کی اضافی یا مجروری حالت ھے - ہے اپ بھرنش مین اضافی بھی ھے اور مجروری بھی - تعلیل کے لحاظ سے یہ کوئی نئی بات نہیں - فرق صرف ماخذ کی اصلیت کا ھے - 'بیمز' کے نزدیک 'کہم' 'ککھ' کی مفعولی حالت ھے اور 'بھنڈار کرکے نزدیک 'کم' کی اضافی یا مجروری حالت - ڈاکٹر 'ٹرمپ' کا خیال ھے کہ 'کو' سنسکرت اسم مفعول कृत سے نکلا ھے جو 'پراکرت' میں किता یا किओ ھوا - پراکرت میں कद اور कत بھی تھے - اس پر دھیریندر کو اعتراض ھے کہ قدیم ھندی میں علامت مفعول 'کہم' ھے - اس میں 'ہ' کہاں سے آئی (۲) -

بھنڈار کر فرماتے ھیں کہ 'کوں' کا 'ں' غنہ اس اشتقاق کی صورت میں اصلی اور بنیادی نہیں رہتا (۳) - بیمز بھی اس سے متفق نہیں - ان کے نزدیک کرتم سے مفعول کے معنی ادا نہیں ہوتے - وہ کہتے ھیں کہ 'سنسکرت' कृत کی آلی حالت कृतेन اور ظرفی कृते ھے - یہ کلمہ صرف ان دو حالتوں میں مفعولی معنی دیتا ھے - سنسکرت مین कृते 'لئے' اور واسطے

(۱) ھندی بھاشا صفحہ ۱۴۰ و بھنڈار کر صفحہ ۲۴۶

(۲) ھندی بھاشا پ ۲۴۶

(۳) لیکچرز صفحہ ۲۴۶

کے معنی میں استعمال ہوا ہے - ایک قیاس اور بھی ہے - وہ یہ کہ 'کو' پراکرت میں امھاکم (ھمارا) تھا جو 'سنسکرت' اسماکم کی بگڑی ہوئی صورت ہے - آکم یا کم صورت بدل کر 'کو' ھو گیا (۱) - اس صورت میں علامت مفعول کو اضافی حالت سے ماخوذ ماننا پڑے گا - کیلاگ نے اپنی گرامر کے پہلے ایڈیشن میں 'کو' کو 'کیرک' سے موضوع مانا تھا اور لکھا تھا کہ 'کیر کم' اور 'کیر کے' پراکرت میں بطور لاحقہ اضافت استعمال ھوتے تھے یہاں مفعول کے معنی میں استعمال ھوئے ھیں - ھرچند اضافی اور مفعولی حالتیں ایک دوسرے سے بہت قریب ھیں اور ان میں سے ایک کا دوسرے کی جگہ استعمال کچھ بعید نہیں - خود اردو میں ایک مصراع بابر کی طرف منسوب ہے - اس میں 'کو' کی جگہ 'کا' ہے -

مجبکا نہ ھوا کچھ ھوس مانک و موتی

'کا' کی جگہ 'کوں' بھی ملا ہے - وجھی کا شعر ہے (۲) -

بھا ایک نیں کاچ ھور ماچ کوں - لذت دیک ٹک دود اور چھاچ کوں

لیکن 'پراکرت' میں 'کیر کم' اور 'کیر کے' کبھی مفعول کے لئے استعمال نہیں ھوئے ۔ شاید اسی لئے کیلاگ نے دوسرے ایڈیشن میں اس خیال سے رجوع کر لیا -

'کے تئیں' اور 'کے لئے' کو ھورنلے نے 'کا' اضافی کی غیر فاعلی حالت بتایا ہے - لیکن زیادہ اچھا یہ ہے کہ اس کو مفعولی ثانوی لاحقہ سمجھا جائے اور سنسکرت 'کرتے' سے ماخوذ مانا جائے (کرتے - کئے - کے) یا کیھم سے نکالا جائے - ھیم چندر کا بیان ہے کہ کیھم اپ بھرنش

---

(۱) شیام سندر داس

(۲) اردو شہ پارے صفحہ ۹۰

میں 'لئے' اور وجہ سے' کے معنی ادا کرتا تھا 'شیام سندر' نے اس کی اصل 'پراکرت' कअ (کیا ہوا) بتائی ہے جو آلی لاحقہ جمع हि' سے مل کر اول कअहि' یا कयहि' ہوا اس کے بعد कोहि - 'تئیں' اور لئے کا حال بھی یہی ہے - 'تئیں' ہورنلے کے نزدیک ''ترتے' تھا - اس کے تغیرات یہ ہیں - تورتے - ٹوئے - تھئے - تئیں - 'کیلاگ' اور 'بیمز' کے نزدیک اس کی اصل 'ستھانے' ہے - 'بھنڈار کر' 'پراکرت' ठाहिं سے مشتق مانتے ہیں - ''رام تہم''رام کے وہاں یعنی رام کو - 'لئے' ہورنلے کے نزدیک 'لبھدے' تھا 'بیمز' लइ اور लभि بتاتے ہیں -

قدیم آریائی زبانوں مین مفعولی ثانوی حالت کا اظہار اسم مفعول کی ظرفی حالت سے کیا جاتا تھا - قدیم فارسی میں مفعولی حالت بتانے کے لئے جو کلمہ استعمال ہوتا تھا وہ ''رادے'' ہے جسے 'پلیٹس' ایک قدیم مادے 'راد' کی ظرفی حالت بتاتے ہیں - وہ کہتے ہیں کہ ''راد' آراستن اور پیراستن میں بھی ہے - مگر یہاں 'د' سین سے بدل گئی ہے - 'پہلوی' رائے' اور 'فارسی' 'را' رادے ہی کی پیداوار ہیں - 'سنسکرت' میں 'را' کے معنی دینا اور عطا کرنا ہیں - اس سے صفت کا صیغہ 'رات' ہے - جیسے 'دا' سے 'دات' (دیا ہوا) 'راد' 'فارسی' میں سخی کو کہتے ہیں - 'رادے' اصل میں 'راتے' تھا - اردو 'لئے' کی اصل یہی 'راتے' ہے (۱) 'ر' نے 'ل' کا روپ اختیار کر لیا اور 'ت' اور 'الف' دونوں تخفیف کی نذر ہو گئے - راتے - لاتے - لائے - لئے -

---

(۱) ہندوستانی گرامر صفحہ ۲۳۸

'تیں'، 'تئیں' قدیم اردو میں بطور علامت مفعول مستعمل تھے۔ ان کی اصل 'راتے' کا آخری جزو 'تے' ہو سکتا ھے - 'ں' غنہ اکثر اردو اسماء میں تزئین و تلحین کے لئے اضافہ ہوتا رہا ھے - آنسو، بھوں، اور چھانو، وغیرہ اسماء جن 'سنسکرت' کلمات سے ماخوذ ھیں ان میں انونا سک نہ تھا - اس کی ایک واضح مثال تلیں (نیچے) ھے - یہ 'تل' کی ظرفی حالت ھے - قاعدے کے مطابق 'تلے' ہونا چاھئے اور تلے ھی عام طور سے مستعمل بھی ھے - لیکن دکنی اردو میں 'ں' غنہ کے ساتھ کہیں کہیں تلیں بھی دیکھا گیا ھے - مثلاً اس جملے میں - ''ابراھیم کی نیت ثابت تھی تو کافران آگ میں سٹے انگارے پھول ہو پاؤں تلیں آئے'' (۱) -

ان کے علاوہ دیسی بولیوں میں کچھ اور کلمے بھی ھیں جو مفعول کے معنی ادا کرتے ھیں - یہ کلمے ھور نلے نے گنائے ھیں اور ان کی اصل بتائی ھے - ان کے آخری میں بھی ए ھے - مثلاً کنے - باٹے 'کرنے' اور 'وارتے' سے ماخوذ ھین - ٹھائے جس کی اصل 'ستھانے' ھے - پاھیں اور تائین کا ماخذ ھور نلے پکشے اور ترتے بتاتے ھیں - اردو 'مارے' بھی مفعولی معنی مین ھے اور 'مارنا' سے بنا ھے -

جس طرح رائے، لائے اور لئے 'راتے' سے ڈھلے ھیں اسی طرح 'کے' بھی 'کرتے' سے وضع کیا گیا تھا - کرتے 'پراکرت' میں اول हवा اور بعد میں 'کے' - یہ کلمہ 'پراکرت' میں لئے یا واسطے کے معنی میں مستعمل تھا - تہاکئے (تیرے لئے) 'کرپور منجری' ایکٹ ۲ شلوک ۱۰ میں ھے (۲) - کے اور 'لئے' دونوں ایک

(۱) سب رس صفحہ ۱۶۶

(۲) مبادی پراکرت ولنر صفحہ ۱۲۵

ڈھنگ سے بنے ہیں اور دونوں قریب قریب ہم‌معنیٰ ہیں - لیکن 'اردو' میں دونوں ساتھ ساتھ استعمال ہوئے ہیں - اس کی وجہ غالباً وہ اشتباہ ہے جو ہماری زبان کے آخری دور ارتقا میں مفعولی اور اضافی 'کے' میں ہوا اور اس پر اضافی معنی غالب آگئے - ادھر 'لئے' آزادانہ اسم کے طور پر استعمال ہونے لگا تھا اور یہ سمجھا جاتا تھا کہ وہ مستقل کلمہ ہے اس لئے ضرورت پڑی کہ کسی حرف کی مدد سے اسے سابق کلمے سے جوڑا جائے - یہ کام 'کے' نے انجام دیا - اس تقریر سے ظاہر ہوا کہ مفعولی ثانوی حالت کا وجود مفعولی حالت سے پہلے ہے - ان دونوں حالتوں کا فرق در اصل دوطرح کے افعال کی وجہ سے ہے - مفعول ثانی اول اول وہ ہوتا تھا جسے کوئی چیز دی جاتی تھی اس لئے اس کے بعد رات یا رائے (دیا ہوا) آتا تھا - 'حامد رائے' حامد دیا ہوا یعنی حامد جسے کچھ دیا جائے - سنسکرت میں مفعول ثانی کا نام سمپردان اور انگریزی میں Dative ہے (یہ دونوں 'دا' بمعنی دینا سے ماخوذ ہیں) اس لئے کہ اس مفعول کا تعلق عطا سے ہے اور یہ فعل 'دا' اوراس کے ہم معنی دوسرے افعال کا ہوتا ہے - مفعول اول باقی دوسرے افعال کا ہوتا تھا جن میں 'کرنا' زیادہ عام اور نمایندہ فعل تھا اس لئے مفعول اول کے بعد 'کرت' (کیا ہوا) یا 'کرتم' اضافہ کر دیتے تھے - حامد کرت (حامد کیا ہوا) یعنی‌وہ مفعول (کیا ہوا) جس پر فعل 'کرنا' کا وقوع ہوا - 'کو' کوں' ک' وغیرہ تمام علامات کرت سے بنی ہین اور اس اسم کو بتاتی ہیں جس پر کرنا یا اس قسم کے کسی فعل کا اثر ہوا -

سنسکرت مفعولی علامت अम بھی کچھ کم قدیم نہیں (۱) 'عربی' سامی زبان ہے لیکن مفعول بہ کی علامت اس میں بھی 'ـــَن' ہے جو صوتی اعتبار سے کسی طرح بھی 'ـــَم' سے مختلف نہیں - 'اردو' 'کو' جیسا کہ 'ٹرمپ' نے لکھا ہے 'کرتم' سے ماخوذ ہے कउ कउस - कअम - कतम ۔ کون-کو -یہ اس کے مختلف درمیان کے روپ ہیں - کہم بھی ان میں ایک حلقہ ہو سکتا ہے - 'ہ' جیسا کہ ڈاکٹر ویبر نے لکھا ہے ह حرف صحیح کے قائم مقام ہے - 'پراکرت' میں حرف صحیح کے عوض ایک 'ہ' بڑھادی جاتی تھی (۲) -

'تئیں' کی بابت غالب نے لکھا تھا کہ یہ پنجابی ہے - پنجاب احاطہ سے 'اردو' میں آیا - غالب کے زمانے تک یہ 'اردو' میں بولا جاتا تھا - وہ کہتے ہیں کہ ایک بڑھیا ہمارے ہاں نوکر تھی - یہ لفظ بولا کرتی تھی تو بیبیاں اور لونڈیاں سب اس پر ہنستی تھیں (۳) - اس میں تین لغت ہیں - 'تیں' یہ گجراتی سے 'اردو' میں آیا - اردو شہ پارے میں اس کی بہت سی مثالیں ہیں 'تئیں' یہ زیادہ عام اور کثیر الاستعمال ہے - ''تائیں'' یہ خالص 'پنجابی' ہے - 'اردو' میں استعمال نہیں ہوتا - 'کے تئیں'

---

(۱) میکس مولر نے 'ک' الحاقی اور 'م' مفعولی کو اس لاحقے کی اصل بتایا ہے اور بابوراجندر لال مترا کو اس سے اتفاق ہے (جرنل بنگال سوسائٹی ج ۳۳ صفحہ ۳۰۷)

(۲) بحوالہ بیمزج ۲ صفحہ ۲۵۶ - پنڈت مہابیر پرشاد دوویدی اور ہری اودھ کی رائے بھی یہی ہے - رھندی بھاشا اور اس کے ساھتیہ کا وکاس صفحہ ۸)

(۳) رقعہ بنام قدر بلگرامی

کی جگہ اردو میں تنہا کے بھی استعمال ہوا ہے - (شہ پارے صفحہ ۳۲۷) کتئیں بھی دیکھا گیا ہے (صفحہ ۳۳۵) جس سے یہ خیال گزرتا ہے کہ شاید یہ ایک کلمہ ہے اور 'سنسکرت' "کرتے" سے چھٹ کر بنا ہے -

'لئے' کو بھنڈارکر 'لگ' سے ماخوذ مانتے ہیں جس کے معنی ہیں 'لگنا' اور 'چمٹنا' - اس سے متعدی مصدر "لاؤنا" یا 'لائنا' بنا - 'لئے' ان کے خیال میں 'لای' تھا - یہ ماضی معطوفہ ہے - 'لای' بمعنی لاے کر یا لا کر - دکنی میں لانا لگانے کے معنی میں مستعمل تھا - یہ لاؤنا یا لائینا سے مخفف کیا گیا تھا - اس کے تغیرات اور مختلف حلقے اس طور پر ہیں - لگاؤنا - لاؤ نا (بحذف گ) لانا - یہ فعل بھی اس شکل و صورت میں گجراتی سے لیا گیا ہے - 'اردو' میں لگنا صحیح اور فصیح ہے 'لئے' واسطے اور غرض سے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس کے مفہوم کا لگنا یا چمٹنا سے بہت دور کا تعلق ہے - اس لئے بھنڈارکر کا یہ اشتقاق بعید از قیاس نظر آتا ہے -

۳— اضافی

'اردو' میں علامت اضافت 'ک' ہے جس کی تین حالتیں ہیں - کا واحد مذکر کے لئے 'کی' واحد اور جمع مؤنث کے لئے - 'کے' جمع مذکر کے لئے - علامت اضافت میں یہ اختلاف بعد میں آنے والے اسم (مضاف) کے اعتبار سے ہوتا ہے - حامد کا لڑکا - محمود کی لڑکی یا لڑکیاں - حمید کے لڑکے - دکنی اردو میں جمع مؤنث کے لئے "کیاں" استعمال ہوتا تھا - جیسے حامد کیاں لڑکیاں -

اس کی اصلیت میں اختلاف ہے - کچھ علماء اسے 'سنسکرت' لاحقہ فاعلی इक یا अक سے ماخوذ مانتے ہیں - کا یک (جسمانی) رومک (روم کا رہنے والا) شیام سندر داس کہتے ہیں کہ قدیم 'هندی' میں 'کا' کی جگہ صرف 'ک' استعمال ہوتا تھا (۱) . 'تلسی داس

(۱) ساهتیه صفحه ۱۴۳ -

اور 'کبیرداس' کے علاوہ 'ودیاپتی' کے یہاں بھی یہ 'ک' ملتا ہے - جیسے سجنک پریتی پاشانڑ سم ریھا (۱) - (اچھے آدمی کی محبت پتھر کی لکیر ہے) اس میں ''سجنک'' اضافی حالت میں ہے جو سجن (اچھا انسان) اور 'ک' اضافی کا مجموعہ ہے - اردو 'کا' 'سنسکرت' क سے ماخوذ ہے - ڈاکٹر ٹرمپ' کا خیال بھی یہی ہے (۲) - ایک خیال یہ ہے کہ 'اردو' 'کا' 'پراکرت' इक्क یا अक्क سے حاصل کیا گیا ہے - یہ دونوں خیال ایک ہیں - 'پراکرت' 'اک' ظاہر ہے 'سنسکرت' 'ک' ہی کا ایک روپ ہے -

ایک تیسرا مسلک بھی ہے اور وہ اکثر علماء لسانیات کا ہے - 'پراکرت' میں ''کیرکم'' اور کیر ے و - بطور لاحقہ اضافت اکثر استعمال ہوئے ہین اور اردو 'کا' کی طرح تذکیر و تانیث کے اعتبار سے ان میں تبدیلیان بھی ہوئی ہیں - 'کیرے و' کا مؤنث ''کیرےا'' تھا جو 'کیر کا' سے بنا تھا - یہ کر پور منجری' میں ہے (۳) - 'ماگدھی' میں یہ کیلکے ہے - 'کیرےو' سے 'کیرو' اور 'کیرےا'' سے 'کیری' وجود میں آئے - یہ روپ چند بردائی کے 'راسو' میں ہیں - مثلاً -

(۱) ''دورے گج اندہ چوھان کیرو'' (چوھان کے ھاتھی اند ھے بن کے دوڑے)

---

(۱) بیمز جلد ۲ صفحہ ۲۸۱

(۲) بحوالہ جرنل بنگال سوسائٹی جلد ۳۳ صفحہ ۹۸ء

(۳) ولنر مبادیات پراکرت صفحہ ۱۱۵

(۲) "بھدی درشٹی سوں درشٹی چوھاں کیری"، (چو ھان کی نظر اس منظر کو دیکھ کر جاتی رھی) 'تلسی داس' کا 'کر' اور کرِ بھی 'کیر' اور 'کیری' سے ماخوذ ھیں - ان کا آخری روپ 'ک' ھے جو جائسی کے یہاں ھے - جیسے "دھن پتی آ ھے جے ھک سنسارا" (دھن والا وہ ھے جس کا سنسار ھے) جے ھک=جس کا - اس لاحقے کے مختلف سلسلے وار تغیرات یہ ھیں -

کیر کو - کیر ئـو - کیرو - کیر - کر - ک - کا

ان میں سے 'کیر' دکنی 'اردو' میں بھی تھا - امین دکنی کا مصراع ھے -

جو قاصد کیرے ھتھ نامہ چڑایا

'غواصی' کہتا ھے -

کہ ھے چاکری مرد کیرا سنگار

سوال یہ ھے کہ "کیر ک" کیسے بنا اور اس کا ماخذ کیا ھے؟ یہ مسئلہ بھی کچھ کم نزاعی نہیں - ھورنلے اس کی اصل 'سنسکرت' कृत ('کر' سے اسم مفعول) بتاتے ھیں جس پر الحاقی क اضافہ کرنے سے कृतक بنا اور جب त حذف ھوئی تو करिअओ اور پھر केरओ ھوا (۱) - 'پشل' کے نزدیک 'کیر' اصل میں 'کاریہ' تھا - 'کاریہ' کے معنی ھیں وہ کام جو کسی کی طرف منسوب ھو - شیر کی گرج "سنگھ کاریہ" کہلاتی ھے اس لئے وہ اس کی طرف منسوب ھے - 'کاریہ' پراکرت میں 'کیر' ھوا جیسے 'پرینت' سے 'پیرنت' اور

---

(۱) تقابلی گرامر صفحہ ۲۳۴

'آشچریہ' سے 'اچھیر' (۱) - 'بیمز' ہورنلے کے ہم خیال ہیں (۲) اور بھنڈارکر 'پشل' کے - ہورنلے کے اشتقاق پر بھنڈارکر نے کئی اعتراض کئے ہیں - مثلاً یہ کہ انہیں 'کرت' کی کوئی شکل کرے نہیں ملی - 'کرت' سے 'پراکرت' कश्र اور किश्र بنتے ہیں - دوسرے کرے کی 'ے' (इ) ایک عارضی غیر مستقل اور وقتی چیز ہے - ممکن نہیں کہ وہ اتنی پائندگی حاصل کر سکے کہ وہ ए کی شکل میں مستقل طور پر एर علامت اضافت بن جائے - تیسرے 'کرت' اسم کے طور پر تو استعمال ہو سکتا ہے لیکن یہ بعید نظر آتا ہے کہ وہ ملکیت بتائے (۳) - شیام سندر کہتے ہیں 'کاریہ' کا تعلق مستقبل سے ہے اور اضافت کا ماضی سے اس لئے 'کاریہ' کا اضافی علامت کے طور پر استعمال کچھ ٹھیک نہیں - (۴)

'کیرا' کو 'کے' اور 'را' سے بھی مرکب مانا جا سکتا ہے - 'را' ہر چند مفعول کے لئے ہے 'جیسا کہ سطور بالا میں عرض کیا گیا' لیکن 'فارسی' اور 'پہلوی' میں یہ اضافت 'اور نسبت کے لئے استعمال ہوا ہے - 'حامدرا پسرے بود' میں 'را' اضافی ہے - اضافت اور مفعول مین معنوی اتحاد اور یگانگی ہے - 'ہندایرانی' زبانوں میں ایک کا استعمال دوسرے کی جگہ ہوتا تھا - یہ بتانا مشکل ہے کہ 'کا' اور 'را' میں سے کون سی علامت اصل کے اعتبار سے اضافت کے لئے ہے اور کونسی مفعول کے لئے - 'ہورنلے' بھی 'کار' کو 'کا' اور 'ر' سے

(۱) انڈین اینٹی کری دسمبر سنہ ۱۸۷۳ صفحہ ۳۶۸

(۲) تقابلی گرامر صفحہ ۲۸۵

(۳) لیکچرز صفحہ ۲۵۷

(۴) ساھتیہ صفحہ ۱۴۰

مرکب بتاتے ھیں (۱) - وہ دونوں کو اضافی کہتے ھیں - ان کے نزدیک 'کار' دوھرا اضافی لاحقہ ھے -

میرا خیال ھے کہ 'کا' اور 'کی' خاص 'اردو' علامات ھیں - شیخ شرف الدین احمد یحیی منیری رحمۃ اللہ علیہ 'امیر خسرو' کے معاصر ھیں - ان کا ایک کج مندوہ مشہور ھے - اس میں کا' کی' کے' علامات استعمال ھوئی ھیں - 'امیر خسرو' کے کلام میں بھی 'کا' اور 'کی' دیکھے گئے ھیں (۲) - کیرا - کیری 'اودھی' یا راجپوتانے کے علاقے سے دکنی 'اردو' میں آئیں - دوسرا قیاس زیادہ صحیح معلوم ھوتا ھے - 'چٹرجی' نے لکھا ھے' کہ 'کیر' 'راجپوتانے اور 'بنگال' مین مستعمل تھا (۳) - اردو 'کا' کا ماخذ 'اودھی 'کیر' سے مختلف ھے - 'بھنڈارکرنے 'سنسکرت' 'کرت' سے اسے نکالا ھے - ''تلسی کرت کا ویہ'' کی اردو تلسی کی شاعری ھے - اور 'ھری اودھ' نے 'سنسکرت' نسبتی یا صفتی क سے (۴) اس سے پہلے مفعولی لاحقے پر بحث کرتے ھوئے عرض کیا جاچکا ھے کہ 'کو' سنسکرت 'اسما کم' سے بھی لیا جا سکتا ھے - بوپ نے 'کا' اضافی کو 'اسما کم' کے 'کم' سے ماخوذ مانا تھا اور یہ دیکھ کر کہ موجودہ بولیوں کے لاحقے اکثر ضمیروں کے لاحقون سے تراش لئے گئے ھیں یہ قیاس صحت سے بعید معلوم نہیں ھوتا -

---

(۱) گرامر صفحہ ۲۳۴ ذیل (۳)

(۲) پنجاب میں اردو صفحہ ۱۴۴

(۳) بنگالی صفحہ ۷۵۳

(۴) ھندی بھاشا صفحہ ۸۵

۴۔ آلی یا سببی

اس حالت کا نام سنسکرت میں ''کرنڑ'' ہے - 'کرن' کے معنی ھیں آلہ یا اوزار اس لئے میں نے اس حالت کا نام 'آلی' تجویز کیا ہے - اردو میں آلی اور مجروری' دونوں کا لاحقہ واحد ہے - دونوں کا اظہار حرف 'سے' سے کیا جاتا ہے -

فاعل اور مفعول کا اظہار ساتھ ساتھ مقصود ہو تو اردو میں فعل معروف استعمال کریں گے اور یوں کہیں گے ''رام کتاب پڑھتا ہے'' - اور اگر فاعل کو چھپانا چاہیں تو فعل مجہول لائیں گے کتاب پڑھی جاتی ہے - پڑھنے والا کون ہے ؟ اس جملے سے اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا - سنسکرت محاورہ اس کے خلاف ہے - فعل مجہول کی صورت میں بھی سنسکرت میں فاعل کا ذکر کیا جاسکتا ہے - فعل مجہول کا یہ فاعل آلی حالت میں ہوتا ہے -سنسکرت میں اس کی علامت ''ے ین'' ہے جیسے 'را مین' رام نے یعنی رام کے ذریعے اور اس کے واسطے سے -

'اردو' کی ماضی اصل اور ساخت کے لحاظ سے اسم مفعول ہے - اس کے متعلق تفصیل کے ساتھ فعل کے بحث میں لکھا جائے گا - اسم مفعول مجہول کا صیغہ ہے اس لئے بطور فعل استعمال ہونے کی صورت میں اس کا فاعل 'سنسکرت' محاورے کی مطابق آلی ہونا چاہئے - اردو میں اس کی یہی کیفیت ہے - ''رام نے کتاب پڑھی'' کا مفہوم ہے کتاب پڑھی گئی رام کے ذریعے اور اس کی وساطت سے - گویا رام کتاب پڑھے جانے کا ایک آلہ ہے - ''چور لاٹھی سے پیٹا گیا'' اس جملے میں 'لاٹھی' جس طرح پیٹنے کا آلہ ہے ٹھیک اسی طرح رام کو پڑھنے کا آلہ سمجھنا چاہئے - سنسکرت میں ان دونوں

میں کوئی فرق نہ تھا - دونوں جملوں میں رام اور لاٹھی 'کرن' تھے اور ان کی اس حالت کا اظہار 'ـــین' (अ + इन) سے کیا جاتا تھا - اردو میں ان دونوں میں فرق ہے رام کو جو جان دار اور ہوشمند ہے فاعل سمجھا جاتا ہے مگر فعل معروف کے فاعل سے ممتازبنا نے کے لئے قدیم محاورے کے مطابق اس پر آلی حالت کا لاحقہ 'نے' اضافہ کر دیا جاتا ہے - لاٹھی ایک بے جان چیز ہے - اس میں ازخود کام کرنے کی صلاحیت نہیں اس لئے بد ستور اسے آلہ' اوزار یا ذریعہ قرار دے کر 'سے' کی مدد سے اس کی اس حالت کو ظاہر کیا جاتا ہے -

'نے' اردو میں اگر فاعل کی علامت ہوتا اور اسم کی فاعلی حالت بتاتا تو فعل ہمیشہ اس اسم کی مطابق ہوتا جس کے بعد 'نے' ہے اور ہر جگہ فاعل کے بعد اس کا اضافہ جائز اور صحیح سمجھا جاتا - اردو میں فعل حال' مستقبل اور فعل لازم کی ماضی کے ساتھ اگر فاعل کا ذکر کیا جاتا ہے تو 'نے' کا استعمال نہیں ہوتا جیسے سورج نکلا - حامد اسکول جاتا ہے - میں کتاب پڑھوں گا - ان مثالوں میں 'سورج' 'حامد' اور 'میں' فاعلی حالت میں ہیں مگر ان کے بعد 'نے' نہیں اور نہ لایا جا سکتا ہے - اس سے ثابت ہوا کہ 'نے' فاعل کی علامت نہیں - فعل مجہول کے فاعل کی علامت ہے اور انگرزی BY کے ہم معنی ہے - انگریزی میں اس نوع کے فاعل کو agent (نائب فاعل) کہتے ہیں -

"نے' کی اصل 'سنسکرت' علامت آلہ एन ہے - 'اردو' کا 'نے' اور اس کا بطور مجہول استعمال براہ راست سنسکرت سے لیا گیا ہے - اس مفہوم کو ممکن نہیں کوئی اور جدید کلمہ ادا کرسکے -

'سنسکرت' کی اس آلی علامت کا استعمال 'پراکرت' کے آخری دور تک رہا - 'پالی' اور 'پراکرت' میں مفتوح الاواخر اسماء کے آخر میں آلے کے لئے یہ لاحقہ مستعمل تھا (۱) - اپ بھرنش عہد تک پہنچتے پہنچتے 'ـِ ین' کا 'ن' غنہ ہو کر 'ـِ یں' رہ گیا لیکن اس کے ساتھ 'ـِ ین' بھی رائج رہا آلے کے لئے بھی اور فعل مجہول کے فاعل کے لئے بھی - 'ہیم چندر' نے اپ بھرنش کے جو اشعار مثال میں پیش کئے ہیں ان میں سے ایک شعر میں یہ تین کلمے استعمال ہوئے ہیں - दइए · पवसन्तेण नहेंए یہ تینوں کلمے آلی حالت میں ہیں - ان میں سے پہلے دو فاعل ہیں اور تیسرا آلہ - (نہین بمعنی ناخون کے ذریعے) پہلے میں एँ ہے اور باقی دو مین एन (۲) - بیمز کا یہ اعتراض کہ 'نے' اگر لیا جا سکتا ہے تو اپ بھرنش 'ـِ یں' سے اور 'ن' غنہ ہو جانے کے بعد اس کا اظہار بعید نظر آتا ہے دو وجہ سے غلط ہے - اول اس وجہ سے کہ اپ بھرنش میں 'ن' کا اظہار بھی تھا - دوسرے یہ کیا ضرور ہے کہ اردو 'نے' اپ بھرنش سے لیا جائے - وہ براہ راست 'ـِ ین' سے بھی لیا جا سکتا ہے -

"ـِ ین" سے "نے" کیسے بنا ؟ بھنڈارکر کہتے ہیں کہ 'نے' دوہری علامت ہے - اول "ـِ ین" سے "ن" تراشا گیا - بعد میں اپ بھرنش "ـِ یں" جو خود "ـِ ین" سے نکالا گیا تھا اس پر اضافہ کر دیا گیا - اس طرح "نے" تیار ہوا (۳) - لیکن زیادہ اچھا یہ ہے کہ 'نے' کو 'ـِ ین' کا مقلوب سمجھا جائے - 'قلب' زبان کے ارتقا

---

(۱) ولنر صفحہ ۳۴ پالی گرامر صفحہ ۵۸

(۲) بھنڈارکر صفحہ ۲۵۲

(۳) ایضاً صفحہ ۲۵۳

میں ایک بڑا محرک ہے جس نے ہماری بول چال کی زبانوں کے بنا نے سنوار نے اور سدھار نے میں بہت بڑھ کر حصہ لیا ہے ۔ 'شیام سندر' اور 'ہری اودہ' بھی 'نے' 'کو-ین' کا مقلوب بتاتے ہیں (۱) - بیمز نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ اگر 'نے' پراکرت "ہ-ین" سے ماخوذ تھا تو اس کا استعمال پرانی ہندی میں کثرت کے ساتھ ہونا چاہئے تھا - اس لئے وہ قیاس کرتے ہیں کہ 'نے' لگ سے بنا ہے - لگ کا اسم مفعول 'لگن' ہے جس سے مفعول ثانوی حالت لگنے بنتی ہے - 'اردو' لئے بھی 'لگنے' ہی سے بنا تھا - 'نے' اس کا منحوت ہے - اس کا ایک واضح ثبوت یہ ہے کہ گجراتی میں "کرن' اور "سمپردان" ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوئے ہیں - ادھر "نیپالی' میں مفعول ثانی کے لئے "لائی" اور آلہ کے لئے "لے" ہے - یہ دونوں ایک دوسرے سے اتنے مشابہ ہیں کہ دونوں ایک مادے سے ماخوذ معلوم ہوتے ہیں - ڈاکٹر بھنڈارکر کہتے ہیں کہ یہ غلط ہے کہ 'نے' پرانی 'ہندی' میں استعمال نہیں ہوا - 'مرہٹی' مین 'نے' کی دو شکلیں تھیں 'نی' اور 'نین' یہ دونوں شکلیں 'مرہٹی' کے قدیم شاعر گیانیشور کے کلام میں ہیں - 'ہندی' کے مشہور شاعر سورداس کے یہاں بھی 'نے' دیکھا گیا ہے - مثلاً -

ایک پرش نے آجو مو ہی سپنانتر دینوں -

آج ایک شخص نے مجھے خواب میں اپنا دیدار دکھایا . اس میں "پرش" دینوں کا فاعل ہے اور اس پر 'نے' علامت آلہ موجود ہے -

---

(۱) ساھتیہ صفحہ ۱۳۸ و ھندی بھاشا صفحہ ۸۰

امیر خسرو تیرھویں صدی عیسوی کے شاعر ھیں - پروفیسر شیرانی نے ان کی ایک ھندی غزل ایک بیاض سے نقل کی ھے - اس میں یہ شعر بھی ھے (۱)

میرا جو من تم نے لیا تم نے اٹھا غم کو دیا
غم نے مجھے ایسا کیا جیسا پتنگا آگ پر

اس میں تین جگہ 'نے' ھے اور تینوں جگہ علامت فاعل (agent) کے طور پر استعمال ھوا ھے -

ھور نلے کا خیال ھے کہ اردو کی پڑوسی زبانوں میں سے مارواڑی میں مفعول کے لئے 'نے' یا 'نیں' مستعل تھا اور برج میں کو یا کوں - اس لئے بہت ممکن ھے کہ اردو نے 'نے' یا 'نیں' کو غیر ضروری سمجھ کر چھوڑ دیا اور اس کی جگہ 'کو' اختیار کرلیا - اور 'نے' فعل مجہول کے فاعل کے لئے استعمال ھونے لگا - (۲) - لیکن یہ ایک لچرسی بات ھے - 'نے' کو انہوں نے 'لے' سے ماخوذ مانا ھے جو 'لئے' سے ڈھالا گیا تھا - 'لئے' کی بابت میں پہلے لکھ آیا ھوں کہ وہ ان کے نزدیک "لبد ھے" کا بگڑا ھوا روپ ھے -

یہ امر بھی غور کرنے کے قابل ھے کہ 'کرن' کی علامت سنسکرت میں 'ن' ھے - مفتوح الاواخر اسماء میں یہ نون 'ین' کی شکل میں ھے اور مکسور یا مضموم الاواخر مذکر اور بے جنس اسماء میں 'نا' کی شکل میں جیسے مننا (منی نے) بھاننا (سورج نے) پلیٹس نے شاید اسی لئے 'نے' کو سنسکرت न سے ماخوذ مانا (۳) -

(۱) پنجاب میں اردو صفحہ ۱۱۷
(۲) گرامر صفحہ ۲۱۹
(۳) اردو گرامر صفحہ ۳۷

'بوپ' کون کا اصل لاحقہ आ بتاتے ھیں - न ان کے نزدیک زینت کلام کے لئے ھے (۱) - لیکن ویدوں میں مکسورالاواخر مونث اسماء کے لئے بھی आ ھی استعمال ھوا ھے (۲) - اس لئے غالباً न ھر مقام پر تھا بعد میں تخفیف یا تسہیل کی نذر ھو گیا (۳) -

۵ — مجروری

'سنسکرت' میں اسے "اپادان" کہتے ھیں - اردو میں ابتدائی یا منّی (من = سے) بھی کہہ سکتے ھیں - اس کے لئے صرف ایک حرف 'سے' ھے - جیسے گھر سے نکلا - گھوڑے سے آترا 'سے' آلے یا سببیت کے لئے بھی ھے - لاٹھی سے مارا - محنت کرنے سے بیمار پڑ گیا -

"سے" میں کئی لغات ھیں - یہ سب دکنی اردو میں مستعمل تھے - سوں یاسیں - 'ولی' کا شعر ھے -

مت غصے کے شعلے سوں جلتے کو جلاتی جا
ٹک مہر کے پانی سوں یہ آگ بجھاتی جا

ولی سے تقریبا پچاس سال پہلے یہ "ستے" یا 'ستیں' کی شکل میں تھا - 'غلام علی' کا مصراع ھے -

بھلائی ستے تو بھلا پائے گا

'غلام علی' سے پہلے 'تھے' بولا جاتا تھا - محمد قلی کہتا ھے -

معانی کی باتاں تھے چوتا نمک

'وجہی' کے زمانے میں 'تے' مستعمل تھا - جیسے

تج تے بچھڑ جیتی ھوں میں کیا سخت ھے دل رے پیا

---

(۱) تقابلی گرامر ج اپ ۱۵۸
(۲) سنسکرت گرامر وھٹنے صفحہ ۳۳۶ (س)
(۳) ملاحظہ فرمائیے "نے کی سر گزشت" مطبوعہ اردو اکتوبر سنہ ۵۲

یہ خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بھی ہے۔ ان کا ایک جملہ ہے - "اگر اس میں تے یک پردہ اٹھ جاوے تو اس کی آنچ تے میں جلوں" - میاں خوب محمد گجراتی نے "تھیں" استعمال کیا ہے - جیسے - "غیرت تھیں سب کیا قبول" (۱) -

اس کے علاوہ "سم" اور "سن" ھندی میں ملتے ھیں - چند بردائی نے "سم" کو 'سے' کے معنی میں کئی جگہ استعمال کیا ہے - جیسے کہے کنتی سم کنت (۱ - ۱۱) کہی سنکاوک اندر سم (۲-۱۱۰) بلی لگو جد ھا اندر سم (۲ - ۲۱۸) پراکرت میں اس مفہوم کے لئے "سنتو" استعمال ھوتا تھا۔

یہ لغات ساتھ ساتھ استعمال ھوئے ھیں - ایک ھی مصنف کے یہاں ان میں سے اکثر شکلیں ملتی ھیں - ڈاکٹرزور نے ان استعمالات اور تغیرات کا جو تاریخی ارتقا بیان کیا ہے وہ صرف اس صورت میں صحیح ھو سکتا تھا کہ ابتداءً ان میں کا صرف ایک لغت استعمال ھوتا یا آخر میں صرف ایک رہ جاتا اور باقی متروک ھو جاتے۔ وہ فرماتے ھیں کہ ولی سے پہلے 'ستے' یا 'ستیں' تھا - اس کا مطلب ظاھر ہے اس کے سوا کیا ھے کہ ولی سے پہلے 'سوں' اور 'سیں' نہ تھے اور 'ولی' کا زمانہ آتے آتے 'ستے' اور 'ستیں' متروک ھو گئے - یا انہوں نے 'سوں' یا 'سیں' کا روپ اختیار کر لیا۔ اسی طرح غلام علی سے پہلے جب 'تے' بولا جاتا تھا تو 'سوں' سیں' سیتے' سیتیں ان میں سے کسی کا وجود نہ تھا - ان میں کوئی بات صحیح نہیں - 'غلام علی' نے 'ستے' کے ساتھ 'سوں' بھی لکھا ہے -

---

(۱) یہ تفصیلات "ھندوستانی لسانیات" صفحہ ۳۴ اور رسالہ "ھند ستانی" سنہ ۱۹۳۲ع صفحہ ۵۲۴ سے ماخوذ ھیں -

جنے حق کی توفیق سوں کوئی دھات

'ولی' سے تقریباً سو سال پیشتر ابن نشاطی نے ''پھول بن'' لکھی - اس میں 'تے' کے پہلو بہ پہلو 'سوں' بھی ہے -

ھو کر مشہور تھا سوداگری سوں

کتے تھے کاروان سالار اس کوں

میں سر سے پاؤن لگ اس موھنی کا

کہ تھا تیون کیا صفت کرنی سکوں گا

محمد افضل جھنجھانوی کا بارہ ماسہ ۱۶۲۶ع کی تصنیف ہے - اس میں 'سوں' اور 'سیں' اور ''تے'' سب ساتھ ساتھ استعمال ہوئے ہیں -

(۱) ارے یہ عشق 'سوں' ڈرتی پھروں رے

(۲) کرے دل لے 'ھمن سیں' بے وفائی

(۳) تمن بن برہ 'تے' جلتی رہے گی

ملک خوشنود محمد افضل کا معاصر ہے - اس نے ھشت بہشت کے نام سے ایک مثنوی لکھی تھی - اس کا ایک شعر ہے جس میں ''سے'' استعمال ھوا ہے -

جوانی 'سے' دیا حق منج کون بیری

خدا تج کون کیا ہے دست گیری

ان لغات کا ساتھ ساتھ استعمال بتا تا ہے کہ ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے ماخوذ نہیں (۱) - پاس پڑوس کی زبانوں سے یہ

---

(۱) ڈاکٹر زور نے خود 'سے' اور 'سیں' کو سنسکرت 'سھتیں' سے 'سوں' کو 'سمہ' سے' 'سیتی' کو 'سنتکین' سے اور 'تے' وغیرہ کو 'سنت' سے ماخوذ مانا ہے - اس کا مطلب یہ ہے کہ ان میں ایک بھی دوسرے کا ماخذ نہیں - سب کے ماخذ الگ الگ ہیں (ھندوستانی سنہ ۳۲ع حاشیہ صفحہ ۵۱۴)

اردو میں چلے آئے - میرا خیال ہے کہ "تے" پنجابی یا برج سے سولھویں صدی عیسوی کے لگ بھگ دکنی اردو میں آیا اور 'تھیں' پنجابی یا گجراتی سے - ہماری زبان کا اصل کلمہ 'سے' یا 'سیں' ہے -

'سے' یا 'سیں' کی اصل सम ہے جو سنسکرت متعلق فعل 'सम' سے ماخوذ ہے (۱) - اس کا ایک روپ सन بھی تھا - 'سم' یا 'سن' کے معنی ساتھ کے ہیں - اول اول 'سے' اردو میں ساتھ کے معنی دیتا تھا - "لاٹھی سے" یعنی لاٹھی کے ساتھ - "میں نے زید سے کہا" کا مفہوم تھا زید کے ساتھ بات کی - مجروری اور آلی حالتوں میں خاص تعلق ہے اور پالی میں ان کے لئے علامتیں بھی ایک جیسی ہیں اس لئے 'سے' جو آلہ کے لئے وضع ہوا تھا مجروری حالت میں استعمال ہونے لگا - اس کے تغیرات بھنڈارکر نے یہ بتائے ہیں - 'سم' اول सम्र ہوا اس لئے کہ سنسکرت اسماء کا 'م' حرف علت اور 'ن' غنہ سے بدل جاتا ہے - تاجین کے لئے جب य اس پر اضافہ ہوئی تو 'सय' بنا - 'سیم' سے 'سیں' اور پھر 'سے' 'ی' کی جگہ 'و' اضافہ ہوا تو 'सव' بنا - جس طرح 'य' کا 'ए' ہوا تھا 'व' کا 'ओ' ہوا اور "سوں" وجود میں آیا - اس طرح 'اردو' کے یہ تین کلمات بنے - سوں - سیں - سے (۲) -

ہور نلے اس سے متفق نہیں - وہ 'سے' 'سیں' و غیرہ کو 'सं'ता' سے ماخوذ بتاتے ہیں - سُنتو کا اصل روپ 'سَنتو' ہے جو 'اس' (ہونا) سے اسم حالیہ ہے - 'سوں' 'سُنتو' سے لیا گیا اور 'سے' اور 'سیں' اس کے ایک فرضی روپ 'سِنتو' سے - جو غالباً "ہِنتو" پر قیاس کرکے وضع کیا گیا تھا (۳)

---

(۱) بیمز ج ۲ صفحہ ۲۷۴

(۲) بھنڈارکر صفحہ ۲۵۱

(۳) گرامر صفحہ ۲۲۸

کیلاگ نے اپنی گرامر کے پہلے ایڈیشن میں 'سے' کا ماخذ सस्य کو قرار دیا تھا جو स کی اضافی حالت ہے - پراکرت میں ایک स گرا تو सय باقی رہا - 'بندیلی' सय२ (ساتھ) کی اصل بھی 'سنسکرت सस्य' ہی ہے (۱) - اگر چہ دوسرے ایڈیشن میں کیلاگ نے اس خیال سے رجوع کر لیا اور اس کی جگہ سنگے (ساتھ) کو 'سے' کا ماخذ ٹھرایا لیکن پہلا اشتقاق کچھ کم خیال افزا نہیں - سنسکرت علامت اضافت स्य اور اردو से دونوں کی اصل 'س' ہے - قدیم آریائی زبان میں 'س' اور 'چ' ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے تھے - 'سنسکرت' ''چ'' (بمعنی اور) غالباً 'س' ہی کا ایک روپ ہے - جولس بلاک نے لکھا ہے کہ 'س'،'ش' کا 'چ' اور 'چھ' سے تبادل ہندآریائی زبانوں میں قدیم سے ہے (۲) - اس کے علاوہ 'ولنر' کہتے ہیں کہ سنسکرت فعلی صورتوں کا ''چچھ'' ہند یورپی زبانوں میں ''سک'' تھا (۳) - 'فارسی' 'از' قدیم فارسی کا ''ہچ'' ہے (۴) - سنسکرت च اور قدیم فارسی 'ہچ' ایک ہیں - 'ز' جدید فارسی میں بطور علامت اضافت مستعمل ہے - 'از من' یا 'زمن' کے معنی ہیں 'میرا' - 'از' اور 'سے' اصل اور معنی دونوں کے اعتبار سے ایک ہیں - جس طرح 'از' مجروری اور اضافی دونوں حالتوں میں استعمال ہوتا ہے 'سے' بھی کسی زمانے میں دونوں کے لئے مستعمل تھا - لیکن اردو میں اب وہ صرف مجروری معنی دیتا ہے اور اس کا اضافی مفہوم امتداد زمانہ اور ارتقاے لسان کے زیراثر فراموش ہو گیا ہے - پلیٹس 'سے' کو 'سچ'

---

(۱) ساھتیہ صفحہ ۱۳۶

(۲) مرہٹی زبان صفحہ ۱۱۱

(۳) مبادی پراکرت حاشیہ صفحہ ۶۳

(۴) فارسی گرامر

سے ماخوذ بتاتے ہیں (۱)۔ "سچ" کا "س" فارسی میں "ہ" سے بدل گیا۔ اس صورت میں فارسی "ہیچ" اور سنسکرت "سچ" ایک نظر آتے ہیں۔ "سچ" "س" اور "چ" سے مرکب ہے اور دونوں ہم معنی ہیں۔ اس لئے یہ کلمہ دہرایا مرکب لاحقہ ہے۔ قدیم اردو میں "چا" بطور لاحقہ اضافت مستعمل تھا جو آج مرہٹی میں ہے۔ غالباً وہ قدیم ابدال کی ایک نشانی ہے (۲)

"نے" کی اصل سنسکرت علامت [illegible] ہے جو اسماء کے آخر میں اپنا ظاہر کرنے کے لئے اضافہ کی جاتی تھی۔ جیسے نگر تہ (شہر سے) گرحہ (گھر سے) (۳)۔ بھنڈارکر اسے اب بھرنش "[illegible]" (لگی) سے ماخوذ بتاتے ہیں اور ہورنلے "ترنے" سے (۴)۔ اس صورت میں مجروری حالت کو مفعول ثانوی حالت سے ماخوذ ماننا پڑے گا جس کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ "سے" اور "نے" کی ترکیب سے "سینے" اور "ستے" وجود میں آگئے۔ یہ دہرے لاحقے ہیں اور دہرے لاحقے ہماری زبان میں بہت ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ "ستے" "سنسکرت" لاحقہ [illegible] سے بنا ہو۔ یہ لاحقہ سنسکرت میں "سے" کے معنی دیتا تھا۔ جیسے ادھستات (نیچے سے) پرستات (آگے سے) جس طرح "تس" سے "تے" یا "ستات" سے "ستے" وجود میں آیا۔ اس مقام پر یہ عرض کرنا بیجا نہ ہوگا کہ پراکرت مجروری لاحقہ جمع [illegible] اور [illegible] کی ترکیب سے "سُنتو" وضع کیا گیا تھا جس میں "نو" مجروری تھا اور "سُ" ظرفی۔ عجب نہیں

---

(۱) اردو گرامر
(۲) مقدمہ آدی گرنتھ ترمپ
(۳) بیمز ۲ صفحہ ۲۷۲
(۴) بھنڈارکر صفحہ ۲۱۲ و ہورنلے صفحہ ۲۲۲

که 'ستے' بھی 'س' اور 'تے' کی ترکیب سے 'سنتو' کی مثال پر گھڑ لیا گیا ہو۔

'تھے' اور 'تھیں' کی اصل 'ستے' ہے - یہ اگر پنجابی یا گجراتی سے درآمد نہیں ہوئے تو کسی قدر بعد کی پیداوار ہیں یا یوں کہئے کہ 'ستے' سے متاخر ہیں - 'س' اور 'ت' مل کر ہماری جدید بولیوں میں 'تھ' ہوئے جیسے ہاتھ (سنسکرت ہست) ہاتھی (سنسکرت ہستی) 'تھے' اس صوتی میلان کا نتیجہ ہے - بھنڈارکر 'تھے' کو तस्थ का مولود بتاتے ہیں - ''تھیں'' 'پراکرت' ہے اور تت (وہ) کی ظرفی حالت ہے - صوتی لحاظ سے تو اس میں کوئی قباحت نہیں لیکن معنی اور مفہوم کے لحاظ سے مجروری 'تھیں' کو ظرفی 'تہیں' سے نکالنا کچھ مناسب نظر نہیں آتا - ان مختلف لغات و کلمات کی تاریخی ترتیب اس طور پر ہے -

(۱) سے - سِیں - سُوں - تے - یہ لغات سب رس میں پہلو بہ پہلو استعمال ہوئے ہیں -

(۲) سَتے - تھے - تِھیں -

بابو رام سکسینہ نے 'سے' کو 'سہتین' سے 'سوں' کو 'سمہ' یا 'سمین' سے 'سیتیں' کو 'سنتکین' سے اور 'تے' کو ''تتین'' سے نکالا تھا - ڈاکٹر زور نے سکسینہ کی رائے سے اتفاق کیا ہے (۱) -

۶—ظرفی

ظرف کے معنی ہیں جگہ اور مقام - یہ حالت جگہ بتا تی ہے - اس کا سنسکرت نام ''ادھی کرن'' ہے - 'میں' اور 'پر' اردو میں اس کے دولا حقے ہیں - 'میں' کی بابت کہتے ہین کہ وہ سنسکرت ''مدھیے''

---

(۱) اودھی کا ارتقا صفحہ ۲۲۴

کی ارتقای اور کسی قدر مسخ شدہ صورت ہے ۔ اس کی درمیانی کڑیاں یہ ہیں ۔

مدھیے ۔ مجّھے ۔ ماجھے ۔ ماھے ۔ ماھیں ۔ مائیں ۔ میں ۔

'بیمز' 'ھورنلے' 'بھنڈارکر وغیرہ سب اس پر متفق ہیں ۔ شاید یہ صحیح نہیں اس لئے کہ 'مدھیے' کی 'ـِـ ے' ظرفیت کی نشانی ہے جو آخر تک باقی رہی اور برابر اس کا احساس دلاتی رہی کہ کلمہ ظرفی حالت میں ہے ۔ پھر اس کی کیا ضرورت پیش آئی کہ اس پر 'ں' اور اضافہ کیا جائے ۔ اس کے علاوہ پراکرت میں ظرفی علامت 'ں' ہے اور 'ماھے' میں 'ہ' اصل کلمے کی ہے ۔ قدیم ہندی میں "ماھِیں" کے ساتھ ساتھ 'مَہَم' بھی ہے (۱) ۔ 'ماھیں' اگر 'ماہ' کی ظرفی حالت ہے تو 'مہم' کو کیا کہیں گے ۔ اس میں 'م' ظرف کی علامت نہیں ۔ یہ 'م' کہاں سے آیا اور کیوں آیا ؟ پھر اس کی بھی کوئی وجہ نہیں بتائی گئی کہ "ماھے" کی 'ہ' کس لئے حذف ہوئی ۔ اس سلسلے میں یہ بھی پیش نظر رہے تو اچھا ہے کہ دکنی 'اردو' میں 'میں' کے ساتھ 'منے' بھی مستعمل تھا ۔ 'وجہی' کا شعر ہے (۲) ۔

صراحی پیالے لے ھاتاں منے ندیماں تے مشغول باتاں منے

'منے' کیسے بنا ؟ اگر یہ 'مدھیے' کی بدلی ہوئی صورت ہے تو 'ن' اس میں کہاں سے آیا ؟ یہ سوالات کافی اہم ہیں ۔ اور جب تک ان کا کوئی تشفی بخش جواب نہ ہو "میں" کا مذکورہ بالا اشتقاق صحیح اور قابل اعتماد قرار نہیں دیا جا سکتا ۔ شیام سندر داس نے بھی اس اشتقاق سے اختلاف کیا ہے اور اس کی دو وجہ بتائی ہیں ۔

---

(۱) بھنڈارکر صفحہ ۲۶۱

(۲) اردو شہ پارے صفحہ ۱۹۲

اول یہ کہ 'مدھیے' سنسکرت میں اور 'مجھے' پراکرت میں کلمے کی اضافی حالت پر جوڑے جاتے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آزاد اور مستقل کلمے ہیں - ان میں یہ صلاحیت نہیں کہ یہ اعرابی لاحقے کا کام دے سکیں - دوسرے پرتھی‌راج‌راسو میں 'مجھ' اور 'میں' ساتھ ساتھ استعمال ہوئے ہیں - اگر میں 'مجھ' سے گھس گھسا کر بنا تھا تو مجھ کو مٹ جانا چاہئے - وہ فرماتے ہیں کہ 'ماجھ' 'ما ہیں' مہیں و غیرہ کلمات کی اصل "مدھیہ" ہے لیکن 'میں' 'پراکرت' म्मि 'پالی' स्मि یا म्हि سے ڈھالا گیا تھا (۱) یہ بھی درست نہیں - اگر 'میں' اور 'منے' کی اصل म्मि ہے تو 'میں' کا غنہ اور 'منے' کا نون کس حرف کا قائم مقام ہے -

در اصل اردو 'میں' اور دکنی 'منے' دونوں سنسکرت "سمن" سے ماخوذ ہیں - اس کے تغیرات یہ ہیں - स्मिन म्मिन म्हें में اس میں ह کا स سے تبادلہ ہوا جو پراکرت عہد سے چلا آرہا ہے (۲) - 'منے' کی تبدیلیاں اس طور پر ہیں - سمن - مہن - مہین - منین - منے ۔ اس میں دو میمون سے ایک 'ن' سے بدل گیا - جیسے سم کا 'م' 'ن' سے بدل کر 'سن' ہوگیا تھا - 'پروفیسر و یبر' کی رائے بھی ہے (۳) - کیلاگ نے یہ دیکھ کر کہ 'میں' اور وہ تمام لغات جن میں 'ن' ہے 'مد ھیے' سے ماخوذ نہیں ہو سکتے یہ اپج کی کہ ان کو 'مدھیہ' کی مفعولی حالت "مدھیم" سے نکالا (۴) - اس میں کتنا تکلف ہے یہ محتاج بیان نہیں - بنگلہ روز مرہ میں 'منی'

---

(۱) ہندی بھاشا اور ساھتیہ صفحہ ۱۴۷

(۲) بھنڈارکر لیکچرز صفحہ ۴۵

(۳) بحوالہ کیلاگ طبع دوم حاشیہ صفحہ ۱۳۳

(۴) ایضاً صفحہ ۱۹۸

اور 'نی' ظرفی علامات ھیں - 'ڈاکٹر چٹرجی' الجھن میں ھیں کہ اس کا جوڑ کہاں سے لگائیں - انہوں نے تین حل پیش کئے اور تینوں میں تکلف ہے - اول یہ کہ 'مہی' کا 'ھی' 'نی' سے بدل گیا - دوسرے 'نی' کا 'ن' اصل کلمے کا ہے - ''گھرن ھی'' سے ''گھرنی'' بنا اور پھر 'نی' آزاد لاحقے کے طور پر ھر جگہ استعمال ہونے لگا - تیسرا حل سب سے زیادہ انوکھا ہے - وہ یہ کہ اسم معاون 'کنی' سے تراش کر 'نی' الگ کر لیا گیا (۱) -

''پر'' 'سنسکرت' उपरि سے منحوت ہے - ''اوپر'' اردو میں بھی ہے جیسے کوٹھے کے اوپر - اوپری بات - اوپر ھی اوپر - 'پہ' اس کا مخفف ہے (۲) - 'بھنڈارکر 'پہ' یا پے کی اصل سنسکرت پارشو - پاس - پاہ - پہ بتاتے ھیں (۳) - ھورنلے 'پر' کا جوڑ سنسکرت ''پرے'' (دوسری طرف) اور اپ بھرنش ''پر'' سے لگاتے ھیں (۴) - یہ صحیح نہیں ''پرے'' اردو میں ہے لیکن 'پر' یا 'اوپر' کی بجائے دوسری طرف یا دور کے مفہوم میں جیسے 'پرے ھٹو' یا 'پرے رھو' - اس کی اصل سنسکرت ''پرے'' اور پراکرت ''پر'' ہے -

''پر'' اور 'پرے' اردو میں جدا جدا دو لفظ ھیں جن کے ماخذ بھی جدا جدا ھیں -

---

(۱) بنگالی کا آغاز وارتقا صفحہ ۷۷۳

(۲) ھندی بھاشا ھری اودھ صفحہ ۸۵ و کیلاگ صفحہ ۱۳۳

(۳) بھنڈارکر صفحہ ۲۶۱

(۴) گوڑین گرامر ھورنلے پارہ ۳۷۸

د۔ صلات

''اعرابی لاحقے'' Case affix اور ''صلے'' Post position میں فرق ہے۔ اعرابی لاحقہ کلمے کے ساتھ بلا واسطہ جوڑا جاتا ہے اور صلہ کسی خاص اعرابی حالت کے بعد آتا ہے۔ کام دونوں کا ایک ہے - دونوں کلمے کی حالت بتاتے ہیں اور کلمے سے نئے نئے معنی پیدا کرتے ہیں - ''کوٹھے پر'' اور ''مکان میں'' ان مثالوں میں 'پر' اور 'میں' لاحقے ہیں - یہ ہر چند کلمے سے الگ ہیں مگر کلمے پر کسی دوسری علامت کی وساطت کے بغیر اضافہ کئے گئے ہیں۔ اور اس سے متصل ہیں۔ اس کے مقابلے میں ''کوٹھے کے اوپر' اور ''مکان کے اندر'' ان میں 'اوپر' اور 'اندر' صلے ہیں - یہ 'کوٹھے' اور 'مکان' کی اضافی حالت میں جوڑے گئے ہیں۔ ویسے تو سبھی لاحقے کسی زمانے میں مستقل کلمے تھے جو روز وشب کی گردش سے گھس گھسا کر جز و کلمہ بن گئے اور اب وہ کلمے کے ساتھ مل کر استعمال ہوتے ہیں - اعرابی علامات کی ارتقائی تاریخ پر ایک نظر ڈالنے سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ یہ صلے مستقل کلمے ہیں جو کہیں معنی کے لحاظ سے اور کہیں اپنی مخصوص اعرابی حالت کی وجہ سے جدا جدا معنی ادا کرتے ہیں - ان میں سے چند جو کثیر الاستعمال ہیں ذیل میں دئے جارہے ہیں۔

(۱) لگ - تلک - تک - تینون معنی اور اصلیت کے اعتبار سے ایک ہیں - اور فعل کی انتہا بتاتے ہیں - بعض نحویون نے 'تک' کو 'سے' کی طرح مجروری علامت شمار کیا ہے - ان میں اصل اور بنیادی صلہ ''لگ'' ہے جو سنسکرت ''لگن'' سے ماخوذ ہے - ''لگن''

مادۂ لگ (چمٹنا) سے اسم مفعول ہے ۔ 'اب لگن' اب لگا ہوا ۔ اب چمٹا ہوا ۔ یعنی اب تک ۔ پراکرت میں 'ن' کے 'گ' میں مدغم ہو جانے سے لگّ (بتشدید) بنا ۔ اردو میں ایک "گ" الف سے بدلا تو "لاگ" ہوا ۔ لاگ ڈاٹ سب بولتے ہیں ۔ الف کی تخفیف سے 'لگ' وجود میں آیا ۔ تب لگ ۔ تولگ ۔ تلک ۔ 'تلگ' 'تو' اور 'لگ' سے مرکب ہے ۔ 'جو لگن' (جب تک) اور "تو لگن" (تب تک) قدیم اردو میں مستعمل تھے ۔ "جو لگن بشریت اس میں باقی ہے تو لگن انا اللہ کہنے کی مشتاقی ہے" (۱) ۔ 'تک' تلک کا مخفف ہے ۔ درمیان سے 'ل' گرا اور 'گ' 'ک' سے بدل گیا ۔ کیلاگ اور پلیٹس اس کی اصل سنسکرت "و گھن" بتاتے ہیں ۔ "زانوتک" اصل میں "جانو و گھن" تھا ۔ 'وگھن' مین قلب بعض ہوا یعنی 'گھن' کا 'ن' 'گھ' سے پہلے رکھا گیا تو "ونگھ" ہوا ۔ بعد مین تینوں حرف بدل گئے ۔ 'و' 'ت' سے ۔ ن 'ل' سے اور 'گھ' 'ک' سے ۔ اس طرح تلک بنا ۔ یہ پر تکلف اور دور ازقیاس اشتقاق پروفیسر مونیر ولیمس کے زرخیز دماغ کی پیدا وار ہے ہورنلے 'تئین' اور 'تے' کی طرح 'تک' اور تلک کو بھی سنسکرت 'ترتے' اور پراکرت 'تلئے' سے نکالتے ہین جس پر مفعولی لاحقہ 'ک' اوپر سے اضافہ ہوا ۔ ترتے ۔ تلتے ۔ تلئے ۔ تلے ۔ تل + ک ۔ تلک ۔ 'تک' تلک کا مخفف ہے ۔ یا 'ت' اور 'ک' کا مرکب (۲) ۔ اس کی تفصیل ہورنلے نے نہین دی ۔

'لوں' یا 'لو' دیہاتی زبان کے الفاظ ہین جو سنسکرت "لاگتم"

---

(۱) سب رس صفحہ ۱۰۹

(۲) تقابلی گرامر صفحہ ۲۲۶

اور اپ بھرنش 'لاؤم' سے ڈھلے ھین - لاؤم - اؤں - لوں - لُوں - لُو -

(۲) آگے - یہ ظرفی صلہ ھے اور اسم کی اضافی حالت کے ساتھ استعمال ھوتا ھے - جیسے حامد کے آگے - سنسگرت "اگر" اور علامت ظرفیت - 'ے' سے مرکب ھے - اگرے - اگّے - آگے - یہ اس کے مختلف مراحل حیات ھیں -

(۳) سامنے - سنسکرت "سم مکھ" کی ظرفی حالت ھے - یہ اسم کی اضافی حالت پر جوڑا جاتا ھے - سم مکھے - سامکھے - سامھنے - سامنے اس کے ساتھ آمنے بھی بولا جاتا ھے جیسے آمنے سامنے - آمنے کی اصل بھی سامنے ھی ھے - 'س' اول 'ہ' سے بدلا اس کے بعد الف سے - ھامنے سامنے - آمنے سامنے - اس پر فارسی "ھم" کا اثر بھی ھے جو سنسکرت "سم" کا ایک روپ ھے -

(۴) پیچھے - سنسکرت میں "پشچات" تھا - وید میں "پشچا" استعمال ھوا ھے - (۱) پراکرت پچّھا - اردو پاچھا - 'ے' ظرف کی علامت ھے - چٹرجی کہتے ھیں کہ "پچھے" کی 'ی' اسی نوع کے دوسرے کلمات پر قیاس کرکے لائی گئی ھے - جیسے نیچے - پیٹھ - وغیرہ - (۲)

(۵) نیچے - سنسکرت میں بھی नीचे ھی ھے - یہ صلہ ظرفی ھے اور اسم کی اضافی حالت کے ساتھ استعمال ھوتا ھے - (۳)

---

(۱) ساھتیہ صفحہ ۱۰

(۲) بنگالی صفحہ ۷۷۱

(۳) ساھتیہ صفحہ ۱۰

(٦) پاس - ظرفی کلمه هے اور قرب بتاتا هے - یه اصل مین "پاسے" تھا جس طرح بنگله اور پنجابی مین هے - اس کی اصل سنسکرت "پار شوے" هے - چٹرجی پاس کو پاسِ (س کے زیر کے ساتھ) سمجھتے هیں - اور فرماتے هیں که اس کا کسره سنسکرت کا قدیم ظرفی اعراب هے -

(۷) کنے - بھی قرب بتاتا هے اور پاس کا هم معنی هے - قدیم اردو میں مستعمل تھا - ولی اور حاتم کے زمانے تک اس کا استعمال رها - پاس کی طرح آخر سے 'ے' یا کسره حذف کرکے "کن" بھی کہتے تھے - ولی

اگر تونا اچھے مجھ کن تو یه گھر بار کرنا کیا

اس کی اصل سنسکرت کرنٹرے بتائی جاتی هے - کرنٹر - کنارہ - 'ے' علامت ظرف یا کرنٹر کا 'ن' اور 'ے' ظرفی - اپ بھرنش میں اس کا روپ 'کنے' باکن "هم" تھا - (۱)

(۸) ساتھ - یه معیت کے لئے هے اور اسم کی اضافی حالت کے ساتھ آتا هے - اس کی اصل سنسکرت "سارتھ" هے -

(۹ مارے - 'لئے' اور 'غرض سے' کے معنی میں هے - یه سنسکرت "مار تین" سے ماخوذ هے -

(۱۰) بیچ - ادبی اردو میں مستعمل نهیں - بول چال میں "اندر" کی جگه بولا جاتا هے - اس کا پنجابی روپ "وچ" هے - یه اردو "میں" کے قائم مقام هے - هندی والے بیچ اور میں ملا کر اس بیچ میں بمعنی اس اثنا میں بولتے هیں - هور نلے نے سنسکرت "ورتیه" کو اس کی اصل قرار دیا هے - (۲)

---

(۱) هورنلے صفحه ۲۲۵

(۲) ایضاً صفحه ۲۲۳

(۱۱) باہر اور بھیتر - ایک دوسرے کی ضد ہیں - اردو مثل ہے "اوچھے کا تیتر باہر باندھوں یا بھیتر" باہر سنسکرت کا वहि ہے اور بھیتر अभ्यन्तर - باہر کی 'ر' یاتو بھیتر پر قیاس کرکے لائی گئی یا اصل کلمے کی ہے - ثانی صورت میں باہر ہندایرانی اپی را (اپی + ار) فارسی بیروں سے ماخوذ ہوگا - (۱) اس کے تغیرات یہ ہیں - اپی را - ابھی را - بہی را - باہر -

اس کی ظرفی حالت "باہرے" یا "باہری" ہے - یہ لفظ بول چال میں بارے ہو گیا -

(۱۲) کر - ذریعہ سے - وجہ سے کے معنی میں بولا جاتا تھا - "گھر ہمارا خانہ اللہ کر مشہور تھا" - "جس نے اپنے تئیں سوداگر بچہ کر مشہور کیا تھا" - "مجھے کلو کر پکارا کرتے ہیں" - پلیٹس اسے سنسکرت कृते (کے لئے) سے ماخوذ بتاتے ہیں - میں سنسکرت कृत्वा (کر کے) اس کی اصل سمجھتا ہوں -

قدیم اردو مین اس کا استعمال تھا - میرا من کے عہد تک یہ دیکھا گیا ہے - سب رس میں ہے - "دانا ہمنا (ہم کو) رہنما کر جانے گا" - مولوی عبدالحق صاحب نے اس کو الحاقی کلمہ قرار دیا ہے (۲) آج کر" کی بجائے "کر کے" بولتے ہیں - جیسے اس کا نام یوں تو کالے خاں تھا لیکن وہ کلو کر کے مشہور تھا - یعنی لوگ اسے کلو کہ کر پکارتے تھے -

---

(۱) فارسی گرامر پلیٹس - صفحہ ۱۱۴

(۲) مقدمہ سب رس - صفحہ ۵۰

باب چہارم

"اسماء مطلقہ"

اسماء مطلقہ یا الفاظ عامہ وہ اسماء ہین جن کے معانی متعین نہین اور جو ہر نوع کے اسماء کے لئیے استعمال ہو سکتے ہین - سنسکرت مین اس قسم کے اسماء کو "سرونام" (ہرنام) اور عربی میں "مبہمات" کہتے ہین - ان کی حسب ذیل سات قسمیں ہیں -

ضمیر - اسم اشارہ - اسم موصول - کنایات - ظروف - حروف استفہام - اسماء اعداد -

۱ـ ضمیرین

ضمیر کی تین قسمیں ہیں - متکلم - حاضر - غائب - تزکیروتالیث کافرق ضمیرون میں پراکرت عہد تک تھا . راجپوتانے کی کچھ بولیون کو چھوڑ کر اردو مین اب یہ فرق مٹ چکا ھے - واحد اور جمع کے لئے جدا جدا ضمیرین ہین - ضمیرون کے اعرابی لاحقے اور صلے (اضافی را - ری - رے کے علاوہ) سب وھی ھیں جو اسماء مالعہ میں تھے - ان کا ذکر تفصیل کے ساتھ پچھلے باب میں کیا جا چکا ھے - متکلم کی ضمیرین یہ ھیں -

حالت	واحد	جمع
(۱) فاعلی	میں	ہم
(۲) مغیرہ	مجھ - ے	ہم (ہموں)
(۳) مفعولی	مجھے	ہمیں

"میں" آلی حالت میں ھے اس لئے کہ وہ سنسکرت **मया** (مجھ سے یا مجھ نے) سے بنا ھے پراکرت میں اس کے دو روپ تھے - **मए** (مئیے) اور **मइ** (مئی) یہ

آپ بھرنش میں मइँ تھا - غنہ کی وجہ چٹرجی یہ بتاتے ہیں کہ میا کو فاعلی حالت سمجھ کر اس میں سنسکرت علامت آلہ "ـیِن" اضافہ کردی گئی - گویا اپ بھرنش मइँ سنسکرت کے ایک فرضی روپ मयेन سے تراشا گیا ہے - ہورنلے मइँ کو महिँ کا مخفف سمجھتے ہیں جو म اور हिँ سے مرکب ہے - म (ضمیر متکلم) پر اپ بھرنش لاحقہ اضافت (جمع کے لئے) हिँ جوڑ دیا گیا (۱) - یہ دونوں خیال تکلف سے خالی نہیں -

زیادہ بہتر یہ ہے کہ 'میں' کو سنسکرت वयम اور پالی मय سے نکالا جائے - य ہماری زبان میں ए کے قائم مقام ہے جیسے समय سے समै اور नयन سے नैन - اسی طرح मयम سے मैँ - اس پر ایک اعتراض ہو سکتا ہے - وہ یہ کہ ''ویم'' جمع ہے اور 'میں' واحد - جمع سے صیغہ واحد کیسے وضع کر لیا گیا ؟ یہ اعتراض کچھ وزن نہیں رکھتا - سنسکرت الفاظ نے جہاں موجودہ بول چال کی زبانوں میں آتے آتے اپنا چولا بدل دیا ہے وہاں ان کے معنی بھی بدل گئے ہیں - اس کی مثال بنگلہ ''آمی'' ہے جو اصل کے اعتبار سے جمع کا صیغہ ہے لیکن بنگلہ میں مفرد کے لئے استعمال ہو رہا ہے - اس اشتقاق کی تائید ریوائی بولی کے मय (میں) سے ہوتی ہے - اسے سنسکرت 'میا' اور پراکرت 'مئی' یا 'مئیں' سے نکالنا ممکن نہیں -

یہ تبدیل دو طرف سے ہوئی - 'میں' جمع ہے مگر مفرد کے لئے استعمال ہو رہا ہے - ''ہم'' مفرد ہے اور جمع کے معنی دے رہا ہے - بھوجپوری میں ''ہم'' آج بھی مفرد ہے - بھوجپوری یا اردو دونوں میں سے کسی ایک جگہ ماننا پڑے گا کہ وہ اپنے اصلی معنی میں استعمال ہو رہا ہے اور دوسری جگہ اس نے اپنے معنی بدل دئے ہیں - میں

---

(۱) مشرقی گرامر صفحہ ۲۷۵ -

سمجھتا ہوں کہ "ہم" اصلاً مفرد ہے اور سنسکرت "اہم" سے ڈھالا گیا ہے۔ شروع سے अ کا گر جانا معمولی بات ہے۔ ہری اودھ نے کسی عالم کا قول نقل کیا ہے کہ ''اہم" سے "ہم'' اس طرح وجود میں آیا جیسے ''اہے'' سے ''ہے'' - دونوں جگہ شروع سے الف گرا ہے - (۱)

شیام سندر کا بیان ہے کہ مارکنڈے نے اپنی مشہور کتاب پراکرت ''سروسو'' میں "اسمد" (میں) کی جگہ ''ہم" ایک لغت دیا ہے اور اسے مفرد بتایا ہے - یہی ''ہم" ہماری زبان کا 'ہم' ہے - وہ فرماتے ہین کہ مفرد کا جمع کے لئے استعمال ایک طرح کی نا ہمواری ہے مگر اپ بھرنش میں یہ کوئی انوکھی بات نہ تھی - (۲) بھنڈارکر، چٹرجی، دھیریندرورما، جان بیمز و غیرہ علما نے ''ہم" کو پراکرت अम्हे یا अम्हे سے مشتق مانا تھا - پہلا فاعلی حالت میں ہے دوسرا آلی حالت میں - پہلے کا ماخذ ایک قدیم ہندایرانی لغت ''اسمے" ہے جو ویدک زمانے کی یادگار ہے - دوسرا سنسکرت अस्माभि سے ڈھالا گیا ہے - اسما بھی - امہے بھی' امہے ہی - امہے ہی - یہ اس کے مختلف روپ ہین - شروع سے 'ا' گرا اور 'مہے' میں قلب ہوا تو 'ہمے' اور اس سے ''ہم" وجود میں آیا - (۳)

میں سمجھتا ہوں اردو مفعولی ضمیر "ہمیں" کی اصل سنسکرت 'آسمے' یا پراکت امہے ہے - "ہمین" کا غنہ म علامت مفعول کا بقیہ ہے - پراکرت مین فاعلی اور مفعولی دونوں حالتون مین 'امہے' استعمال ہوتا تھا - اور اپ بھرنش میں अम्हइँ - (۴) ماگدھی میں اس کا

(۱) ہندی بھاشا صفحہ ۸۷

(۲) ساھتیہ صفحہ ۱۵۳

(۳) بیمز ج ۳ صفحہ ۳۰۷

(۴) بیمز جلد ۲ صفحہ ۳۰۸

روپ ''اشمے'' تھا - یاتو پراکرت میں بھی غنہ تھا جو کثرت استعمال سے غائب ہو گیا یا'ن' بعد کا ارتقا ھے - بہر حال جو صورت بھی ہو تقاضاے قیاس یہ ھے کہ مفعولی حالت میں'ن' یا'م' ہو - اردو ''ہم'' فاعل کے لئے اور ''ھمیں'' مفعول کے لئے عین قیاس کے مطابق ھے -

اردو غیر فاعلی حالت ''مے'' کا استعمال صرف اضافی حالت میں ہوا ھے - جیسے میرا - میری - میرے - بقیہ حالات مین 'مجھ' آتا ھے - جسے مجھ کو - مجھ میں - مجھ سے وغیرہ - 'مے' براہ راست سنسکرت मे سے ماخوذ ھے جو اضافی حالت میں ھے - اردو میں اس کی یہ حالت فراموش کر کے نئے سرے سے اس پر علامت اضافت ''را'' اضافہ کردی گئی - اودھی کا ''مو'' 'مے' سے مختلف ھے - وہ سنسکرت ''مم'' کا مولود ھے - سکسینہ نے''میرا'' کا ماخذ ''موکیر'' بتایا ھے(۱) لے - یہ صحیح نہیں - '' مجھ'' سنسکرت مین ''مہیم'' تھا جو پراکرت میں ''مجھم'' ہوا اور تجھ کی تقلید مین ے اس پر بعد میں بڑھا دیا گیا - اس طرح ''تجھ'' بنا - ''مجھ'' قدیم اردو مین اضافی حالت مین مستعمل تھا اور اس کا 'منجھ' تلفظ کیا جاتاتھا - احمد دکنی کا شعر ھے -

کدھیں سیج سک سنگ ملسی نہ منجہ -
کدھیں من کمل پھول کھل سی نہ منجہ -

'مجھے' کی 'ے' مفعولی (ثانوی) علامت ھے جو غالباً بعد میں اضافہ ہوئی - 'اودھی' کا 'مو' بھی اردو میں ھے جیسے ''موکوں نہ توکوں لے چولھے میں جھوکوں'' - یہ 'میں' کی غیر فاعلی حالت ھے - برج میں 'مو' 'مجھ' کے قائم مقام ھے - برج اور اودھی 'ھوں'' (میں) کی اصل اپ پھرنش ھئوں हउँ ھے جو سنسکرت ''اھکم'' اور شورسینی پراکرت 'अहअं' سے ماخوذ ھے - حاضر کی ضمیرین اوران کی مختلف شکلیں یہ ھیں -

---

(۱) اودھی کا ارتقا صفحہ ۱۶۳

حالت	واحد	جمع
فاعلی	تو	تم
مغیرہ	تجھ - تے	تم (تمھوں)
مفعولی	تجھے	تمھیں - تمہیں

"تو" کی اصل سنسکرت 'توم' त्वम है - آخر سے غنہ گر گیا ہے - مار واڑی اور قدیم اودھی میں اس کا روپ "توں" تھا - 'ن' غنہ 'م' کی یادگار ہے - پراکرت میں اس کی کئی شکلیں ہیں - شورسینی میں 'تمن' مہاراشٹری مین 'تن' - اردہ ماگدھی مین 'تمے' - تکی مین 'تہن' - اپ بھرنش مین تہوں (۱) - یہ سب فاعلی حالتین ہیں اور سنسکرت 'توم' سے حاصل کی گئی ہین - کیلاگ کا رجحان اس طرف ہے کہ "تو نے" میں جو 'تو' ہے اس کا ما خذ پراکرت तुअ کو مانا جائے جو اضافی حالت میں ہے اور سنسکرت तव کا قائم مقام ہے (۲) - اس میں ایک لغت "تیں" بھی ہے جو شاید مہاراشٹری "تن" کا ایک روپ ہے۔ अ کا تبادل ए سے اردو میں عام ہے - 'بینگن' کی اصل سنسکرت 'ونگن' تھا - یہ بھی ہوسکتا ہے کہ 'میں' پر قیاس کر کے 'تو' کو 'تیں' کر لیا گیا ہو - دھیریندر و غیرہ علماء نے 'میں' کی طرح 'تیں' کو آلی حالت پراکرت तए اور اپ بھرنش तइँ سے نکالا ہے - त्वया

"تم" غالباً 'تمھ' تھا اس لئے کہ اس کی اصل तुष्म (تشم) ہے جو 'تُ' ضمیر واحد حاضر اور स्म الحاقی سے مرکب ہے - 'شم' متکلم میں بھی تھا - و ھاں 'مھ' ہو گیا تھا یہاں 'تمھ' ہوا - پراکرت میں اس کا روپ 'تمھے' ہے - 'تم' میرے خیال میں 'تمھے' سے زیادہ قدیم

---

(۱) مبادی پراکرت ولنر صفحہ ۴۲

(۲) ھندی گرامر پارہ ۳۵۲

ہے - یہ ہند ایرانی کے کسی ایسے روپ سے لیا گیا ہے جو قدیم فارسی 'تُوَم' سے ملتا جلتا تھا - سنسکرت 'توم' اور قدیم فارسی 'تُوَم' ایک اصل کی دوشاخیں ہیں - زندی 'توم' بھی اسی اصل سے پھوٹا ہے - اردو 'تم' بھی اسی کی ایک شاخ ہے - اس لحاظ سے وہ مفرد ہے لیکن جمع کے معنی دے رہا ہے -

''تے'' 'مے' کی طرح اضافی ہے - تیرا - تیری - تیرے - اور سنسکرت त्व کا جانشین ہے - 'تجھ' سنسکرت ''تبھیم'' سے ماخوذ ہے جو ضمیر واحد حاضر کی مفعول ثانوی حالت ہے - پراکرت میں بھی یہ 'تجھ' ہی تھا - مثلاً تجھ (تیرا) تجھتو (تجھ سے) 'تہ' اور 'تبھ' پراکرت میں دو روپ اور بھی تھے - ہورنلے نے 'مجھ' اور 'تجھ' کو اضافی بتایا ہے اور سنسکرت त्वदीय اور मदीय سے ان کا جوڑ لگایا ہے - ان کا بیان ہے کہ سنسکرت म اور त्व کی جگہ پراکرت मह اور तुह پر اضافہ ह्य کئے گئے تو 'مجھ' اور 'تجھ' بنے - اس طور پر - मह्ह्य = मह्य = مجھ = مُجھ - तुह्ह्य = तुह्य - تجھ - وہ کہتے ہیں کہ مجھ اور تجھ کو ''مددرش'' اور ''توادرش'' سے بھی اخذ کیا جاسکتا ہے - 'مددرہ' سے 'مجھ' اور 'تددرہ' سے 'تجھ' - مشہور ماہر لسانیات لاسن نے مجھ اور تجھ کو سنسکرت کی فرضی اضافی ضمیرود 'مسیہ' اور 'توسیہ' سے مشتق بتایا تھا - ہور نلے کو اس پر اعتراض ہے کہ صوتی طور پر 'سی' کی 'جھ' سے تبدیل کی کوئی مثال نہیں ملتی - (۱)

اردو میں تجھ مفرد کے لئے ہے اور 'تمھ' جمع کے لئے - 'تجھ' کی مفعولی حالت 'تجھے' ہے اور 'تمھ' کی تمھیں - مجھے کی 'ے' بعد میں بطور علامت مفعول اضافہ ہوئی - 'تمھیں'

---

(۱) تقابلی گرامر صفحہ ۲۸۲

کا 'ں' جمعیت کے لئے ہے - اپ بھرلش عہد میں مفرد اور جمع کا فرق 'ن' کے ذریعہ کیا جاتا تھا - हि (علامت اضافت) مفرد کے لئے تھا اور हं جمع کے لئے - پلاٹس 'ہم' اور 'تم' کو 'ھموں' اور 'تمھوں' سے مختصر مانتے ھیں اور ان کی اصل پراکرت "اسہانم" اور "تمہانم" بتاتے ھیں - یہ دونوں صیغے جمع کے ھیں اور اضافی حالت میں ھیں - 'ھموں' اور 'تمھوں' قدیم اردو میں غیر فاعلی حالت میں مستعمل تھے - 'ھمیں' اور 'تمھیں' کو بھی وہ 'امہانم' اور 'تمہانم' سے نکالتے ھیں - ان کا خیال ہے کہ یہ اگرچہ مفعولی (ثانوی) حالت میں ھیں لیکن پراکرت عہد میں مفعولی (ثانوی) اور اضافی حالت میں کوئی امتیاز نہ تھا اس لئے اس اشتقاق میں ان کے نزدیک کوئی قباحت نہیں (۱) -

یہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ اپ پھرنش میں مفعولی حالت میں अम्हइं (ھمیں) بولا جاتا تھا - 'تم' سے तुम्हइं بھی مستعمل تھا - کیلاگ ان دونوں کی اصل अम्हहिं اور तुम्हहिं بتاتے ھیں - اور हिँ کو مستقل لاحقہ قرار دے کر سنسکرت "سمن" (مفرد) یا "بھیم" (جمع) سے نکالتے ھیں - یہ لاحقہ جو اصل کے اعتبار سے ظرفی ہے پراکرت اور قدیم ھندی میں مفعول کے لئے استعمال ھوتا رھا ہے (۲) - لیکن یہ صحیح معلوم نہیں ھوتا - کم سے کم 'تمھیں' کی 'ہ' اصل کلمے کی ہے اور "سنسکرت "تشمے" کے 'ش' کا بدل ہے - پراکرت میں اس کا روپ "تمہے" تھا - میں तुम्हइ اور "تمھے" کو واحد سمجھتا ھوں . اصل لاحقہ دونوں میں इ ہے - پہلی

---

(۱) اردو گرامر صفحہ ۱۱۵

(۲) ھندی گرامر صفحہ ۲۱۲

صورت میں ساکن الاخر ''تمھ'' پر اضافہ کیا گیا اور ثانی صورت میں مفتوح الاخر ''تمھ'' پر - اس لئے इ کلمے کے अ کے ساتھ مدغم ہو کر ए ہو گیا - ''ن'' غنہ کسی قدر بعد کی پیدا وار ہے -

'غائب' کی ضمیریں جن کی بابت کہا جاتا ہے کہ وہ اصل میں اسماء اشارہ ہیں یہ ہیں -

حالت	واحد	جمع
فاعلی	وہ	(وے) وہ
مغیرہ	اُس	اُن ـــ اُنھوں
مفعولی	اُسے	انھیں -

''وہ'' کی تاریخ ذرا اُلجھی ہوئی ہے - میرا خیال ہے کہ قدیم ہند آریائی یا 'ہند ایرانی' میں اسم اشارہ بعید اور ضمیر غائب کے لئے الگ الگ صیغے تھے - اشارے کے لئے 'ـــِ'، 'یِ'، 'وِ' اور ضمیر کے لئے 'ش' س' اور 'ت' - یہ صیغے کچھ عرصہ تک ایک دوسرے سے ممتاز رہے اور جدا جدا اپنے معنی دیتے رہے اس کے بعد یہ خلط ملط ہوئے اور گھل مل کر ایک ہوگئے - ضمیر اور اشارہ کے درمیان اشتباہ ان کے گھل مل جانے کی وجہ سے ہوا - ترکیب کے بعد ان کی جداگانہ ہستی بالکل فنا نہ ہوئی - وہ الگ الگ بھی استعمال ہوتے رہے اور ترکیب پا کر بھی - لیکن معنی اور مفہوم کے اعتبار سے ان میں جو فرق تھا وہ ہندو ایران کی ادبی اور بول چال کی زبان میں نہ رہا - 'پہلوی' میں ''او'' اور 'ش' کے ساتھ ''اوش'' بھی استعمال ہوتا تھا اور 'سنسکرت'، میں सः (وہ) اور अयं کے پہلو بہ پہلو एषः اور असौ بھی بولے جاتے تھے - ''وہ'' اسی عہد تخریب و تعمیر کی یادگار ہے - اس میں دونوں کلموں کے عناصر موجود ہیں - 'و' تو

"اَوٓ" یا "اُوْ" کا قائم مقام ہے اور 'ہ' 'س' یا 'ش' کی - اس کے درمیانی حلقے یہ ہیں -

اوش - اوس - اوہ - وہ یا آہ - "اہ" مشرقی زبانوں میں ہے -

ڈاکٹر چٹرجی نے "وہ" کو سنسکرت کے فرضی روپ अव سے نکلا ہے (۱) - اور اس کا جوڑ ایرانی آو' سے لگایا ہے - ہری اودھ سنسکرت असौ پراکرت अस्सु اور اپ بھرنش सु سے نکالتے ہیں (۲) سکسینہ نے چٹرجی کے اشتقاق سے اختلاف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اسم اشارہ قریب 'ـِ' یا 'ـِ ے' کی مثال پر 'ـُ' یا 'ـُ و' (آو) بعید کے لئے وضع کر لیا گیا (۳) - یہ قریب قریب وہی ہے جو میں نے عرض کیا - کیلاگ یہ دیکھ کر کہ موجودہ سنسکرت اور پراکرت کے ذخیرے میں کوئی کلمہ نہیں جس سے "وہ" کا رشتہ جوڑا جا سکے ایک کلمہ "اوشہ" (غالباً 'اشہ' کی مثال پر) فرض کرتے ہیں اور اسے 'وہ' کا ماخذ قرار دیتے ہیں - ان کا خیال ہے کہ قدیم سنسکرت میں उ 'ـُ' ایک حرف تھا جو اشارہ بعید کا کام دیتا تھا - زمانے نے صفحۂ زبان سے اس کو محو کردیا - یہ حرف سنسکرت 'آت' 'آپ' 'آہر' کے شروع میں آج بھی ہے اور بیانگ دہل اپنی ہستی کا اعلان کررہا ہے (۴) - بعض کلموں کے آخر میں بھی اس کے آثار ملتے ہیں - جیسے तदउ اور साउ-सउ - یہ

---

(۱) بنگالی صفحہ ۸۳۷

(۲) ہندی بھاشا صفحہ ۸۸

(۳) اودھی کا ارتقا صفحہ ۱۸۰

(۴) ہندی گرامر صفحہ ۲۱۴ -

کلمے स (وہ مذکر) सा (مونث) اور तद् (بے جنس) پر उ لگا کر بنائے گئے ھیں -

اردو میں ضمیر غائب کی اصل 'و' ہے اس لئے علامت جمع 'ے' اس پر اضافہ کی گئی اور حسب قاعدہ ''وے'' (صیغہ جمع) بنا لیا گیا - خود سنسکرت میں ''سرو نام'' (مذکر) کی جمع ''ے'' لگا کر بنائی گئی تھی - یہ قاعدہ ھند یورپی زبانوں میں قدیم سے تھا - انگریزی میں He کی جمع They ہے جو لفظی اور معنوی اعتبار سے سنسکرت ते (وے) کے قائم مقام ہے - صرف اتنا فرق ہے کہ سنسکرت त کا تبادل یہاں थ (TH) سے ھوگیا ھے - اردو میں 'وے' اب متروک ھے - اس کی جگہ ''وہ'' بولتے ھیں -

''اس'' کو 'او' کی اضافی حالت بتایا جاتا ھے - یہ اصل میں ''اَوَشیہ'' تھا - پراکرت میں ''اُاُسّ'' ھوا اور پھر ''اس'' - لیکن میری بیان کردہ تعلیل کے مطابق اس تکلف کی ضرورت باقی نہیں رھتی - 'اس' 'وہ' کے درمیانی حلقوں میں سے ایک حلقہ ھے جس میں 'س' ضمیر 'سہ' کی یادگار ھے - 'ان' میں 'ن' جمع کا ھے جو لاحقہ اضافت ''نام' سے لیا گیا ھے - پراکرت میں اس کا روپ णं تھا - اس کے ارتقائی حلقے یہ ھیں उणं-अउणं-अवणं آن -

''ان'' کا ایک روپ ''اُنھ'' بھی ھے - لاحقہ اضافت ''آنام'' کے تغیرات گریرسن نے یہ لکھے ھیں (۱) - अराहं - अणं - आणं مسٹر ٹرنر کا بیان ھے کہ پراکرت परा (ن) موجودہ زبانوں مین ह्न ھو گیا (۲) جس طرح 'اس' پر 'ے' بڑھا کر 'اسے' بنایا

(۲) جرنل بنگال ایشاٹک سوسائٹی جلد ۵۲ صفحہ ۱۴۱

(۳) بلیٹن اسکول اور ینٹل اسٹڈیز جلد ۵ صفحہ ۱۳۲

گیا تھا "انھ" پر 'ـِ ین' بڑھا کر "انھین" وضع کر لیا گیا۔ "ھمین" - "تمھین" - 'انھیں' یہ سب کلمات ایک ھی وضع پر ڈھال لئے گئے - مین یہ پہلے عرض کر چکا ہوں کہ ان کلمات کا لاحقہ हिँ نہین جیسا کہ عام طور سے سمجھا جاتا ہے - اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ھم - تم (تمھ) ان (انھ) جن کے اخرمیں یہ لاحقہ جڑا ہوا بتایا جاتا ہے ساکن الاوا خرھین - اس لئے ممکن نہیں हि 'ـِ ین' کی شکل اختیار کر سکے - گریرسن نے لکھا ہے کہ अहँ تو एँ کی صورت اختیار کر سکتا ہے لیکن हिँ مین اس کا امکان نہیں (۱) -

ھور نلے "وہ" کو अवह سے منحوت مانتے ھین جو ان کے نزدیک अव اور ह سے مرکب ہے - پہلا سنسکرت کنایات इयत اور तावत وغیرہ کے ایک طویل اور کشیدہ روپ سے نکالا گیا تھا - اپ بھرنش میں اس کا روپ एवहुँ ہے جو لاحقہ ह اپ بھرنش हु یا हि سے مختصر کر لیا گیا - 'انھ' کا لاحقہ "نھ" جمع کے لئے ہے اور नाम سے بہت کچھ تبدیلیوں کے بعد وجود مین آیا ہے (۲) -

"انھوں" اردو مین آج بھی ہے لیکن حرف 'نے' کے ساتھ استعمال ہوتا ہے جیسے "انھوں نے کہا تھا" - "انھوں سے" بھی بولتے ھین لیکن یہ فصیح نہین "ان سے" صحیح اور فصیح ہے - "انھوں" کی مثال پر قدیم اردومین 'ھموں' "تمھوں" بھی بولتے تھے - "سبھوں" کا ڈھنگ بھی یہی ہے - یہ کلمات لاحقہ جمع کے اضافے سے بنے ھین -

(۱) جرنل بنگال سوسائٹی جلد ۵۲ صفحہ ۱۳۶

(۲) تقابلی گرامر پارہ ۴۳۸

۲—اسماء اشارہ

اشارے دو طرح کے ہیں - قریب اور بعید - بعید کے لئے 'اردو' میں وہ، اس، ان، و غیرہ کلمات ہیں جن کا ذکر ضمیر غائب کے سلسلے میں کیا جاچکا ہے - قریب کے لئے 'اردو' میں ذیل کے کلمے ہیں -

حالت	واحد	جمع
فاعلی	یہ	(یے) یہ
مغیرہ	اِس	اِن—انہوں
مفعولی	اِسے	اِنہیں

اشارے کے لئے قدیم ہندیورپی میں تین حرکتیں تھیں - 'ـَ'، 'ـِ'، 'ـُ' پہلی دو حرکات کی ترکیب سے چوتھی حرکت "ـےِ" بعد میں حاصل کرلی گئی - ان حرکتوں کو سہارے چاہئیں - اس لئے کہ حرکتیں اپنے قیام اور بقامیں حروف کی محتاج ہوتی ہیں - یہ سہارے ضمیروں سے لئے گئے اور حرکات اشارہ اور حروف ضمیر کو ترکیب دے کر مستقل اور آزاد اشارے بنا لئے گئے - سنسکرت میں ـُ کے علاوہ باقی حرکات اشارہ بھی ملتی ہیں لیکن ان کو خلط ملط کر دیا گیا ہے - ہر علامت کی پوری پوری گردان نہیں ہوتی بلکہ ایک ہی علامت کے تحت دوسری علامت کی شکلیں، ان کے تغیرات، اور مختلف روپ دے دئے گئے ہیں - یہ علامات **त** کے (ضمیر غائب) سہارے استعمال ہوئی ہیں - وہ یہ ہیں - **अदस** **अ** اور **द** (ت کا بدلا ہوا روپ) سے مرکب ہے - **इदम** **इ** اور **द** سے **एतद** **ए** اور **त** سے ان میں **इ** کی گردان میں **अ** اور **ए** کے صیغے بھی ہیں - مثلاً **अस्याम-अस्याः-अस्ये** اسی طرح **एभि-एवाम** **एभ्यः** وغیرہ -

ایرانی میں چار حرکتیں تھی - 'ے' یا 'او' جس سے 'پازند' '٢' یا ''آئی'' بنے - 'فارسی' ''اوی'' قدیم 'فارسی' میں ''او + ھی'' تھا - ''ھی'' سنسکرت ''سی'' کا قائم مقام ہے - 'ے' قدیم فارسی ''ایت'' میں ہے جو 'ے' اور 'ت' سے مرکب ہے اور 'سنسکرت' एत کے مساوی ہے - ''ایشان'' میں بھی 'اے' ہے (اے + ش + ان) ے اور 'ے ایں' اور 'ان' میں ہیں - 'ن' اور 'م' ان حروف میں ہیں جو حرکات اشارے کے لئے سہارے کا کام دیتے ہیں - سنسکرت سے اس کی مثالیں ڈاکٹر چٹرجی نے یہ پیش کی ہیں - अनयोः-अनेन-इभाः इमान-इमाम-इम

'اردو' ''یہ'' مرکب حرکت اشارہ ए سے ماخوذ ہے - اس کی 'ہ' 'ش' کا بدل ہے - سنسکرت میں یہ صیغہ एष تھا - اردو کا عام رجحان ہے کہ کلمات کے شروع مین جو ए اور ओ آتے ہیں (جو بترتیب अ اور इ اور उ-अ سے مرکب ہیں) ان کا अ گرجاتا ہے اور इ کی جگہ 'ی' اور उ کی جگہ 'و' رہ جاتا ہے - مشرقی زبانوں میں گریرسن کے بقول अ کبھی نہیں گرتا - 'بہاری' اور 'مشرقی ہندی' میں 'وہ' کو ''اوہ'' اور 'یہ' کو ''ایہ'' کہتے ہیں - اس رجحان میں 'راجستھانی' 'برج' اردو کے ساتھ ہیں - 'مشرقی زبانوں' کے ساتھ پنجابی ہے غالباً 'اردو' کے اثر سے اودھی میں ''یو'' اور ''وئی'' ملتے ہین - باقی صیغے اور ان کے مختلف روپ ''وہ'' کی اشکال کے مطابق ہیں - جسمیں ایک قاعدے کے تحت ڈھالا گیا ہے -

''ان'' کی بابت اتنا اور عرض کردوں کہ جس طرح 'ہم' اور 'تم' کا 'م' جزو کلمہ ہے اور 'ے وں' یا ''ے یں'' لگا کر ان کی جمع بنائی جاتی ہے اسی طرح ہو سکتا ہے کہ ان - جن - تن وغیرہ

غیر فاعلی جموع کا آخری 'ن' بھی 'م' ہی ہو جو ان کلمات میں 'امھ' ''تمھ'' پر قیاس کرکے بڑھا یا گیا ہو - 'فارسی' ام (ایں) اور سنسکرت इम سے ظاہر ہوتا ہے کہ 'م' اور 'ن' ایک حرف کے دو روپ ہیں - اس صورت میں 'اَن' اور 'اِن' 'انہوں' اور 'انہوں' سے مختصر ہوں گے جس طرح بقول پلیٹس 'ہم' اور 'تم' 'ہموں' اور 'تمہوں' سے مختصر کئے گئے تھے -

۳. اسماء موصولہ

اردو میں اسم موصول صرف ایک حرف ''ج'' ہے جس کی حسب ذیل مختلف حالتیں ہیں -

حالت	واحد	جمع
فاعلی	جو	(جے) جو
مغیرہ	جس	جن - جنہوں
مفعولی	جسے	جنہیں

''جو'' سنسکرت :य کا چربہ ہے - یہ سنسکرت میں کہیں کہیں اور پراکرت میں عام طور سے यो بولا جاتا تھا - य کا 'ج' سے تبادل ایک عام بات ہے - 'جے' جو کی جمع ہے جو پہلے مستعمل تھی لیکن اب متروک ہے - اس کی غیر فاعلی حالت 'جسّ' سنسکرت کی اضافی حالت ''یسیہ'' سے حاصل کی گئی تھی - پراکرت میں اس کا روپ ''جس'' تھا - اس کا ''س'' 'اس' کی طرح غائب کی ضمیر ''ش'' کا قائم مقام بھی ہو سکتا ہے - 'ج' کا کسرہ حر کی ہم آہنگی اور موزونیت کا شرمندہ احسان ہے - ''جن'' 'جنہوں' کا مخفف ہے - جنہوں اصل میں ''جنھونم'' تھا یہ صیغہ ''تمھونم'' پر قیاس کرکے بنایا گیا تھا - اصلِ عِلامت سنسکرت नाम اور

'پراکرت' ण ہے - جس کلمے پر یہ علامت اضافہ کی جائے اس کی تین حالتیں ہو سکتی ہیں - اس کے آخر میں आ ہو یا ए - ان دونوں صورتوں میں کلمے کی اس طرح گردان کی جائے گی - تمھا - نام - تمھانم - تمھاں - یا - تمھے نام - تمھے نم - تمھیں - آخر میں 'ں' بھی ہو سکتا ہے - یہ آن کلمات میں ہوگا جواپ بھرنش کی راہ سے ہماری زبان مین آئے - اس صورت میں یہ صیغہ اس طرح بنے گا - تمھونام - تمھونم - تمھوں - 'تم' 'ہم' و غیرہ ضمیروں کو پیش نظر رکھ کر تمام اسماء کی گردان اسی انداز پر ہو گی -

اسم موصول کے ساتھ اس کے موازن ضمیر "سو" یا 'تو' کا ذکر بھی ضروری ہے - یہ سنسکرت त یا :स سے ماخوذ ہے - اس کے دوروپ ہیں اور دونوں روپوں میں یہ مستعمل ہے - جو ہوسو ہو - جو میں وہاں جاؤں تو اس کو پاؤں - "تو" کی غیر فاعلی حالت "تس" ہے میر کا شعر ہے -

حیرتی ہے یہ آئینہ کس کا منہ تکاہی کرے ہے جس تس کا

اس کے تمام تغیرات اور ان کی تاریخ بالکل "جو" کی طرح ہے - تو - تس - تن - تسے - تنھیں - تنھوں - 'جو' میں ایک لغت "جُوں" بھی ہے جو غالباً "کون" کے وزن پر اور اس کی تقلید میں وضع کیا گیا تھا - بھنڈارکر اور بیمز وغیرہ کی رائے میں ज سے "یون" اور پھر "جون" بنا - پلیٹس اس کی اصل य:पुन: (جو کی مفعولی حالت) بتاتے ہیں - اودھی "جَوَن" اور ریوای "جؤنم" اردو "جون" اور 'پراکرت' "جوان" کے درمیانی حلقے ہیں - راجستھانی جِکو یا جُکو' 'پراکرت' الحاقی "جکہ"

کی پیداوار اور اس کی یادگار ہے -

ٹیلر نے 'جون' و غیرہ کو ''جو جن'' سے مشتق مانا تھا - بیمز نے اس پر اعتراض کیا کہ جون کا قدیم روپ ''جَوَن'' یا ''جوُن''، ''جوجن'' کی پیداوار نہیں ہو سکتا -

۱۴- حروف اِستفہام

اردو میں حروف استفہام یہ ہیں - کون - کیا - کیوں - کبے - ان میں اصلی حرف 'ک' ہے جو سب میں مشترک ہے اور تمام کلموں کی بنیاد ہے - ''کون'' منصرف ہے باقی کلمات غیر منصرف ہیں - ''کون'' گردانا جاتا ہے اور یہ گردانے نہیں جاتے - ''کون'' کی گردان یہ ہے -

حالت	واحد	جمع
فاعلی	کون	کون
مغیرہ	کس	کن - کنھوں
مفعولی	کسے	کنھیں

''ک'' جو اصلی حرف استفہام ہے ہند ایرانی क سے لیا گیا تھا - ''کون'' سے اشخاص کی بابت سوال کیا جاتا ہے - اس کی اصل سنسکرت क: पुन: اور 'پراکرت' कउन ہے جیسا کہ کیلاگ' بیمز اور چٹرجی و غیرہ علماء نے لکھا ہے - 'ٹیلر' ''کہ جن'' بتاتے ہیں میرا خیال ہے کہ ''کون'' 'ک' 'ے' اور 'ن' سے مرکب ہے - 'ک' حرف استفہام ہے - ے علامت اشارہ اور ن (جو 'م' بھی ہو سکتا ہے) اشارے کا سہارا ہے - ''ے ن'' 'ام' اور 'ان' سہارا کی طرح مستقل اور جداگانہ علامت اشارہ بھی ہو سکتا ہے - پلیٹس نے ''ا ے ن'' اور ''اون'' دو قدیم علامات اشارہ بتائی ہیں (۱) -

---

(۱) فارسی گرامر حاشیہ صفحہ ۱۱۸

'ے' ضمیر کے اخر میں دیکھا گیا ہے - ڈاکٹر چٹرجی نے सउ اور तदउ مثالیں دے کر لکھا ہے کہ یہ स + उ اور तद + उ تھے - सउ کے توڑ پر कउ بن سکتا ہے - ہورنلے ''کون'' کی اصل 'سنسکرت' कियत (کتنا) اور 'پراکرت' केव بتاتے ہیں - اپ بھرنشن' میں اس کا روپ केवडु تھا - ड़ एड़ ہوا اور एव अव تو कवण بنا - ''کون'' اس کا اخری روپ ہے (۱) -

'کیا' اشیاء کے لئے مخصوص ہے یہ غالباً किमअ تھا - अ اسم اشارہ بعید ہے - جو ''ادس'' अदस کے شروع میں بھی ہے - جدید بولیوں میں جہاں ایک ہی کلمے میں دو حرکتوں کا اجتماع ہوتا ہے य یا व اضافہ کر کے ان کے درمیان فصل کر دیا جاتا ہے - 'ک' اور 'ی' کے مخلوط ہو جانے سے ''کیا'' بنا - کیلاگ کیا کی اصل ''کاہ'' بتاتے ہیں جو ان کے خیال میں 'سنسکرت' कस्य اور 'پراکرت' कस کی پیداوار ہے - وہ فرماتے ہیں 'اردو' 'کیا' ممکن ہے किस्य سے لیا گیا ہو - اس صورت میں اس کی تبدیلیاں یہ ہوں گی - کِسْیہ - کِسّ - کِہ - کا - کیا -

'کیا' किमवा (کیا) سے بھی ماخوذ ہو سکتا ہے - 'م' حذف ہونے کے بعد کسرہ کاف کے زیر اثر व قاعدے کے مطابق य ہو گیا -

''کیوں'' سے سبب اور علت دریافت کی جاتی ہے - اس کی جگہ ''کا ہے'' بولا جاتا تھا جس کی بابت انشا نے لکھا ہے کہ وہ پورب دیس کا ہے - اب یہ متروک ہے - 'کا ہے' تو ''کہ'' کا مزید علیہ ہے لیکن ''کیوں کے لئے किउम یا किवम سے ڈھالا گیا تھا - 'ک' مفتوح اشخاص کے لئے

(۱) تقابلی گرامر صفحہ ۲۹۱

ہے اور مکسور اشیاء کے لئے ــ 'کیا' اور 'کیوں' دونوں میں 'ک' مکسور ہے۔ "کیوں" 'ک' اور 'یوں' سے بھی مرکب ہو سکتا ہے۔ "یوں" کی اصل 'سنسکرت' "ایوم" ہے۔ ایوم - ایوَن - اِیوُن - یون۔

'کے' اور 'کتنا' تعداد اور مقدار کے لئے ہیں - کے آدمی آئے۔ یعنی انکی تعداد کیا تھی - گھی کتنا ہے - یعنی کے سیر ہے؟ "کتنا منصرف ہے - کتنا - کتنی - کتنے - کتنوں - "کے" غیر منصرف ہے۔ کے مرد۔ کے عورتیں - ان دونوں کی اصل واحد ہے - कतम کے कइ-कति اور कतिन قلب حرکت کے بعد 'کتنا'۔ کیلاگ اور ہورنلے "کتنا" کا ماخذ 'سنسکرت' कियतक اور 'پراکرت' केत्तिम بتاتے ہیں۔ اس کا اصل روپ ان کے نزدیک 'کتا' ہے جو عام بول چال میں آج بھی رائج ہے - 'ن' بعد میں اضافہ کیا گیا - بیمز کہتے ہیں کہ 'ن' لاحقہ تصغیر ہے (۱) اس کے اصل معنی بہت زمانہ گزرنے کے بعد فراموش کر دئے گئے - 'پلیٹس' 'ن' کو ایک 'ت' کا بدل بتاتے ہیں (۲) -

'کیسا' - کہاں - کیدھر و غیرہ کلمات بھی 'ک' استفہامیہ کی ترکیب سے بنے ہیں۔ ان میں کیسا حالت کے لئے ہے - کہاں اور کدھر ظرف و مقام کے لئے -

۵ــ کنایات

کنایات کو شرق داں اسماء تنکیر Indefinite pronoun کے نام سے یاد کرتے ہیں - یہ 'ک' استفہامی' - 'ج' موصولی' اور 'ت'

---

(۱) کیلاگ صفحہ ۲۲۰

(۲) اردو گرامر صفحہ ۱۲۸

و، علامت اشارہ کی ترکیب سے بنے ھیں - جو 'ک' کی ترکیب سے بنے ھیں وہ یہ ھیں - کوئی - کچھ - کئی -

کوئی منصرف ھے - اس کے تغیرات اس طور پر ھیں -

(۱)	فاعلی	کو٠ی	کو٠و
(۲)	غیر فاعلی	کسی	کسو

"کچھ" غیر منصرف ھے - 'کوئی' اور 'کچھ' دونوں کی اصل क ھے - کوئی سنسکرت میں کوپی (کو + اپی) تھا - 'پراکرت' میں کووی یا کوبی ھوا - اردو میں "ب" گر جانے کے بعد "کوئی" "کچھ" کا ماخذ سنسکرت کچ چت (کت چت) ھے - لیکن "کچھو" جو برج' اودھی و غیرہ میں ھے بتاتا ھے کہ اس کی اصل غالباً کچّت اُت (کت + چت + آت) ھے 'اردو' 'کچھ' کا ـُـ کچھو کے آخر سے لے لیا گیا - یہ بھی ممکن ھے کہ اردو کچھ کا ماخذ "کوچت" ھو - اور برج 'کچھو' کا و' اپ بھرنش عہد میں دوسرے اسماء مانعہ پر قیاس کر کے اضافہ کیا گیا ھو (۱) - برج ' کو٠و' اور 'اودھی' کے 'و' کا حال بھی یہی ھے -

ان میں بھی دونوں قسم کے تصرفات ممکن ھیں -

'سکسینہ' "کچھ" کی اصل منسکرت' "کش چد" بتاتے ھیں - 'اشوک' کے کتبوں میں اس کا روپ "کچی" بھی ھے اور "کچھی" بھی - "چھ" ظاھر ھے "شچ" کا بدل ھے - "کئی" کی اصل कति ھے - 'ت' حذف ھونے پڑ کئی" رھا - 'کئی' اور 'کے' اصل کے اعتبار سے ایک ھیں - "کئی" میں مزید تبدیلی اس لئے نہ ھوئی کہ اس میں اور 'کے' مین اشتباہ نہ ھو جائے -

---

(۳) اودھی کا ارتقا صفحہ ۲۰۵

'کہیں' ظرف مکان سے کنایہ ہے - سنسکرت میں اس کے ہم معنی لفظ ''کُوَ'' ہے 'اردو' کہیں اور اپ بھرنش' कहिं ضمیر क اور ظرفی علامت हिं سے بنے ہیں - हिं سنسکرت 'سمن' سے وضع کیا گیا تھا (۱)-

ضمیر اشارہ اور موصول کی مدد سے ذیل کے کنائے ڈھالے گئے -

جیسا - تیسا - ایسا - ویسا - جتنا - آتنا - اِتنا و غیرہ -

ان میں سے ایسا و غیرہ کا آخری جزو یعنی ''سا'' و بیمز ھورنلے و غیرہ کے نزدیک سنسکرت ''درشں'' اور 'پراکرت' ''رس'' سے ماخوذ ہے - لیکن مجھے یہ بہتر معلوم ھوتا ہے کہ اسے 'سنسکرت' ''سمانم'' اور 'فارسی' ''ساں'' کا مخفف مانا جائے - تنہا ''شں'' بھی جو 'مثل' اور 'مانند' کے معنی میں ہے' 'اردو' 'سا' کا ماخذ ہو سکتا ہے -

''اتنا'' وغیرہ کا جزو اخیر کہتے ہیں 'سنسکرت' میں यत یا वत تھا لیکن اس صورت میں 'ن' کو الحاقی ماننا پڑے گا - میں سمجھتا ہوں तिम کے कतिम سے با سانی اس کو لیا جا سکتا ہے - 'فارسی' ''چند'' اور 'پہلوی' 'چنت' کا جزو اخر ''ونت'' ہے - ژندی میں اس کا روپ ''چونت'' تھا - 'اردو' 'اتنا' کا ''تنا'' ''نت'' کا مقلوب ہو سکتا ہے -

یہ کنایات بھی علامت اشارہ کی پیداوار ہیں - یوں - جوں - توں ان کا جزو آخیر 'ےوں' 'سنسکرت' 'ایوم' سے ماخوذ معلوم ہوتا ہے - یہ ویدک زمانے میں ''ایو'' تھا اور ایسا کے معنی میں استعمال ہو تا تھا - بعد میں غنہ اور اضافہ کر دیا گیا - میرا خیال ہے سنسکرت ''ایو'' مرکب ہے ए اور व سے 'ــــے' اسم اشارہ ہے

---

(۱) کیلاگ صفہ ۲۱۲

جو "ایتد" کے شروع میں بھی ہے - 'و' غالباً قدیم ہند پاک ایرانی 'اَوَ' سے تراشا گیا تھا - یہ 'و' 'سا' اور "تدا" وغیرہ کلمات میں بھی ہے - اس کا ذکر "کون" پر بحث کرتے ہوئے کیا جا چکا ہے - "بہت" 'سب' اور 'ھر' بھی کنایات میں سے ھیں - 'سب' کی اصل "سرو" ہے - سرو - سبّ - سب ۔ "ھر" فارسی سے لیا گیا ھے - ویسے وہ بھی "سرو" ھی کا بھائی ہے - قدیم فارسی میں اس کا روپ "ھر و" تھا - "بہت" سنسکرت "بہو" سے ہے اور اسم ہے - اصل میں یہ "بہتو" تھا - بہتو - بہتّ - بہت - "آپ" ضمیر بھی ہے اور کنایہ بھی - یہ سنسکرت میں "آتم" تھا - پراکرت میں اس کے دو روپ ھو گئے - اتّ - اور اپّ - اردو آپ دوسرے روپ کی پیداوار ہے - "اپنا" اضافی حالت ہے جو سنسکرت کی اضافی حالت "آتمنہ" سے ماخوذ ہے (۱) - سکسینہ پراکرت کی ظرفی حالت "اپپانم" سے اس کو نکالتے ھیں (۲) - "آپس" سنسکرت میں آتمسیہ تھا - 'سارا' یا تو سنسکرت "سارده" سے لیا گیا ہے یا 'سکل' سے - ثانی صورت میں اس کے تغیرات یہ ھوں گے -

سکل - سال - سار - اور (س کے ۔َ کو آ کے ساتھ ادغام کرنے کے بعد) سارا - ھورنلے سنسکرت مادے सृ کے متعدی روپ सार کا اسم مفعول سارِت بتاتے ھیں اور اس سے اردو 'سارا' کو نکالتے ھیں (۳) - سکسینہ نے ایک مقام پر اردو سا (مذکر) اور سی (مؤنث) کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان کا ماخذ سنسکرت "سم" (مساوی) ہے (۴) -

---

(۱) کیلاگ صفحہ ۱۶۸

(۲) اودھی کا ارتقا صفحہ ۱۹۹

(۳) گرامر صفحہ ۳۰۹

(۴) اودھی کا ارتقا صفحہ ۲۲۴

٦—ظروف

وہ کلمات جو زمان و مکان بتاتے ھیں ظروف کہلاتے - یہ ضمیر اشارہ، موصول، اور حروف استفہام کی مدد سے بنے ھیں - ذیل میں ان کا تجزیہ کیا جا رہا ھے -

۱—اب (ا+ب) جب (ج+ب) تب (ت+ب) کب (ک+ب) ان کا جزو اخیر 'ب' ھے -

۲—وھاں (و + ھاں) کہاں (ک + ھاں) یہاں (ی + ھاں) جہاں (ج + ھاں) تہاں (ت + ھاں) ان کا جزو اخیر "ھاں" ھے -

۳ —کدھر (ک + دھر) جدھر (ج + دھر) ادھر (اِ + دھر) آدھر (آ+ دھر) تدھر (ت + دھر) یہ سب "دھر" کے اضافے سے بنے ھیں -

'جب' اور 'تب' کی بابت پلیٹس نے لکھا ھے کہ سنسکرت 'یاوت' اور 'تاوت' سے لئے گئے ھیں - پراکرت عہد میں 'ت' گرجانے کے بعد یہ 'جاو' اور 'تاو' ھوئے ان سے 'جو' اور 'تو' اور جب - تب وجود میں آئے - باقی کلمات ان پر قیاس کر کے بنالئے گئے - لیکن 'وت' کی 'ت' خود سنسکرت ھی میں تخفیف کی نذر ھو گئی تھی - اس لئے اس کی ضرورت نہیں کہ اردو 'ب' کو 'سنسکرت' "وت" سے مختصر مانا جائے - ''کو'' - ''اِو'' ''سرو'' ان کلمات کا جزو 'و' 'وت' سے تراشا گیا ھے - دکنی اردو میں ''جب'' کو "جو" اور "تب'' کو 'تو' بولا جاتا تھا - جو لگ (جب تک) تولگ (تب تک) سب رس میں ھے - اب اور کب اصل میں "اِوَ" اور ''کوَ'' تھے - یہ دونوں لفظ 'سنسکرت' میں آج بھی ھیں - لیکن ان کا مفہوم اردو 'اب' اور 'کب' سے ذرا مختلف ھے - ھورنلے نے 'اب' وغیرہ کا جوڑ 'اپ بھرنش' کے एम्वहि سے لگا یا ھے جو ''ایمو'' کی ظرفی حالت

ہے - مغربی ہندی کا ''ابے'' ان کے نزدیک ''اب'' سے زیادہ قدیم ہے اور اس کا کسی قدر پرانا روپ ہے (۱) - 'بیمز' اور 'کیلاگ' 'اب' کی اصل 'ویلا' بتاتے ہیں (۲) - 'اردو' 'ہندی' کا ''وبر'' یا ''بیر'' جو 'اویرا' اور سویرا' میں ہے ''ویلا'' کی نسل سے ہے - اگر 'اب' 'اویلا' تھا تو اول وہ ''اوبر'' ہوا ہوگا -اس لئے جب تک ''اوبر'' 'اب' کے معنی میں استعمال نہ ہو اسے 'اویلا' مشتق بتانا تکلف سے خالی نہیں -

چٹرجی کے نزدیک ''اب'' و غیرہ کلمات کی اصل سنسکرت ''ایوم'' اور پراکرت ''ایووم'' ہے ''ای'' کا آخری جزو व ہے جسے میں نے ''ب'' کا ماخذ قرار دیا ہے - اس لئے یہ کوئی نیا خیال نہیں - میر حسن نے جد - تد استعمال کیا ہے - ان کا ماخذ سنسکرت 'یدا' اور 'تدا' ہیں - غالباً یہ روپ اردو میں مرہٹی سے آئے - کم سے کم اردو جب اور تب کا ماخذ 'جد' اور 'تد' نہیں - دونوں کی اصلیں الگ الگ ہیں - اور دونوں کی تاریخ جدا جدا ہے - جبھی - کبھی اور جدھیں - کدھیں بھی بولے جاتے ہیں - آخر الذکر دو روپ دکنی اردو کے ہیں - جہاں کی جگہ 'جداں' تداں' اور جدھاں' 'تدھاں' بھی دیکھے گئے ہیں - ''جبھی'' کے ''ھی'' کو دھیریندر نے سنسکرت हि سے ماخوذ بتایا تھا (۳) - یہ سنسکرت अपि سے بھی لی جاسکتی ہے - ''پ'' و غیرہ شفوی حروف پراکرت عہد میں ہائے مخلوط کے ساتھ بولے جاتے تھے - 'اردو' 'بھی'

---

(۱) گرامر صفحہ ۳۱۲

(۲) کیلاگ صفحہ ۳۷۳

(۳) ہندی بھاشا صفحہ ۲۹۳

اور ’ھی‘ دونوں کی اصل ”اپی“ ھے - لیکن ”بھی“ زیادہ قدیم ھے - ھی ’بھی‘ کے ذریعے وجود میں آیا - ”کدھیں“ کا ”ھیں“ ”اپ بھرنش“ میں हिं تھا - اس کی بابت میں پہلے لکھ چکا ھوں کہ وہ ظرفی علامت ھے جو سنسکرت ”سمن“ اور پراکرت ”مھن“ سے حاصل کی گئی تھی - بعد میں غالباً تحسین کلام کے لئے زیر کو زبر سے بدل کر ”ھاں“ کر دیا -

کہاں - جہاں کا ’ھاں‘ غالباً ”ھیں“ تھا - زیر کو زبر سے بدل دیا گیا - اس لحاظ سے ’کہیں‘ اور ’کہاں‘ ایک ھوئے - دونوں کے روپوں میں جو فرق ھے اس کی وجہ ان کے معنی کا اختلاف ھے - یا یوں کہئے کہ معنوی اختلاف کی وجہ سے ان کے روپ مستقل طور پر الگ الگ ھو گئے ھیں - بیمز اور کیلاگ نے ”ھاں“ کو سنسکرت ”تھاں“ سے ماخوذ مانا ھے (١) - یہ اشتقاق صوتی اور معنوی اعتبار سے صحیح ھے مگر بھنڈارکر اسے غلط بتاتے ھیں ان کا کہنا ھے کہ قدیم سنسکرت کلمات کے ھوتے سمجھ میں نہیں آتا کہ ’اردو‘ میں ”کم ستھاں“ جیسے نئے الفاظ کیوں وضع کر لئے گئے - ان کے خیال میں ’ھاں‘ پراکرت थ سے لے لیا گیا جو سنسکرت میں त्र تھا - ’مرھٹی‘ एथ پراکرت ”ایتتھ“ سے نکالا گیا ھے (٢) - چٹرجی اس سے متفق ھیں (٣) - لیکن ’پشل‘ ویدک इथा اور ’سنسکرت‘ इथम اس کی اصل بتاتے ھیں - اس صورت میں اردو ”ھاں“ کا غنہ سنسکرت म کا قائم مقام ھوگا -

---

(١) کیلاگ صفحہ ٣٧٧

(٢) بھنڈارکر صفحہ ٣٣٦

(٣) بنگالی صفحہ ٨٥٨

چٹرجی کہتے ہیں کہ سنسکرت "تتر" 'تت ستھا' کا بدلا ہوا روپ ہے - پالی "تت تھا" اس لحاظ سے اصل سے زیادہ قریب ہے - اگر یہ صحیح ہے تو اردو "ھاں" جیسا کہ بیمز وغیرہ علماء کا خیال ہے 'ستھاں' سے ماخوذ ہوگا اور سنسکرت پالی اور پراکرت کے روپوں سے زیادہ قدیم نہیں تو ان کا ھمسر سمجھا جائے گا - ہورنلے نے حسب عادت "کہاں" وغیرہ کے 'ھاں' کو 'اپ بھرنش' سے ماخوذ مانا ہے - کیلاگ نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ 'بھوجپوری' میں یہاں وھاں کے لئے "ایہی جا" اور "اوھی جا" کا استعمال بتا تا ہے کہ "ھاں" "ستھاں" سے ماخوذ ہے - "جا" فارسی سنسکرت "ستھاں" کا ہم معنی ہے -

ادھر - کدھر وغیرہ کے "دھر" کو چٹرجی "دھار" بمعنی طرف کنارہ اور خط سے مختصر بتاتے ہیں - کدھر (ک + دھار) کون سی طرف - 'بھوجپوری' "اھر" اور "آھر" اصل میں ادھر - ادھر تھے "دھ" مخلوط کی 'ہ' ان میں باقی رہ گئی - میتھلی 'امہر' 'جمھر' کا تعلق بھی 'دھر' سے ہے - پالی اور پراکرت "ادھ" کی اصل بھی "دھر" ہی ہے اور 'سنسکرت' "اِہ" کی بھی - کم سے کم "ادھر" یا 'ادھ' کے "دھ" کو 'سنسکرت' 'اہ' سے نہیں نکال سکتے - سنسکرت کے بہت سے الفاظ ہیں جن میں مخلوط حروف کا وقفیہ گر گیا ہے اور 'ہ' باقی رہ گئی ہے - جیسے 'درلہ' جس کی اصل 'درلبھ' ہے -

بیمز نے 'دھر' کو سنسکرت "مکھ" یا "مکھر" سے مشتق مانا ہے - مکھر - مہر - نہر - ندھر - دھر - لیکن یہ بڑی بے معنی سی بات ہے - 'دھر' سے 'ھر' نکالا جا سکتا ہے لیکن "ھر" سے 'دھر' کا نکالنا ناممکن ہے - میرا خیال ہے کہ 'سنسکرت' व 'پراکرت' ह 'پالی'

ध اردو 'دھر' ان سب کی اصل ایک لفظ "ستھل" ہے - اس کے تغیرات اس طور پر ہیں -

(۱) تت ستھل - تت ستھر - تت تھر - تت تر - तत्र

(۲) تت ستھل - تت ستھر - تت تھر - تت تھ - तत्थ

(۳) تت تھر - تددھر - تددھ - तद्ध

(۴) تت تھر - تددھر - تد ھر - و غیرہ -

ان میں سے پہلے دو سلسلے ایک جیسے ہیں - "تت تھر" ایک ایسا حلقہ ہے جو دونوں میں شریک ہے اور جہاں سے دو راہیں پھوٹتی ہیں - دوسرے دو سلسلے "تددھر" میں شریک ہیں - 'تت تھر" تک چاروں سلسلے ساتھ ساتھ چلتے ہیں -

اس خیال کی تائید فارسی "ایدر" سے ہوتی ہے - ژندی میں اس کا روپ "ایدھ" تھا - (۱)

پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ اشارے کی تیں حرکتین 'ـَ' ـِ اور ـُ جہاں त و غیرہ ضمیرون کے ساتھ ترکیب پاتی ہیں وہاں म اور न کے ساتھ مل کر بھی آتی ہیں - سنسکرت " ایوم" 'ادھنا 'ات تھم' اور 'ادانیم' کے آخری حصے 'وم' 'ـُن' - 'اَم' اور 'اِم' ہین - ان میں 'وم' کی اصل 'اوم' یا 'اِن' ہے - فارسی 'ایدون' - 'اکنون' بدیں' - 'چنین' - چناں - چندان - وغیرہ کلمات کے آخری اجزا انہی اشاروں سے بنے ہیں - اردو کہیں - کہاں - کدھوں - اجھوں - وغیرہ میں بھی یہی اشارے ہیں - یہ ان سنسکرت اسماء کے ہم عمر ہیں جن سے انہیں نکالا جا رہا ہے -

"اجھوں" دکنی اردو میں استعمال ہوا ہے - اس کی اصل سنسکرت 'اُدھنا' ہے 'دھ' کا تبادل 'جھ' سے غالبا اس اشتباہ کی وجہ سے ہے کہ یہ "دھی" تھا - پنجابی "ھن" کی اصل بھی سنسکرت "ادھنا" ھی ہے - 'دھ' مخلوط کا و قفیہ گر جانے سے 'ہ' باقی رہی ہے -

---

(۱) ہندوستانی گرامر پلیٹس صفحہ ۱۸۳

۷۔ اسماء اعداد

اردو کے ارتقا کے سلسلے میں اسماء اعداد کی بڑی اہمیت ہے۔ کچھ اسی لئے زبان کے کینڈے پر بحث کرتے ہوئے ان پر بھی نظر ڈالی جاتی ہے ورنہ اصول کے لحاظ سے ان کے تغیرات صوتی تبدیلیوں کے ضمن میں آتے ہیں اور وہیں ان کا ذکر ہونا چاہئے۔ اسماء اعداد کی ارتقائی تاریخ جان لینے کے بعد کون کہ سکتا ہے کہ اردو شورسینی پراکرت کی بیٹی ہے۔ دھیریندر کہتے ہیں کہ یہ اسماء پالی یا درمیانی عہد کی پراکرتوں کی طرح کسی دوسری عام زبان سے لئے گئے ہیں۔ چٹرجی نے اس زبان کو قدیم عہد کی ہندوستانی کہا ہے۔

یہ اسماء دو طرح کے ہیں۔ صحیح اور مکسور۔ صحیح کی دو قسمیں ہیں ترتیبی اور توصیفی۔ پھر ترتیبی اعداد کی حسب ذیل چار قسمیں ہیں۔ (۱) آحاد یا اکائیاں۔ (۲) عشرات یا دہائیاں۔ (۳) مئات یا سیکڑے۔ (۴) الوف۔ ہزار، لاکھ وغیرہ۔

۱۔ اعداد ترتیبی

آحاد یا اکائیاں ایک سے لے کر نو تک کے اعداد کہلاتے ہیں۔

(۱) ایک۔ سنسکرت ایک اور 'فارسی' یک۔ پراکرت میں 'ک' کی تکرار یعنی تشدید کے ساتھ ایکّ بولا جاتا تھا 'ک' کی یہ شدت 'پنجابی' میں بھی ہے۔ پراکرت میں خصوصیت کے ساتھ اردھ ماگدھی میں "ایگ" اور "ے آ" بھی ملتے ہیں۔ ان میں ثانی

---

(۱) ہندوستانی گرامر پلیٹس صفحہ ۱۸۳

(۲) اتہاس صفحہ ۲۵۰

الذکر مجھے زیادہ قدیم معلوم ہوتا ھے - قدیم 'فارسی' کا "اِیَو" غالبا اس کی اصل ھے - 'پہلوی' "ایوک" سے ظاہر ہوتا ھے کہ اصل کلمہ "ایو" یا 'اے' ھے - 'ک' بطور الحاق بعد میں اضافہ کیا گیا - پنجابی "یاراں" جو پراکرت "ــِـے آرہ کا قائم مقام ھے' اس کا موید ھے - ترکیب کی صورت میں 'ایک' کا ए یا इ ہو جاتا ھے . جیسے اکیس - اکتیس - اکتالیس - اکیاون - اکانوے وغیرہ - گیارہ اصل میں اگیارہ تھا - گیارہ کا الف وصل کے لئے ھے یہ 'سنسکرت' ایکادش اور 'دوادش' میں بھی ھے - الف سے پہلے اردو میں 'یَ' بطور تحسین اضافہ کردی جاتی ھے - اکیاسی (اک+اسی) بیاسی (دو + اسی)

(۲) دو - قدیم ہند ایرانی میں "دُوَ" تھا - فارسی اور پراکرت میں "دو' ھے - سنسکرت ''دوو'' بھی دو ھی تھا - औ تثنیہ کی علامت ھے - ترکیب کی حالت میں صرف 'دُ' رہ جاتا ھے - دُپٹہ - ددھاری - اور کبھی 'و' جو 'ب' سے بدل جاتا ھے - جیسے بارہ (دو+رہ) بتیس (دو+ تیس) بیالیس وغیرہ -

(۳) تین - 'سنسکرت' ''ترینی'' اور 'پراکرت' ''تنی'' ھے - قدیم 'فارسی' میں "تھری" تھا - اصل عدد "تر" ھے "نی" علامت جمع ھے - 'اردو' "تین" 'سنسکرت' ''ترینی'' سے ماخوذ ھے - ترکیب کی صورت میں "تی" کے ساتھ ساتھ 'تر' بھی ملتا ھے اس لئے ہم اس عدد کا ماخذ 'پراکرت' "تنی" کو قرار نہیں دے سکتے - اس کی ترکیبی شکلیں یہ ھیں - تے - تین - تی - ت - تر - تری - مثلاً تیرہ - (تے + رہ) تینتیس (تین + تیس) تیس (تی + س) ترپن (تر + پن) تریسٹھ (ترے + سٹھ) تپائی (ت + پائی)

(۴) چار - سنسکرت "چتواری" یا "چتُر" تھا - "فارسی" چار یا چہار کی اصل قدیم فارسی "چھتوار" ہے - پراکرت میں "چتواری" کا "چتّاری" ہوا اور چتر کا "چ آر" - اردو ترکیبی اجزا چو' چون' چور - چتر سے بنے ہیں - جیسے چودہ (چو + دہ) چوبیس (چو + بیس) چونتیس (چون + تیس) چون - چولسٹھ - چوراسی (چور + اسی) چورانوے (چور + نوے) چالی چتواری سے ماخوذ ہے 'ر' 'ل' سے بدل گئی ہے - چالیس (چالی + س)

(۵) پانچ - سنسکرت اور قدیم فارسی دونوں میں "پنچ" ہے - ترکیبی حالت میں اس کی حسب ذیل شکلیں ملتی ہیں - پنچ - پچ - پیں - جیسے پندرہ (پنچ + رہ) پچیس (پچ + بیس) پیتیس (پیں + تیس) پینتالیس (پیں + چالیس) پچاس (پچ + س) پچھتر - پچاسی - پنچایت - پچ لڑی -

(٦) چھ - پراکرت چھ' سنسکرت 'شٹ' یا 'شش' - قدیم فارسی 'خشوش' ہے - چٹرجی اردو اور پراکرت 'چھ' کی اصل قدیم فارسی خشوش بتاتے ہیں - ان کا خیال ہے کہ 'خشوش' اول "کشوش' بنا - بعد میں 'کش' (مخلوط) 'چھ' سے بدل گیا (۱) - فارسی شش کی اصل بھی یہی خشوش ہے - خشوش - شوش - شش - ترکیب کی حالت میں چھ - سو - سا - یہ شکلیں ملتی ہیں - جن میں سے آخر الذکر دو شش یا شٹ سے ماخوذ ہیں - جیسے سولہ (سو + لہ) چھبیس (چھ + بیس) چھتیس - چھیالیس - چھپن - ساٹھ - (سا + ٹھ) چھہتر - چھیاسی - چھنگا (چھ + انگلیا) -

(۷) سات - پراکرت ستّ - سنسکرت سپت - ترکیب کی حالت

---

(۱) بنگالی کا آغاز و ارتقا پارہ ۵۱۷

میں سات کا 'ست' ہو جانا مقررہ اصول کے مطابق ہے - سترہ - ستائیس - البتہ ''سیں'' جیسا کہ دھیریندر کا خیال ہے ''پیں'' (پانچ) کے زیراثر ہوا ہے - سینتالیس - (سیں + تالیس) سینتیس (سیں + تیس) سڑسٹھ کا ''سڑ'' کہا جاتا ہے کہ اڑسٹھ کی ریس ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ 'ڑ' 'ت' کا بدل ہے - ست - سٹ - سڑ - اس کی یہ تین سیڑھیاں ہیں -

(۸) آٹھ - پراکرت 'اٹّھ' سنسکرت 'اشٹ' - مرکب اعداد میں حسب قاعدہ 'اٹھ' ہو جاتا ہے - اٹھارہ - اٹھتر - (اٹھ + ستر) اٹھائیس میں 'اٹھ' مشدد ہے - ''ٹھ'' 'اڑ تالیس' اور 'اڑتیس' میں 'ڑ' سے بدل گئی ہے -

(۹) نو - سنسکرت میں नव ہے - سنسکرت کے य اور व اردو میں ساکن ہو کر 'ے' اور ''و'' ہو جاتے ہیں - پراکرت میں اس کی شکل नव ہے - ترکیبی حالت میں اس کی دو شکلیں ہوتی ہیں - ''نو'' جیسے نواسی - اور 'ننا' جیسے ننا نوے ننا + نوے)

دہائیاں دس سے ننانوے تک ہیں - یہ دس کی ترکیب سے بنی ہیں - ان میں عقود لسانی اعتبار سے اہم ہیں - ان کی تاریخ درج ذیل ہے -

(۱۰) دس - یہ تمام دہائیوں کی جان ہے - گیارہ سے ننانوے تک جملہ اعداد اس عدد کی ترکیب سے بنے ہیں - ''دس'' کی اصل قدیم آریائی ''دشتِ'' ہے - نحت صوتی کے اثر سے خود سنسکرت میں اس نے جو نئے نئے روپ اختیار کئے ان کی تفصیل دلچسپی سے خالی نہیں -

(۱) گیارہ سے اٹھارہ تک -	دش (بسقوط ت)
(۲) انیس سے اٹھاون تک	شتی - شت (بسقوط 'د')
(۳) انسٹھ سے اڑسٹھ تک	ٹی (بحذف دش و ابدال 'ت' بہ 'ٹ')
(۴) انہتر سے ننانوے تک	تی (بحذف دش)

اُردو میں "دش" کا "ش" ترکیبی حالت میں "ہ" ہو جاتا ہے۔ اور "دال" کبھی قائم رہتی ہے اور کبھی "ر" یا "ل" سے بدل جاتی ہے۔ دش - ڈش - ڈس - نس - لہ - رہ - اس کے مختلف مدارج ہیں - گیارہ - بارہ - چودہ - پندرہ - سولہ - سترہ - اٹھارہ - وغیرہ

(۲۰) بیس - پراکرت "بیستی" اور سنسکرت "ولشتی" - آنیس مرکب ہے "آن" اور "بیس" سے "بیس" کی "ب" "ن" سے بدل گئی ہے - اکیس - بائیس - تیئیس پچیس - ستائیس - اٹھائیس - وغیرہ اعداد میں "بیس" کی "ب" گر گئی ہے - "شتی" "یا شت" اردو میں ہر جگہ "س" ہو گیا ہے - تیس - چالیس - پچاس و غیرہ -

(۳۰) تیس - پراکرت "تیسا" سنسکرت "ترنشت" - ترکیب کی صورت میں بھی "تیس" ہی رہتا ہے - اکتیس - بتیس - اور چھتیس میں "ت" مشدد ہو گئی ہے -

(۴۰) چالیس - پراکرت "چتالیس" سنسکرت "چتوارنشت" - یہ عدد چالی اور "س" سے مرکب ہے - چالی کی اصل سنسکرت چتواری ہے - ترکیب کی صورت میں یہ "تالیس" یا "لیس" رہ جاتا ہے - جیسے اکتالیس - بیالیس - چوالیس -

(۵۰) پچاس - پراکرت پنچاسا - سنسکرت - پنچاشت - ترکیب میں "ین" "ون" اس کے روپ ہو جاتے ہیں جو پنچاس کے جزو اول سے حاصل کئے گئے ہیں - "ون" "ین" کا بدل ہے - اکیاون - باون - ترپن - چوون - پچپن - چھپن - ستاون - اٹھاون - صرف انچاس میں "پچاس" دیکھا گیا ہے - انچاس اصل میں ان پنچاس تھا - "پ" درمیان سے گر گئی ہے -

(۶۰) ساٹھ - پراکرت سٹھی - سنسکرت "ششٹی" (شش + تی) ترکیب میں سٹھ ہوجاتا ہے - جیسے اکسٹھ - باسٹھ - ترسٹھ -

(۷۰) ستر - پراکرت سترِ - سنسکرت 'سپتتی' ھے - اس کی 'ت' پراکرت اور پالی ھی میں 'ر' سے بدل گئی تھی - 'ت' اول 'ٹ' ھوئی - اس کے بعد 'ٹ' نے 'ڈ' کا روپ اختیار کیا اور 'ڈ' نے 'ر' کا - اس تبدیل کے یہ درجے ڈاکٹر چٹرجی نے لکھے ھیں - مرکب اعداد میں ستر کا 'س' 'ہ' سے بدل جاتا ھے جیسے اکہتر - بہتر - تہتر - ستتر - اور اٹھتر میں صرف 'تر' رہ گیا ھے -

(۸۰) اسی - کو پراکرت میں "اسی ای" اور سنسکرت میں "اشیتی" کہتے ھیں - 'اسی' میں دو 'س' ھیں اور "اسی ای" میں ایک اس لئے 'اسی' پراکرت کے روپ سے ماخوذ نہیں ھو سکتا - چٹرجی اسے پنجابی لہجے کا اثر بتاتے ھیں - میں سمجھتا ھوں سنسکرت 'اشیتی' اصل میں 'اشنیتی' تھا جیسا کہ قدیم فارسی میں ھے - اس سے اول "اش شیتی" اور بعد میں اسی بنا - مرکب اعداد میں 'اسّی' کا 'آسی' ھو گیا ھے - اکیاسی - بیاسی - ستاسی - اٹھاسی - نواسی -

(۹۰) نوے - پراکرت 'ناوُءے' - سنسکرت "نوتی" - لیکن اس میں یہ الجھن ھے کہ نوے کا 'و' مشدد ھے - دھیریندر نے تکرار 'و' کی وجہ سے ایک پراکرت لغت नव्वए اور فرض کیا ھے - غالباً قدیم آریائی زبان مین 'نوتی' کا روپ "نووتی' تھا - اردو 'نوے' سندھی "نووای" مرھٹی 'نووو' اسی قدیم لغت سے وضع کئے گئے ھیں - مرکب اعداد میں الف وصل اضافہ ھو جاتا ھے اور 'نوے' کا ایک 'و' کم ھو جاتا ھے - اکانوے یا اکیانوے ننیانوے میں 'نو' کا 'و' 'ن' سے بدل گیا ھے - اکیانوے - چھیانوے اور ننیانوے میں جو 'ی' ھے وہ ماقبل حروف کے زیر کا اثر ھے -

---

(۱) اتہاس صفحہ ۲۶۲

(۱۰۰) سو - پراکرت "سَی" سنسکرت 'شت'۔اردو 'سو' کی اصل "سوَ" ہے "یا ساو" - اردو میں اس کا ایک روپ 'سے' بھی ہے - جیسے 'سیکڑا' سیکڑون وغیرہ ۔ اس کا ماخذ پراکرت 'سی' ہے - کیلاگ 'سو' اور 'سے' کو پراکرت کی فاعلی حالت 'سَتَاوُ اور 'سَتاوُ' سے ماخوذ مانتے ہیں - "ت" گری تو 'سو' اور 'سے' بنے (۱) -

(۱۰۰۰) ہزار فارسی ہے - سنسکرت میں 'سہسر' ہے - تمام جدید دیسی زبانوں میں ہزار استعمال ہوتا ہے - اس کی وجہ ڈاکٹر چٹرجی یہ بتاتے ہیں کہ ہندوستانی زبانوں کے درمیانی عہد میں سنسکرت "دش شت" (دس سو) بولا جاتا تھا - جب مسلمانوں کے ساتھ فارسی ہندوستان آئی تو بولنے والوں کو ہزار زیادہ ہلکا اور آسان معلوم ہوا اس لئے وہ اختیار کر لیا گیا ۔

(۱۰۰۰۰۰) لاکھ - سنسکرت "لکش" سے نکلا ہے جو حسب قاعدہ ترکیب پاکر 'لکھ' ہو جاتا ہے - جیسے لکھ پتی - کڑوڑ کی اصل مشتبہ بتائی جاتی ہے -کہا جاتا ہے کہ یہ سنسکرت "کُوٹی" سے وضع کیا گیا تھا لیکن صوتی اعتبار سے یہ ممکن نہیں - قیاس کیا جاتا ہے کہ یہ لفظ 'کروٹی' تھا - اردو کڑوڑ اس قدیم لفظ کی یادگار ہے - سنسکرت "کوٹی" بھی غالباً اسی سے گھس گھسا کر بنا ہے -

"ارب" کی اصل سنسکرت "ارود" اور "کھرب" کی 'کھرو' ہے اور یہ بہت ظاہر ہے -

---

(۱) ہندی گرامر صفحہ ۱۰۸

۲ — اعداد توصیفی

اردو میں پہلے چار توصیفی اعداد کسی قدر بے قاعدہ ہیں - باقی سب "واں" لگا کر بنائے گئے ہیں - جیسے پانچواں - ساتواں وغیرہ - "واں" کا ماخذ سنسکرت तम ہے - قدیم ہند ایرانی میں 'م' سے یہ کام لیا جاتا تھا اور آہنگ کے لئے کبھی اس سے پہلے ُ یا 'وُ' بڑھا دیا جاتا تھا - قدیم فارسی کا "اَمَ" پہلوی میں 'وم' اور فارسی میں "ُم" ہے - جیسے چہارُم - پنجُم - سنسکرت میں بھی قدیم فارسی کا "ام" ہے لیکن وہ ان اعداد کے آخر میں جوڑا جاتا ہے جو "ن" پر ختم ہوئے ہیں - جیسے 'پنچن' سے 'پنچم' - 'سپتن' سے 'سپتم' - سنسکرت "تم" کی 'ت' جزو کلمہ ہے - اصل لاحقہ 'م' ہے - یہ 'م' اردو میں غنہ ہوگیا ہے - 'و' غالباً پہلوی 'و' کی نشانی ہے - پانچواں پنچوم - پنچوں - الف وصل کے بعد پانچواں - یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سنسکرت म اول 'व' ہوا - جیسے گرام سے گاؤں اور پھر वाँ - الف اس صورت میں 'و سرگ' کے قائم مقام ہوگا - بقیہ اعداد کی تاریخ اس طور پر ہے -

(۱) پہلا - چٹرجی کہتے ہیں کہ اس کا ماخذ قدیم ہند اریائی "پر - تھ - ال" ہے جو پراکرت میں کئی درجوں سے گزرا ہے - پتھِل - پٹھِل - پڈھل - پھِل - پھِلا - گریرسن کا خیال ہے کہ یہ سنسکرت "پرتھم" اور لاحقہ "اِلّم" سے مرکب ہے - یہ لاحقہ مہاراشٹری اور اردھ ماگدھی میں بھی تھا - "پر تھم اِلّٗ" اب پھرنش میں "پڈھ مل لئو" ہوا اور اس سے پہلا - پشل نے قدیم ہندی روپ اس کلمے کا प्रथिल فرض کیا ہے (۱) - بیمز سنسکرت "پر تھر" سے ماخوذ بتاتے ہیں (۲) -

---

(۱) بحوالہ ولنر حاشیہ صفحہ ۸۱

(۲) گرامر جلد ۲ صفحہ ۱۴۲

(۲) دوسرا - تیسرا - چٹرجی کے خیال میں ''سر'' سنسکرت لفظ ھے جو مادہ ''سر'' (حرکت کرنا) سے بنا ھے - ھورنلے اس کی اصل ''سرت'' بتاتے ھیں (۱) - لیکن میں سمجھتا ھوں کہ یہ فارسی ''سر'' ھے - الف غالباً فاعلی ھے - 'دوجا' اور 'تیجا' بھی اردو میں مستعمل ھیں - یہ سنسکرت 'دوتیہ' 'ترتیہ' سے بنے ھیں -

(۳) چوتھا - پراکرت चउत्थ اور سنسکرت 'چترتھ' سے حاصل کیا گیا ھے - چھٹا کی اصل سنسکرت ''ششٹھ'' ھے -

عدد صحیح کی ایک قسم عدد تضعیف بھی ھے جو گنا' ھرا' فارسی 'چند'و'تا' لگا کر بنایا جاتا ھے - جیسے دگنا - تگنا - دھرا - تہرا - دونا - دوچند - و غیرہ - ''گنا'' کی اصل سنسکرت ''گُنڑ'' ھے - ''نا'' اس کا مخفف ھے جیسے دونا - ''ھرا'' پلیٹس کے نزدیک ''ھارا'' سے چھانٹا گیا ھے ''ھارا'' سنسکرت مین ''وار'' تھا - 'ہ' تزئین کے لئے ھے - ھور نلے کہتے مین کہ سنسکرت ''ودھ'' پراکرت مین ''وہ'' ھوا 'و' گرا کر اس پر ''را'' بڑھایا گیا سنسکرت ''دھا'' سے بھی اسے نکالا جاسکتا ھے (۲) - بہتر یہ ھے کہ ''ھرا'' کو ''سرا'' کا بدل سمجھا جائے - بنگلہ میں اس کا روپ ''ھارا'' ھے جیسے دھارا - تہارا - چٹرجی اس کی اصل 'سنسکرت' ''ھار'' بتاتے ھیں جس کے معنی قسم اور حصہ کے ھیں -

اس کے علاوہ چند کلمات اور ھیں جو جمع کے معنی دیتے ھیں - جیسے جوڑا - گنڈا - کوڑی - سیکڑا - 'جوڑا' 'سنسکرت' یکت (ملا ھوا) سے بنا ھے - یکت - یت - جت - جوٹ - جوڑ - الف توصیفی بعد میں اضافہ کیا گیا - کوڑی (بیس) 'کول' زبان کا لفظ ھے (۳) -

---

(۱) گرامر صفحہ ۱۲۸

(۲) گرامر صفحہ ۲۶۸

(۳) چٹرجی صفحہ ۷۹۵

۳ - عدد مکسور

ان سے عدد صحیح کا کوئی حصہ سمجھا جاتا ھے - یہ بھی دو طرح کے ھیں - اصلی اور توصیفی . اصلی یہ ھیں -

—پاؤ : $\frac{1}{4}$ سنسکرت "پادکہ" سے ماخوذ ھے - 'پائی' اس کی تانیث ھے - اس کی اصل "پادکا، ھے - جیسے ادہ پئی - "چوتھائی" چوتھا سے بنا ھے اور اس کی طرف منسوب ھے - یا اس سے اسم ھے -

—آدھا : $\frac{1}{2}$ سنسکرت میں "اردہ" تھا - ترکیبی حالت میں ''ادہ' رہ جاتا ھے - جیسے آدھیلا - ادہ سیرا - ادہ موا - وغیرہ -

— تھائی : $\frac{1}{3}$ کی اصل 'تہا' اور ''ے ی'' مصدری ھے - ''تہا' میں 'ہ' تلحین کے لئے ھے - چوتھائی اور دھائی کا حال بھی یہی ھے (۱) - لیکن ان کی 'ہ' اصلی ھے -

—ڈیڑھ - ڈیوڑھا : $1\frac{1}{2}$ پراکرت दिग्रड्ढ اور سنسکرت "دو اردہ" سے وضع کیا گیا ھے - اس کے لفظی معنی ھیں دوسرا نصف پہلا نصف آدھا ھے - دوسرا نصف ڈیڑھ - تیسرا نصف ڈھائی - "ڈیوڑھا ' میں 'دو' کا 'و' بھی موجود ھے -

—ڈھائی - اڑھائی : $2\frac{1}{2}$ پراکرت "اڈڈتیہ" اور سنسکرت "اردہ ترتیہ" یعنی تیسرا نصف ھے - ڈھائی کے شروع سے الف تخفیفاً گرا ھے - بیمز نے اس کا ماخذ سنسکرت ''اردہ - دویم" ٹھرا یا ھے -

—ھونٹھا : $3\frac{1}{2}$ اصل میں 'اھوٹھا' تھا - یہ سنسکرت "اردہ چتر تھ" سے ماخوذ ھے - ادہ چ آتھ - اہ اتھ - اھوتھ - اھوٹھ - ہوٹھا یا ھونٹھا شروع سے الف گر گیا ھے -

---

(۱) ھور نلے صفحہ ۲٦۹

ڈھونچا : $\frac{۱}{۲}$ ۴ کی اصل کیلاگ چَتُراُچک (چار سے اوپر) بتاتے هین - 'چتر' کی 'چ' اور 'ت' دونوں گر گئی هین اور 'ر' 'ڈھ' سے بدل گئی ھے - 'پونچا' اور 'کھو نچا' سب اسی ڈھنگ سے بنے ھیں - کھو نچا کا 'کھو' سنسکرت ष (ش) کا قائم مقام ھے -

توصیفی اعداد مکسور عدد صحیح کے وصف کے طور پر استعمال ہوتے ھیں - جیسے ساڑھے تین - پونے چار - سوادو - وغیرہ -

سوا : $\frac{۱}{۴}$ + پراکرت सवाअ اور سنسکرت 'سپادہ' سے لیا گیا ھے - 'سوایا' اس مین ایک لغت اور بھی ھے -

ساڑھے : $\frac{۱}{۲}$ + سنسکرت ساردھ (س + اردھ) سے بنا ھے - پراکرت میں اس کا روپ सडढ ھے - 'ساڑھے' غیر فاعلی حالت میں ھے -

پونے : $\frac{۳}{۴}$ + سنسکرت پادون (پاد + اُن) پادکم سے لیا گیا ھے - یہ کلمہ بھی غیر فاعلی حالت میں ھے - اس کی فاعلی حالت ''پون'' ھے - لیکن وہ اصلی عدد مکسور ھے -

یہ اعداد جن صوتی اصولون کے تحت بنے ھیں ان کی تفصیل تو صوتی تغیرات میں ملے گی لیکن ان میں سے چند جو مطرد طور پر ان کی وضع مین کار فرما رھے ھین اور جن کا ذکر پلیٹس نے اپنی گرامر میں کیا ھے اختصار کے ساتھ ذیل مین دئے جا رھے ھین -

(۱) آخر سے مقصور حروف علت یا حرکتیں ساقط ھو جاتی ھین - جیسے چتوارِ سے چار - ترینِ سے تین - ششٹِ سے ساٹھ -

(۲) مخلوط حروف صحیح یا ان مین سے ایک گرجاتا ھے اور اس سے پہلی حرکت کا اشباع ھو جاتا ھے - سپت سے سات - اشٹ سے آٹھ چتوارِ سے چارِ -

(۳) درمیان کی حرکت کا اکثر اشباع ہو جاتا ہے ۔ جیسے پنچ سے پانچ ۔ اکیانوے (اک ۔ نوے)

(۴) آخر سے حرف صحیح گرجاتا ہے ۔ جسے ونشتِ سے سے بیس ۔ ترنشتِ سے تیس ۔ چتوارنشت سے چالیس ۔ شت سے سو ۔ پنچاشت سے پچاس ۔

۸ ۔ حروف

حروف وہ ھیں جن کے معنی مستقل نہیں اور جو دو اسم یا ایک اسم اور ایک فعل کے درمیان ربط پیدا کرتے ھین ۔ صلات اور اعرابی لاحقے بھی حروف ھی ھین ۔ ان کا ذکر اوپر کیا جاچکا ھے ۔ بقیہ حروف کی تاریخ ذیل مین دی جارھی ھے ۔

"اور" — حرف عطف ھے ۔ اس کی اصل سنسکرت "اَپرہ" ھے ۔ 'پ' پراکرت مین اکثر 'و' سے بدل جاتی تھی ۔ اردو میں 'و' ساکن کی طرح اس کا تلفظ کیا جاتا ھے ۔ اَپَر ۔ اَوَر ۔ اور ۔ یہ اردو مین دوسرے کے معنی مین بھی ھے ۔ جیسے اور آدمی ۔ اس حرف کے کے اصلی اور حقیقی معنی یہی ھین ۔

"ھاں" ۔ کلمۂ ایجاب ھے ۔ "ھوں" بھی اس کا ھم معنی ھے ۔ پلیٹس اس کی اصل "آم" بتاتے ھین (۱) لیکن مین اسے حکایت صوت سمجھتا ھوں ۔

"نہیں" ۔ 'نا' اور 'ھیں' سے مرکب ھے ۔ "ھاں" کے تین روپ ھیں ۔ ھاں' ھوں' اور ھیں ۔ غالباً یہ روپ حرکات اشارہ کی مدد سے بنے ھیں ۔ پلیٹس کے نزدیک یہ سنسکرت नहि سے بنا ھے اور ایک طرح

---

(۱) ھندوستانی گرامر صفحہ ۱۸۲

سے اس کا بگاڑ ہے - ٹرنر کی رائے بھی یہی ہے (۱) - سکسینہ
न اور हि سے مرکب بتاتے ہیں اور "ہی" کا جوڑ مادہ "آسؔ" (ہونا)
سے لگاتے ہیں - وہ کہتے ہیں نتّھی (سنسکرت نستی) پراکرت عہد
میں عام طور سے "نہیں ہے" کے معنی میں بولا جاتا تھا (۲) -

"ہی" اور "بھی" دونوں کی اصل جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا،
سنسکرت "اپی" ہے - اپی - ابھی - بھی - ہی - دوسرے علماء نے
"ہی" کی اصل سنسکرت تاکیدی کلمے हि کو بتایا ہے - ہورنلے
اور سکسینہ سنسکرت "ایو" اور "ہی" دونوں کی مشترک پیداوار
بتاتے ہیں -

"پر" "پہ" حرف استدراک ہے - سنسکرت "پرم" اس کا ماخذ
ہے - غالب ایک رقعے میں فرماتے ہیں - "پر" بمعنی لیکن لفظ مشہور
ہے اور "پہ" اس کا مخفف ہے - میرے اردو کے دیوان میں سو دوسو
جگہ یہ لفظ آیا ہوگا -

"گو واں نہیں پہ واں کے نکالے ہوئے تو ہیں - کعبہ سے ان بتوں کو بھی نسبت ہے دور کی"

'تو' حرف جزا ہے - یہ سنسکرت میں तु تھا 'سو' کی طرح یہ قدیم
ضمیر غائب नः سے بھی لیا جاسکتا ہے - ضمیر غائب چلتی وغیرہ
فعل حال کے صیغوں میں موجود ہے -

'کہ' بیانیہ ہے اور فارسی ہی سے لیا گیا ہے -

"برن" بمعنی بلکہ - سنسکرت میں بھی اس کا یہی روپ ہے -

"چاہے" فارسی خواہ کا ترجمہ ہے اور چاہنا مصدر سے فعل
مضارع کا صیغہ ہے - "پھر" کی اصل سنسکرت "پَرِ" ہے - 'ر' کی
وجہ سے "پ" کے ساتھ 'ہ' مخلوط ہو گئی (۳ - "پھر" کا کسرہ 'ر'

---

(۱) نیپالی ڈکشنری صفحہ ۳۳۷
(۲) اودھی صفحہ ۳۰۹
(۳) بنگالی جلدا صفحہ ۴۳۸

سے لیا گیا ہے - ''پھر'' مادہ ''پر'' سے ماضی معطوفہ بھی ہو سکتا ہے (۱) -

''مت'' غالباً 'سنسکرت' म سے وضع کیا گیا تھا - 'ت' بہت پر قیاس کر کے بعد مین اضافہ کر دی گئی -

ذیل کے کلمات بطور ظروف مستعمل ہیں -

''آج'' سنسکرت ''ادی'' پراکرت ''اجّ'' سے ماخوذ ہے - پراکرت کے مشدد حروف میں سے ایک اردو میں گر جاتا ہے اور ماقبل حرف کی حرکت کا اشباع ہو جاتا ہے -

''کل'' کی اصل سنسکرت ''کلیہ'' ہے جس کے لفظی معنی ہیں صبح -

''پرسوں'' سنسکرت 'پر' اور ''شوہ'' سے مرکب ہے - 'اترسوں' اور ''نرسوں'' بھی 'شوہ' کی مدد سے بنے ہیں - ''اترسوں'' کا جزو اول 'ترِ' ہے اور ''نرسوں'' کا ''انیہ'' (دوسرا) لیکن پلیٹس 'نر' کو دراوڑ ''نل'' سے نکالتے ہین (۲) مجھے یہ زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے -

''جھٹ'' جلدی اور فوراً - سنسکرت مین ''جھٹتی'' تھا - ''پٹ'' اس کا تابع ہے - ''ترت'' اور ''ترنت'' دونون کی اصل سنسکرت ''تور تم'' ہے -

---

(۱) اودھی صفحہ ۳۰۳

(۲) ہندوستانی گرامر صفحہ ۱۸۱

باب پنجم

افعال و مشتقات

فعل میں عام طور سے تین چیزیں پائی جاتی ہیں - کام - کام کرنے والا اور زمانہ - مثلاً "کرتا ہے" ایک فعل ہے جس سے کرتا کرنے والا' اور زمانہ حال تینوں ایک ساتھ سمجھ میں آتے ہیں - کام پر دلالت کرنے والا لفظ مادہ کہلاتا ہے - زمانہ اور فاعل بتانے کے لئے فعل میں کچھ تبدیلیاں کردی جاتی ہیں - فعل کی قسمیں ان تبدیلیوں کی بنا پر ہوتی ہیں - سنسکرت میں واحد' تثنیہ اور جمع فاعل کی تین قسمیں تھیں اور ان کے لحاظ سے فعل کے الگ الگ تین روپ ہوتے تھے - مگر تثنیہ پراکرت کے اولیں عہد میں غائب ہوگیا - اردو میں جہاں عدد کے لحاظ سے یہ کمی ہوئی وہاں جنس کے اعتبار سے ایک اضافہ بھی ہوا - سنسکرت فعل میں مذکر و مؤنث کا فرق نہ تھا - دونوں کے لئے ایک ہی صیغہ استعمال ہوتا تھا - اردو میں مذکر کا صیغہ مؤنث سے الگ ہے -

"مادہ" فعل کے تمام تغیرات میں موجود رہتا ہے اور ان تغیرات کی علامتیں چھانٹنے کے بعد بچ جاتا ہے - چلنا - چلتا ہے - چلے گا - چلنے والا - ان سب میں "چل" مشترک ہے - یہ مادہ ہے - سنسکرت میں دو ہزار کے قریب مادے بتائے جاتے ہیں - یہ سب مستعمل نہیں - ان میں سے ۸۰۰ ویدک ادب اور بعد کی سنسکرت تحریروں میں استعمال ہوئے - ان میں سے تقریباً دو سو مادے ویدک ادب کے ساتھ مخصوص ہیں - ۱۵۰ بعد کی پیداوار ہیں - کل ۶۰۰ مادے ایسے ہیں جو سنسکرت کی ارتقائی تاریخ کے مختلف دوروں

میں استعمال ہوتے رہے - پراکرت میں کل کتنے مادے تھے ؟ کتنے سنسکرت سے لئے گئے اور کتنے قدیم مادون سے ڈھالے گے ؟ یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا - لیکن اس میں شبہ نہیں کہ پراکرت عہد تک آتے آتے بہت سے قدیم مادے متروک ہوگئے - اور ان کی جگہ نئے مادے گھڑ لئے گئے - کچھ صوتی تغیرات کے زیر اثر بدل بدلا گئے - کچھ کے معنی میں تبدیلیاں ہو گئیں - ذیل کے مادے دکنی اردو میں مستعمل تھے لیکن اب متروک ھیں - یہ پنجابی اور گجراتی سے دکنی اردو میں آئے - دلی اور میرٹھ کی عام بول چال مین ان کا چلن نہ تھا - جب اردو ادب و انشا کا مرکز ثقل دکن سے شمالی ھند کی طرف منتقل ھوا تو یہ اجنبی مادے اجنبی الفاظ کے ساتھ ٹکسال باہر قرار دے دئے گئے -

اتارا جانا (قتل ہونا) آچانا (اٹھانا) اچھنا (ہونا) آدنا (شروع کرنا) آڑنا (تباہ ہونا) انپڑنا (پہنچنا) بیسنا (بیٹھنا) بھانا (ڈالنا) بھگنا (سیر ہونا) بھیدنا (پسند آنا) پاڑنا (ڈالنا) پنوانا (برا بھلا کہنا) تھنجنا (ٹھوکنا پیٹنا) ٹھیلنا (ٹالنا) جالنا (جلانا) جرونا (ھضم ہونا) چکلنا (بھیجنا) دسنا (نظر آنا) دھانا (دوڑنا) سادنا (انجام دینا) سارنا (عمل میں لانا) ساندنا (تیار کرنا) سپڑنا (ھاتھ مین آنا) سٹنا (ڈالنا) سرنا (ختم ہونا) سنچرنا (آجانا) سنکھارنا (نکال دینا) سوسنا (برداشت کرنا) کاڑنا (نکالنا) کلانا (جھگڑنا) کونڈنا (بند کرنا) گھالنا (ڈالنا) لاٹنا (ذلیل کرنا) لانا (لگانا) لڑنا (کاٹنا) لوڑنا (طلب کرنا) متنا (مست ہونا) پنچانا (پیدا کرنا) نسنا (بھاگنا) (۱) -

---

(۱) یہ فہرست "فرہنگ سب رس" مرتبہ مولوی عبد الحق سے ماخوذ ہے

اردو مادوں کی تعداد ہور نلے نے ۵۸۲ بتائی تھی - یہ دو طرح کے ھیں - 'اولی' یا اصلی 'ثانوی' یا وضعی - اولی مادے سنسکرت یا پراکرت سے لئے گئے ھیں - ھورنلے کے نزدیک یہ ۳۹۳ کے لگ بھگ ھیں (۱) - ثانوی مادے خود اردو میں قدیم مادوں کی مثال پر گھڑ لئے گئے - یہ تعداد میں تقریباً ۱۸۹ ھیں - چٹرجی نے اولی مادوں کی حسب ذیل تین قسمیں کی ھیں -

(۱) وہ مادے جو صورت بدل کر سنسکرت سے اردو میں آئے یہ "تد بھو" کہلاتے ھیں - یہ دو طرح کے ھیں :

الف — سادہ مادے

ب — وہ مادے جن کے شروع میں سابقے ھیں

(۲) وہ مادے جو جوں کے توں سنسکرت سے لے لئے گئے یہ "تت سم" کے نام سے موسوم ھیں -

(۳) جن مادوں کی اصلیت پر پردہ پڑا ہوا ھے - یہ دیسی کہلاتے ھیں ثانوی مادوں کی بھی تین قسمیں ھیں :

(۱) اسمی - جو کسی اسم سے بنائے گئے ھیں -

(۲) ترکیبی - دو مادوں کو ترکیب دے کر بنا لئے گئے -

(۳) حکائی - یہ مختلف آوازوں کی حکایت یا نقل ھیں - ان کی حسب ذیل تین قسمیں ھیں -

الف — وہ مادے جن میں آواز مکرر ھے - جیسے پل پل - بل بل -

---

(۱) جرنل بنگال سوسائٹی جلد ۴۹ نمبر ۱

ب — وہ مادے جن میں دوسری آواز پہلی سے کسی قدر مختلف ہے - جیسے کلبلانا - تل ملانا -

ج — جن میں آواز کی تکرار نہیں جیسے چھیں -

اسمی مادوں کی مولانا سلیم نے حسب ذیل تین قسمیں کی ھیں -

الف — جو ہندی لفظوں سے وضع کئے گئے ھیں -

ب — فارسی الفاظ اور مصادر سے وضع کئے گئے ھیں -

ج — عربی الفاظ یا مادوں سے بنائے گئے ھیں -

۱ — اصلی یا اولی مادے

اصلی مادے اکثر ایسے ھیں جو آسانی کے ساتھ پہچان لئے جاتے ھیں اور جن کا جوڑ سنسکرت مادون سے لگایا جا سکتا ہے - ان میں سے چند درج ذیل ھیں -

کس (کرش) کر (کر) کانپ (کَمپ) کاٹ (کَرت) کات (کَرتِ) کھا (کھاد) کہنا (کتھ) کھیل (کریڈ یا کھیل) چل (چل) چر (چَر) بانٹ (وَٹ) دے (دا) دیکھ (درکش) چوم (چمپ) پڑ (پت) پڑھ (پڈھ) چن (چِ) چو (چیت) جاگ (جاگرِ) جی (جیو) جان (جیا) جل (جوَل) جن (جَن) جا (یا) تان (تن) ٹوٹ (ترٹ) ٹھگ (ستھگ) دھر (دھرِ) دوہ (دہ) تر (تز) دھس (دھوس) ناہ (سنا) پی (پب) پک (پکو) (۱) - پوچھ (پرچھ) باندھ (بندہ)

---

(۱) یہ "پچ" سے اسم مفعول ہے -

بس (وَش) برس (وَرش) بول (برُو) بوجھ (بُدھی) بھر (بھِر) مر (مرِ) رکھ (رکش) لگ (لگ) لوٹ (لُنٹھ) سونگھ (شُنگھ) سن (شرُو) سو (سوپ) سی (سِیو) مل (مل) سوکھ (شُشک) سہا (شُبھ) متھ (منتھ) ھنس (ھَس) چاہ (اِچھ) رو (رُود) لے (لبھ) تاؤ (تپ) پا (پراپ) چب (چرو) بڑھ (وردھ) چھید (چھد) گا (گای) نوچ (لنچ) (۱) سوچ (شچ) تڑپ (ترپ) گن (گنڑ) سیکھ (شِکش) کود (سکند) سک (شک) پیس (پِش) مان (مَن) -

ذیل کے مادے سابقوں کی مدد سے بنائے گئے ھیں -

اٹھ (آت - ستھا) اکھاڑ (آت - کرش) آ (ا - یا) آچھل (آت - شل) آتر (ات - ترِ) آپچ (آت - پدی) نبڑ (نی - ورت) پرکھ (پرِ - ایکش) آدھیڑ (آد - دھر) آڑ (آد - ڈی) بکری (وِ - کرِ) سنبھال (سم-بھال) سونپ (سم ارپ) جھانک (ادھی - ایکش) بیٹھ (آپ - وش) بھیگ (ابھی - انج) سدھر (سُ - دھرِ) نکھر (نی - کشر) نتھار (نی - ستھل) پسر (پرِ - سرِ) پھنانا (پی - نہ) بگڑ (و - گھٹ) بسر (و - سمر) نباہ (نر - واہ) پلٹ (پرِ - ورت) پھن (پرِ - دھا) نچوڑ (نہ - سر) -

سنسکرت کے بعض مادون کو جب گردانا جاتا تھا تو ان میں کچھ حروف بڑھا دئے جاتے تھے - قدیم فارسی میں بھی ایسا ھی تھا - ان اضافہ شدہ حروف کے اعتبار سے سنسکرت میں دس قسم کی گردانیں

(۱) ھورنلے نے اس کی اصل " نی - کنچ " بتائی ھے -

تھیں - ان کو گنڑ کہتے تھے - فارسی میں نو طرح کی گردانیں تھیں - موجودہ فارسی میں مضارع اور ماضی کے مادون میں جو فرق نظر آتا ہے اس کی ایک وجہ فعل کی گردانوں کا یہ اختلاف ہے (۱) - 'گنڑوں' کا امتیاز اپ بھرنش عہد میں نہ رہا - لیکن اردو کے بعض مادے آج بھی ایسے ہیں جن میں اضافہ شدہ حروف ملتے ہیں - یہ حروف مادون کے ساتھ گھل مل گئے ہیں - 'ی' کے اضافہ کی مثالیں -

ناچ (نرت - ی) 'چ' "تی" کا بدل ہے - جو جھ :(یُدھ - ی) 'جھ' 'دھی' کا بدل ہے - بوجھ (بدھ - ی) سمجھ (سم - بدھ - ی) وغیرہ - ذیل کے مادون میں "ن" اضافہ ہوا ہے -

چن (چ - نو) سن (شرِ - نو) جان (گیا - نا) دھن (دھو - نو) وغیرہ -

کچھ اولی مادے ایسے ہیں جن کی اصل کا کچھ سراغ نہیں لگتا - ہو سکتا ہے کہ وہ دراوڑ وغیرہ غیر آریائی زبانوں سے اردو میں آئے اور یہ بھی ممکن ہے کہ سنسکرت سے لئے گئے - لیکن روپ بدل جانے کی وجہ سے ان کی پہچان نہ ہو سکی - ان میں سے چند یہ ہیں ۔

سانتا - ہٹنا - موڑنا - سپوڑنا - کھلنا - گھرنا - چھپنا - ڈوبنا ۔ بیانا - رھنا - لڑنا - جھگڑنا - ان میں سے "چھپ" "رہ" اور "لڑ" کو ہورنلے نے بترتیب 'کشِ' 'رکش' اور 'لڈ' سے نکالا ہے - اور 'رہ' کے اشتقاق کو کسی قدر غیر واضح بتایا ہے -

---

(۱) آفرید ماضی ہے اور "آفریند" مضارع - اس میں "ن" الحاقی ہے -

سنسکرت تت سم مادے اردو میں کم ہیں ۔ ہندی اور بنگلہ وغیرہ زبانوں میں ان مادون کا داخلہ سنہ ۱۸۰۰ع کے بعد تحریک احیا کے زیراثر ہوا - اردو میں سنسکرت تت سم مادون کی جگہ عربی فارسی الفاظ سے وضع کئے ہوئے مصادر اور مادے کثرت کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں - ان کا ذکر جعلی مصادر کے سلسلے میں کیا جائے گا -

کچھ مصادر فارسی سابقون کے مدد سے بنا لئے گئے - یہ حال کی پیداوار ہیں - برآنا - برلانا ۔ بہم پہنچنا ۔ باز آنا - باز رکھنا - پیش آنا ۔ درآنا - ان کو مرکب وضعی مصادر میں شمار کرنا چاہئے - اس لئے کہ یہ فارسی سابقون اور ابتدائی مادوں کی ترکیب سے بنے ہیں -

۲ ۔ وضعی یا ثانوی مادے

وضعی مادون میں سے 'اسمی' اسم ذات اور اسم صفت دونون سے ڈھالے گئے ہیں - اسم ذات کے آخر میں 'ـــَا' اور 'یا' بڑھا کر اور اسم صفت کی حرکت کا 'گن' یا 'وردھی' کرکے 'ـــَا' 'یا' سنسکرت अय (علامت تعدیہ) سے ماخوذ ہیں ۔ کبھی اسم جوں کاتوں بطور فعل استعمال ہوتا ھے - جیسے کیلنا (کیل) اونگھنا (اونگھ) کمانا (کام) جمنا (جنم) سہانا (سکھ) اجالنا (آجلا) آجاڑنا (اجڑا) تھامنا (تھمب) انگلا نا (انگلی) ڈنڈیانا (ڈنڈا) پتھرانا (پتھر) تیورانا (تیور) تھڑنا (تھوڑا) سٹھیانا (ساٹھ) ٹھنڈیانا (ٹھنڈا) ھتھیانا (ھاتھ) لنگڑانا (لنگڑا) پڑتالنا (پڑتال) لہرانا (لہر)

ذیل کے مصادر عربی و فارسی کلمات سے وضع کئے گئے ہیں -

بحثنا - بخشنا - تراشنا ۔ خرید نا ۔ داغنا ۔ رنگنا - سہمنا (سہم

خوف) فرمانا - شرمانا - گزرنا - لرزنا - بدلنا - قبولنا - دفنانا - اسی طرز پر حال میں بہت سے مصادر بنائے گئے ہیں - برمانا - برقانا قلمانا -

اردو میں اسماء وصفات بطور فعل مستعمل ہیں اور جن میں 'ے ا' اور 'یا' علامات بڑھائی گئی ہیں وہ متعدی ہیں (ماسوا چند کے) اس لئے کہ اردو میں یہ تعدیہ کی علامت ہے -

مرکب مادے دو طرح کے ہیں - اسم اور مصدر سے ترکیب پائے ہوئے جیسے معاف کرنا - اجازت دینا - وغیرہ اور دو اولی مصادر سے بنائے ہوئے - اس کی دو قسمیں ہیں - ایک یہ کہ دونوں فعل ترکیب پاکر جدا جدا رہیں اور مخلوط ہونے نہ پائیں - جیسے گر پڑنا - اتر جانا - نکل چلنا - کر دینا - اٹھ سکنا وغیرہ - دوسرے یہ کہ دونوں گھل مل جائیں جیسے چمکنا (چم + کر) جھلکنا (جھل + کر) یہ مصادر سنسکرت مادہ कृ کی ترکیب سے بنے ہیں - اردو کے اکثر مصادر جن کے آخر میں یہ "ک" (کر) ہے حکائی ہیں جو کسی نہ کسی آواز کی نقل وحکایت کرتے ہیں - جیسے دھمکنا - (دھم کر) ٹپکنا (ٹپ کر) دھڑکنا (دھڑ کر) کھٹکنا (کھٹ کر) لٹکنا - چمکنا - بہکنا - جھلکنا - لپکنا - لچکنا - بھڑکنا - پھونکنا - (پُھت کر) اکسانا اصل میں اسکانا تھا - یہ سنسکرت "آت کرش" سے ماخوذ ہے - اس کے علاوہ چٹرجی نے چند ایسے افعال کا ذکر کیا ہے جو "ٹ" 'ڈ' 'ڑ' 'ر' 'ل' 'ش' 'چ' کے اضافے سے بنے ہیں (۱) - 'ٹ' پراکرت 'وٹ' اور سنسکرت "ورت" کا بقیہ ہے - "جھپٹ" (پراکرت جھمپ) ڈپٹ (درپ) رپٹ - لپٹ -

---

(۱) بنگالی کا آغاز وارتقا صفحہ ۸۸۶

'ڈ' ایک الحاقی حرف ہے جو غالباً اپ بھرنش 'ڈ' کے قائم مقام ہے - یہ حرف اکثر کلمات مین اضافہ ہوتا رہا ہے - ''دن دھاڑے'' کا ''دھاڑے'' اپ بھرنش مین 'دھڈا' تھا جو سنسکرت ''دوس'' کا بگاڑ ہے - اردو کے چند مصادر اس الحاقی حرف کی مدد سے بنے ہین - دوڑ (دھاو - ڈ) (۱) پکڑ (پرک - ڈ) بچھڑ (بچھ - ڈ) رگڑ - اکھاڑ اصل مین ''ات - کرش'' تھا - اجاڑ کو بھنڈارکر ''اجول'' سے ماخوذ بتاتے ہین - اور چٹرجی اجھاڈ - سنسکرت اد - جھاٹ سے - اپاڑ ان مصادر سے الگ ہے - وہ سنسکرت ''آت پاتیتی'' سے ماخوذ ہے - بگڑنا غالباً 'وی - کر' تھا -

'ر' اور 'ل' یا تو الحاقی ہین یا صفتی - اردو مین یہ حروف کم استعمال ہوئے ہین - پالنا (پا+ل) پھسلانا (پھس+ل) ٹھرنا (ستھ+ر) گھبرانا (گپ+ر) سدھرنا (سدھ+ر) اردو بتلانا کھلانا - وغیرہ مین ''لا'' تعدیہ کا ہے - اور بلانا اور نکالنا مین اصل مادے کا - ''بلانا'' بولنے کا متعدی ہے - اور نکالنا نکلنے کا - 'نکل' غالباً ''نہ کر'' تھا -

''س'' شاید 'سا' کا مخفف ہے اور مثلیت ظاہر کرتا ہے - اردو مین اس کی دوچار سے زیادہ مثالیں نہین ملتیں - جھلس - کلس - امس - کھانس - ٹھونس - یہ مادے اصل مین حکائی ہین -

حکائی مادون کی بابت مین عرض کر چکا ہوں کہ ان کی دو قسمیں ہیں - سادہ اور مکرر - مکرر دوطرح کے ہیں - دونون آوازیں ایک جیسی ہوں یا ایک دوسری سے کسی قدر مختلف - حکائی مادے یوں تو ویدک - سنسکرت - پالی - اور پراکرت میں بھی تھے - لیکن جدید بولیون مین ان کی کثرت ہے - وحید الدین سلیم نے وضع اصطلاحات میں ۲۰۰ کے قریب حکائی مصادر گنائے

---

(۱) گریرسن نے سنسکرت مادہ ''دیر'' سے اس کو نکالا ہے -

ہیں - یہ مصادر تینوں قسم کے مادوں پر مشتمل ہیں - سادہ اور بسیط مصادر یہ ہیں -

چلّانا - پھونکنا - چھنکنا - پھٹنا - دغنا - ٹپکنا - چٹکنا - کھانسنا جھٹکنا - دھڑکنا - پٹخنا - کھٹکنا - تڑخنا - دھمکنا - کڑکنا -

مکرر مصادر کی مثالیں جن مین دون آوازیں ایک جیسی ہین -

کھٹ کھٹانا - پل پلانا - چڑ چڑانا - پھڑ پھڑانا - تڑ تڑانا - تن تنانا - گن گنانا - بڑ بڑانا - ذیل کی مثالوں میں آوازوں میں ذراسا فرق ہے -

سٹ پٹانا - چلبلانا - جگمگانا - ڈگ مگانا - کس مسانا - کلبلانا - لڑ کھڑانا - دڑبڑانا - بڑ بڑانا - وغیرہ -

مکرر مصادر میں حرکت بدل جانے سے اکثر معنی بدل جاتے ہیں اور مصدر نیا روپ اختیار کرلیتا ہے - جیسے گڑگڑانا (بادل گرجنا) گُڑ گُڑانا (حقہ پینا) گڑِ گڑانا (خوشامد کرنا)

۳ - مصدراور حاصل مصدر

مادے پر "نا" بڑھانے سے مصدر بنتا ہے - جیسے کھانا - لانا - پینا وغیرہ - حاصل مصدر اور مادہ اردو مین دونون کی شکل ایک جیسی ہے - علامت مصدر گرانے سے حاصل مصدر وجود مین آتا ہے اور مادہ بھی - جسے مار - دوڑ - کھیل - حاصل مصدر بناتے وقت کبھی مصدر کی درمیانی حرکت کا "گُن" کردیا جاتا ہے - ے کا 'ا' ہو جاتا ہے اور ــِ کا "ــے" - جیسے چلنا سے چال - ملنا سے میل - اردو مین حاصل مصدر کی تکرار سے بھی حاصل مصدر بنائے گئے ہین - جیسے توڑ پھوڑ - بول چال - جوڑ توڑ - کاٹ چھانٹ - لاگ ڈانٹ - لوٹ پیٹ -

"نا" علامت مصدر سنسکرت तुम پراکرت उण اور لاحقہ अ سے وضع کی گئی ہے - ہورنلے अनीय سے نکالتے ہیں - بیمز اور کیلاگ بھی اس سے متفق ہیں - ان کا خیال ہے کہ اس اشتقاق سے جہاں مختلف بولیوں میں استعمال ہونے والے مصادر کا حل نکل آتا ہے وہاں مصدر کے مختلف استعمال کی وجہ بھی سمجھ مین آجاتی ہے (۱) - سنسکرت "۔۔ نییہ" اور فارسی "۔۔نی" دونوں ایک ہیں - فارسی "کردنی" اور سنسکرت "کرنی یم" - "نا" اس سے اس طرح بنا - کَرَنی یم - کَرنی اَم - کَرَنَاَم - کَرَنوں - کرنا -

اردو میں "نا" کے دو استعمال ہیں - ایک مصدری "کھانا زندہ رہنے کے لئے ہے" - اس میں "کھانا" کا "نا" مصدری ہے - دوسرے صفتی اور استقبالی جیسے "بھیجنا ہے ایک کمسن کے لئے" - "بھیجنا" کے معنی ہیں - بھیجوں گا - یہ استعمال فارسی "فرستادنی" کے مطابق ہے - اردو کا یہ "نا" مصدری "نا" سے مختلف ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ یہ سنسکرت "آنییہ" سے ماخوذ ہے - مصدری "نا" یا تو "تم" سے لیا گیا ہے یا سنسکرت علامت مصدر अन سے جیسا کہ پلیٹس کی رائے ہے - الف بطور الحاق بعد مین اضافہ کیا گیا (۲) پٹھن (پڑھنا) پتن (گرنا) - قدیم اردو مین حاصل مصدر مصدر کے معنی مین استعمال ہوتا تھا - ملنے نہ پایا - کو ملن نہ پایا - اور کرنے لگا کو کرن لگا کہتے تھے - شیرانی نے اس کے ثبوت مین ذیل کے دوشعر پیش کئے ہین -

کروں کیا وقت نیں ہے اب ملن کا
نہ کچ فرصت ہے اب باتاں کرن کا
رہی اس بات سون عاجز ہوا کی
زلیخا کے اگل بولن نہ پائی

---

(۱) ہورنلے صفحہ ۱۵۳ بیمز جلد ۳ صفحہ ۲۳۷ کیلاگ صفحہ ۳۳۸
(۲) ہندوستانی گرامر صفحہ ۱۳۰

کرن کا - کرنے کا - بولن نہ پائی - بولنے نہ پائی -

بھنڈارکر بھی 'نا' کو ''ان'' سے نکالتے ھین - لیکن وہ الف کو پراکرت کلمہ الحاق ''ک'' کا بدل بتاتے ھین - الحاقی ''ک'' اضافہ کرنے سے قدیم پراکرت ''انکم'' بنا - پراکرت کے دوسرے دور مین ''انام'' ھوا اس سے اردو ''ناں'' یا ''نا'' وجود مین آیا - تیسرے دور مین اس کا روپ ''اناوں'' ھوتاھے اس سے گجراتی ''نوں'' کی پیدائش ھوئی - مرھٹی ''نیں'' اور برج ''نوں'' ''انیم'' سے لئے گئے ھین جو ''انام'' کا ''دوسرا قدم'' ھے - اس لحاظ سے انھیں بعد کی پیداوار سمجھنا چاھئے (۱)

۴ - تعدیہ

فعل کی دوقسمیں ھیں - لازم اور متعدی - لازم کو متعدی بنایا جاسکتاھے - اسے تعدیہ کہتے ھیں تعدیہ متعدی کابھی ھوتا ھے - اس قسم کے فعل کو اصطلاح میں متعدی بالواسطہ کہتے ھیں - کھانا - کھلانا - کِھلوانا - کرنا - کرانا' - کروانا - ان میں پہلا متعدی ھے' دوسرا متعدی بیک واسطہ یامولانا عبدالحق کے لفظوں میں متعدی المتعدی - تیسرا متعدی بدوواسطہ - مولانا عبد الحق صاحب نے اس کو متعدی بالواسطہ کہا ھے - اردو میں تعدیہ کے دو طریقے ھیں -

(۱) احادی المقطع مادے کی درمیانی حرکت کا اشباع (گن یا وردھی) کرنا جیسے کٹنا سے کاٹنا - بندھنا سے باندھنا - کھنچنا سے کھینچنا - کھلنا سے کھولنا - پٹنا سے پیٹنا - چھٹنا سے چھوڑنا

(۲) مادے کے آخر میں ''ے ا'' یا ''وا'' بڑھانا - جیسے کرنا سے کرانا' کروانا - پڑھنا سے پڑھانا پڑھوانا - اٹھنا' اٹھانا - اٹھوانا - وغیرہ - معلول الاواخر مادوں میں ''ے ا'' کا 'لا' اور 'وا' کا ''لوا'' ھو جاتاھے - جیسے 'کھا' سے کھلانا اور کھلوانا - 'پی' سے پلانا اور پلوانا - 'سو' سے سلانا اور سلوانا -

---

(۱) لیکچرز صفحہ ۲۲۵

سنسکرت میں تعدیہ کا ایک ھی طریقہ تھا وہ یہ کہ مادے کے آخر میں अय اضافہ کردیا جاتا تھا (۱) - جیسے پچ سے "پاچیتی" (وہ پکاتا ھے) اور "پٹھ" سے "پاٹھیتی" (وہ پڑھاتا ھے) لیکن अय اضافہ کرتے وقت شروع اور درمیان کی حرکت کا "گن" ھو جاتا تھا - تعدیہ کا پہلا طریقہ سنسکرت کے تعدیہ سے لیا گیا ھے اور اشباع حرکت کو جو "آیَ" اضافہ کرنے کے ساتھ ھوتی تھی متعدی بنانے کا ذریعہ ٹھرا لیا گیا ھے - رھا "ـے ا" سو وہ سنسکرت "آیَ" سے ماخوذ ھے - سنسکرت کے بعض مادوں میں "ی" سے پہلے "پ" بھی ھوتی تھی جیسے "دا" سے "داپیتی" (وہ دلاتا ھے)یہ "پ" سنسکرت میں صرف معلول الا واخر مادون میں اضافہ کی جاتی تھی لیکن پراکرت کے عہد اول میں یہ اضافہ اتنا عام ھوگیا کہ بلا تفریق مادے کے آخر میں "ای" کی جگہ "آپی" جوڑا جانے لگا چٹرجی کا بیان ھے (۲) کہ اشوک کے کتبوں میں کاراپت - پاراپت (کارت - پارت) جیسے روپ بہت ملتے ھیں . پراکرت کے دوسرے دور میں 'پ' 'و' ھوئی - "اَیَ" پہلے ھی "اے" ھوگیا تھا - اس طرح "اَوِے" بنا - یہ لاحقہ پراکرات کے تیسرے دور میں چل نکلا اور عام طور سے "تعدیہ" کا کام دینے لگا - اردو "ـے ا" اور "وا" "ـے او" سے ڈھالے گئے ھیں - پہلا اس کا مخفف ھےاوردوسرا مقلوب . کرانا اور کروانا دونون کی اصل "کراونا" ھے - برج میں "کراونا" ھی ھے - دکنی اردو میں بھی کراونا تھا - شمالی ھندوستان میں "کروانا" بولا جاتا تھا - یہی فصیح اور شستہ ھے -

مادے کے بعد کا جوالف پراکرت اور اردو میں ھے مجھے زیادہ قدیم معلوم ھوتاھے - یہ فارسی میں بھی ھے اور غالباً ھندایرانی عہد کی یادگار ھے - میں "ـے ا" اور "وا" کی تاریخ جدا جدا سمجھتا ھوں -

---

(۱) سنسکرت گرامر و ھٹنے صفحہ ۳۷۸

(۲) بنگالی صفحہ ۱۰۳۰

کیلاگ کا بیان ہے کہ بعض سنسکرت مادوں میں "پ" کی جگہ متعدی میں "ل" اضافہ کیا جاتا تھا - جیسے "پا" (حفاظت کرنا) سے "پالے" - اردو کا "ل" یہیں سے لیا گیا ہے جو کھلانا - بٹھلانا وغیرہ افعال میں ہے - پلیٹس "ل" کو "ی" کا بدل بتاتے ہیں جیسے یشٹی سے لٹھی یا لاٹھی -

گریرسن پراکرت لاحقہ "اِلّ" سے اس کا جوڑ لگاتے ہیں جو اکثر اسماء وصفات کے آخر میں جوڑا جاتا رہا ہے (۱) - سکسینہ اس کی اصل کے بارے میں قطعی طور پر کچھ نہیں کہتے (۲) - بیمز اور ہورنلے بھی خاموش ہیں -

'ے ا' اور 'وا' میں سے اول تعدیہ بالنفس اور تعدیہ بالواسطہ دونوں کے لئے ہے اور ثانی صرف تعدیہ بالواسطہ کے لئے -

ہورنلے نے تعدیہ بالواسطہ کی علامت "وا" کو دہری علامت تعدیہ "ے واو" سے مخفف مانا ہے (۳) - کروانا اصل میں "کرواونا" تھا - جس طرح کراونا سے 'و' گرا کر "کرانا" بنایا گیا اسی طرح "کرواونا سے جب دوسرا 'و' گرا تو کروانا وجود میں آیا - یہ اشتقاق بہت واضح ہے -

۵ــ فعل معاون

اردو تحلیلی زبان ہے - اس کے افعال کی گردان جداگانہ اور مستقل کلمات کی مدد سے ہوتی ہے - یہ کلمات معاون افعال کہلاتے ہیں - یہ تین ہیں - "ہے" "تھا" اور "گا" - 'ہے' حال کے لئے' 'تھا' ماضی کے لئے اور 'گا' مستقبل کے لئے - یہ افعال منصرف ہیں - ان کی گردان اس طور پر ہے -

---

(۱) جرنل بنگال سوسائٹی سنہ ۱۸۹۶ع حصہ اول صفحہ ۱۰۵

(۲) اودھی کا ارتقا صفحہ ۲۹۰

(۳) ہورنلے پارہ ۴۷۸

	واحد	جمع	
(ھے)	ھے	ھیں	(غائب)
	ھے	ھو	(حاضر)
	ھوں	ھین	(متکلم)
(تھا)	تھا	تھے	
(گا)	گا	گے	

'تھا' اور 'گا' کے دو صیغے ھیں - ایک واحد کے لئے اور دوسرا جمع کے لئے - اس میں غائب' حاضر وغیرہ فاعلی حالتوں کی تفریق نہیں -

"ھے" کی بابت کہتے ھیں کہ وہ سنسکرت "اَس" (ھونا) سے فعل حال کا صیغہ واحد غائب ھے - یہ اصل میں "اَستِی" تھا - اَسئِی - اَسِے - اھے اور پھر "ھے" - قدیم اردو میں یہ "اھے" تھا - اس پر ڈاکٹر چٹرجی کا اعتراض ھے کہ "اس" سے فعل حال "اَستِی" ھے جس سے پر کرت "اَتّھِی" بنا - یہ ادبی پراکرت میں مستعمل تھا - "اَستی" سنسکرت میں اور "اَسئِی" پراکرت میں کوئی صیغہ نہیں - اردو "ھے" اس سے نہیں لیا جا سکتا - دوسرے "س" کا 'ہ' سے تبادل سنسکرت میں عام نہ تھا - یہ سراسر تکلف ھے کہ "ھے" جیسے عام اور کثیر الاستعمال صیغے کو "اَستی" کی پیداوار بتایا جائے - ان دقتوں کی وجہ سے کچھ علماء نے "ھے" کو سنسکرت "بھو" (فارسی بو) سے نکالا - یہ کہتے ھیں کہ "ھے" اصل میں "بھَوتی" تھا - ھَوئِی - ھوئی - ھے - یہ اس کے مختلف مدارج ھیں - یہ بھی خالی از تکلف نہیں - اول اس وجہ سے کہ سنسکرت الفاظ کے شروع میں تغیر بہت کم ھوتا ھے (۱) - دوسرے اس وجہ سے کہ "ھے" اور ھُوئی

(۱) ھور نلے پارہ ۳۴۴ (۲)

اردو میں جدا جدا دو صیغے ہیں - 'ھے' کھڑی کا ھے اور 'ہوئی' برج اور اودھی کا - صوتی طور سے بھی یہ مختلف صیغے ھیں - اس لئے ان میں سے ایک دوسرے سے ماخوذ نہیں ہو سکتا . اور اگر "ھے" کھینچ تان کر "ہوی" سے نکال بھی لیا جائے تو اس کے قدیم روپ "اھے" کا کیا ہوگا ؟

دراصل 'ھے'، 'بھو' اور 'اس' کے علاوہ ایک اور مادے 'ھو' سے وضع ہوا ھے - اس کے دو روپ ھیں 'ھو' اور 'ھے' - یہ دونوں روپ پالی میں تھے اور 'بھو' 'اس' کے ساتھ ساتھ ان کی پوری گردان کی جاتی تھی - "ھو" 'بھو' سے متفرع نہیں ہوا اور نہ اس سے نحت صوتی کے زیراثر وجود میں آیا - یہ مستقل اور آزاد مادہ ھے - اور اتنا ھی قدیم ھے جتنا 'بھو' اور 'اس' - کسی زمانے میں یہ سنسکرت میں بھی تھا لیکن بعد میں غالباً 'بھو' اور 'اس' نے اسے نکال باھر کیا - اس کے دو بڑے قرینے ھیں - ایک یہ کہ 'ھو' عبرانی اور کلدانی میں بھی ھے' اور اس کے وھاں یہی معنی ھیں - دوسرے پالی اور پہلوی میں یہ 'ھو' اور 'اس' کے پہلو بہ پہلو استعمال ہوا ھے - پہلوی میں اس کو اس طرح گردانا گیا ھے :—

	مفرد	جمع
(غائب)	هوات	هواند
(حاضر)	هوای	هوایت
(متکلم)	هوام	هوایم

یہ پالی کی حسب ذیل تصریف کے مطابق ھے -

ہوتی ہونتی ہوسی ہوتھ ہومی ہوَم

'ھو' پہلوی میں "بوتن" پر بھی' جو سنسکرت 'بھو' کا بھائی ھے' داخل ہوتا تھا اور عام افعال کی طرح "بوتن" کو ماضی قریب بناتا تھا - اردو "ھے" اس مادے کے دوسرے روپ "ھے" سے لیا گیا ھے - اردو میں "ھو" بھی ھے لیکن وہ فعل ناقص ھے - ماضی' حال' اور مستقبل ان تمام زمانوں میں اس کی گردان کی گئی ھے - ہوا -

ہوا ہے ۔ ہوگا ۔ ہوا تھا ۔ ہوا ہوگا وغیرہ ان صیغوں میں ''ہے'' اور "تھا" فعل معاون کے طور پر استعمال ہوئے ہیں ۔ "اہے" کا الف یا تو "ہوات" سے لیا گیا ہے یا 'اتھا' پر قیاس کر کے بعد میں اضافہ کردیا گیا (۱) ۔

"تھا" میں بھی اختلاف ہے ۔ شیام سندر اور دھیریندرا سے سنسکرت ''ستھا'' (ٹھرنا) سے ماخوذ بتاتے ہیں ۔ کچھ عالموں کا خیال ہے کہ وہ سنسکرت مادہ "اس" کے صیغہ جمع حاضر ''ستَھ'' (تم ہو) کی پیداوار ہے ۔ شیام سندر کا اعتراض ہے کہ اردو "تھا" ماضی کا صیغہ ہے اور مفرد ہے ۔ وہ ''ستھ" سے جو فعل حال سے صیغہ جمع ہے کیسے نکالا جاسکتا ہے ۔ ان کے نزدیک سیدھی سی بات یہ ہے کہ اسے "ستھا' کے صیغہ واحد غائب (ماضی معروف) اَسْتَھاتَ (وہ ٹھرا) سے منحوت مانا جائے ۔ مجھے یہ دونوں اشتقاق حقیقت سے بعید اور قیاس کے خلاف نظر آتے ہیں ۔ ''تھا" بھی 'ہو' ہی سے بنا ہے اور ماضی سے واحد غائب کا صیغہ ہے ۔ یہ اصل میں "ہوتھا" تھا ۔ 'ہو' نحت صوتی کی نذر ہوا ۔ 'تھا' بچ رہا ۔ اردہ ماگدھی مین 'ہوتھا' 'تھا' کے معنی مین بولا جاتا تھا ۔ اس میں غائب' حاضر' متکلم' مفرد اور جمع کا فرق نہ تھا ۔ سب کے لئے 'ہوتھا' استعمال ہوتا تھا (۲) ۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کلمہ پراکرت عہد ہی میں بطور فعل معاون استعمال ہونے لگا تھا ۔ ''اتھا' کا الف 'ہ' کا قائم مقام ہے ۔ دہلی کے قریب بعض دہات میں "تھا" کی جگہ ''ہا" آج بھی بولا جاتا ہے جیسے "گیاہا" (گیا تھا) یہ "ہا" 'تھا' کا ایک روپ ہے اور اس سے بگڑ کر بنا ہے ۔ پنجابی "سی" غالباً سنسکرت "آسیت" سے ہلکا کر لیا گیا ۔ بیمز نے "تھا" کو थिओ سے مختصر مانا

---

(۱) عام طور سے "ہو" کو ''بھو" سے اور ''ہے" کو 'اس' سے نکالتے ہیں ۔

(۲) مبادی پراکرت ولنر حاشیہ صفحہ ۱۶۱

ہے جو سنسکرت اسم مفعول "سِتھِتَہ" کا ایک روپ ہے - وہ کہتے هین کہ 'کا' اور 'گا' اگر 'کر تہ' اور "گتہ" سے ماخوذ ہو سکتے هین تو کوئی وجہ نہین کہ 'تھا' کو "سِتھِتہ" سے مشتق نہ مانا جاسکے (۱) اس صورت مین اس کے تغیرات یہ ہوں گے - سِتھِتَہ - تِھاہ - تھِاَ - تھِیا - تھا - پروفیسر شیرانی نے تاریخ فیروز شاهی سے سِندھیون کا ایک جملہ نقل کیا ہے اس میں "تھیا" موجود ہے - وہ جملہ یہ ہے "برکت شیخ تھیا ایک موا ایک نها (بھاگا)"

'گا' کے باب میں سب متفق ھیں کہ وہ جدید لاحقہ ہے اوراردو میں مستقبل کے معنی ادا کرنے کے لئے حسب قاعدہ "گم" (جانا) سے وضع کیا گیا تھا - سنسکرت فعل مستقبل "داسیتی" (وہ دے گا) کی تحلیل لغوی اس طورپر کی گئی ہے - 'دا' (دینا) 'سی' (علامت استقبال) تی (وہ علامت فاعل) "سی" 'س' اور 'ی' سے مرکب ہے - 'س' مختصر ہے 'اس' (ہونا) کا اور 'ی' 'یا' (جانا) کا - اس تحلیل کے مطابق 'داسیتی' کا لفظی ترجمہ ہے دینا ہونا جانا وہ یعنی دینے کا اس کی طرف سے ہونا یا دیا جانا - اسی نهج پر اردو بولنے والوں نے بھی جانے کے ایک روپ "گم" سے یہ کام لیا - "گا" اصل میں "گتہ" (گیا ہوا) تھا - یہ مصدر "گم" کا اسم مفعول ہے - گتہ - گاہ - گا - یہ اس کی کڑیان ھیں - دے گا کا لفظی ترجمہ ہے - "دینا گیا ہوا" - (۲)

۶ـــ مشتقات افعال

اردو میں مشتقات کی تین قسمیں ھیں - اسم فاعل' اسم مفعول اور اسم حالیہ - سنسکرت اور انگریزی قواعد نویسوں نے ماضی معطوفہ کو بھی مشتقات میں شمار کیا ہے - مولانا عبد الحق صاحب

---

(۱) بیمز جلد ۳ صفحہ ۲۰۹

(۲) بھنڈار کر صفحہ ۱۲

اسم مفعول کو حالیہ تمام، اسم حالیہ کو حالیہ نا تمام، اورماضی معطوفہ کو حالیہ معطوفہ کہتے ہیں - میں قدیم اصطلاحات ترک کرنے کی کوئی وجہ نہیں سمجھتا ۔ مشتق کی ایک قسم اور بھی ہے - میں اس کا نام اسم استقبالیہ تجویز کرتا ہوں ۔

اسم فاعل اردو میں مصدر یا حاصل مصدر پر لاحقہ "والا" اضافہ کرنے سے بنتا ہے - جیسے چلنے والا - پڑھنے والا - برج یا اودھی کا 'ہار' یا 'ہارا' بھی اردو میں مستعمل ہے لیکن یہ لاحقہ حاصل مصدر کے آخر میں جوڑا جاتا ہے - جیسے ہونہار - پالن ہار - جان ہار (۱) - کھیون ہار ۔ قدیم اردو میں شاید برج کے زیر اثر "ہار" زیادہ مستعمل تھا لیکن اس سے یہ سمجھنا کہ 'ہار' والا سے زیادہ قدیم ہے غلط ہے - عبد الرحیم خانخاناں کے ہاں جو 'برج' کے شاعر ہیں "والا" بھی ملتا ہے -

یوں رحیم یش ہوت ہے اپکاری کے انگ
بانٹن والے کے لگے جوں مہندی کا رنگ

"والا" سنسکرت "پالک" کا بچہ ہے ۔ گوالا سنسکرت میں 'گوپالک' تھا - 'پ' کا تبادل 'و' سے بہت عام ہے - خیال کیا جاتا ہے کہ "والا" اول اول "گوالا" سے تراشا گیا بعد میں بطور لاحقہ دوسرے اسماء مصادر میں بھی جوڑا جانے لگا - "ہار" کو سنسکرت "دھارک" (رکھنے والا) سے مشتق بتاتے ہیں - کیلاگ کہتے ہیں کہ بردائی کی نظم راسو کی پہلی سطر میں استعمال ہونے والے مرکب "دھارن دھاریم" کی ہندی دھارن ہارا ہے - ڈاکٹر ٹرمپ نے "ہار" کو سنسکرت "کار" سے نکالا ہے - کار - کھار - ہار ۔ لیکن اس میں یہ دقت ہے کہ 'ک' کو بغیر کسی معقول وجہ کے 'کھ' بنا دیا گیا - بہتر یہ ہے کہ 'ہار' کو فارسی 'تار' سنسکرت 'تر' سے ماخوذ مانا جائے اس لئے کہ 'ت' کا 'تھ' سے بدل جانا آسان ہے اور 'تھ' کا 'ہ' ہو جانا بھی معمولی بات ہے - ہندی "کرتار" بھی "تار" لگا کر بنا یا گیا تھا -

---

(۱) جانے ہار یعنی جانے والا - مردہ

اسم حالیہ براہ راست سنسکرت اسم حالیہ (اُشتوُت) سے ماخوذ ہے۔ اس کی علامت سنسکرت میں अत (بے جنس میں) ہے - جیسے چل سے چلت اور پچ سے پچت - اردو جاتا اور چلتا سنسکرت 'یاتکہ' اور 'چلتکہ' سے لئے گئے ہیں - ان میں 'ک' الحاقی ہے - قدیم ہندی چلنت پالی 'چُلنتُ' سے ماخوذ ہے 'ن' سنسکرت میں بھی تھا - چلتے چلتے تھک گیا - کھاتے کھاتے اکتا گیا - ان مثالون میں 'ے' ظرفی ہے - ساری رات تڑپتے کٹی - ڈرتے ڈرتے میں پاس گیا - ہم گاتے گاتے سیتی ہیں - یہ ظرفی حالت کی مثالیں ہیں - میرے ہوتے کیا ڈر ہے - یعنی میرے ہونے کی صورت میں - دن نکلتے ہی روانہ ہوگیا - دن نکلنے پر -

اسم مفعول بھی سنسکرت ہی سے لیا گیا ہے - سنسکرت میں اسم مفعول کی علامت 'ت' ہے اور یہ غالباً ہندایرانی عہد کی یادگار ہے - فارسی میں 'ت' بھی ہے اور اس کا بدل 'د' بھی - فارسی 'گفتہ' اور 'کردہ' سنسکرت 'آکتہ' اور 'کرتہ' کے قائم مقام ہیں - شورسینی میں بھی 'ت' 'د' سے بدل گئی تھی - ماگدھی اور مہاراشٹری میں 'ت' حذف ہوگئی لیکن اس کی حرکت 'ــَـ' باقی رہی - سنسکرت ''کرتہ'' مہاراشٹری ''کَاَ'' اردھ ماگدھی ''کَیَا'' شورسینی 'کَدُ' اردو کیا - 'ک' کا کسرہ سنسکرت ''رِ'' کی نشانی ہے - اسی طرح گتہ - گا (مہارا شٹری) گدو (شورسینی) گیا (اردو)

اردو میں اسم مفعول وضع کرتے وقت مادے کے آخر میں ''ــَـ ا'' اضافہ کردیتے ہیں - جیسے چلا (چل) پڑھا (پڑھ) کہا (کہ) دِیا (دے) یہ ''ــَـ ا'' سنسکرت ''ت'' کے قائم مقام ہے - جن مادون کے آخر میں الف یا واؤ ہے ان میں ایک 'ی' 'ــا' سے پہلے اور اضافہ کردی جاتی ہے جیسے کھایا (کھا) بویا (بو) گایا (گا) لایا (لا) کرنا سے کیا' مرنا سے مرا' اورجانا سے گیا خلاف قاعدہ ہیں - اگر چہ کرنا سے کرا اور مرنا سے 'مرا' بھی ملتے ہیں لیکن کیا زیادہ صحیح اور فصیح ہے - اس کی وجہ یہ ہے

کہ "کیا" براہ راست ''کَرِتہ'' سے ڈھالا گیا ہے - ''رِ'' حذف ہونے کے بعد اس کا کسرہ 'ک' پرباقی رہ گیا تھا - ''کیا'' کی 'ی' اس کسرے کی رہین منت ہے - ''موا'' 'مرتہ' سے ماخوذ ہے لیکن اس میں 'ر' کے گرنے کے بعد 'م' کو ضمہ دیدیا گیا - 'و' اس ضمے کی نشانی ہے - اردو میں اس کی مثالیں اور بھی ہیں - اس کا ذکر تفصیل کے ساتھ صوتی تغیرات کی بحث میں کیا جاچکا ہے - ''گیا'' 'جانا' سے نہیں بلکہ ''گم'' سے ہے - یہ غالباً قدیم دکنی اور برج کے اسم مفعول پر قیاس کرکے بنالیا گیا - دکنی اردو میں لاحقہ ''ے ا'' سے پہلے ایک ''ی'' اسم مفعول (یا ماضی) میں اور ہوتی تھی اور یہ ہر جگہ پائی جاتی تھی - جیسے پڑھیا - اُٹھیا - چلیا - نکلیا - یہ 'ی' موجودہ زبانوں کے ایک رجحان کے زیراثر اضافہ کی گئی ہے - سنسکرت وقفیہ جو کلمے کے وسط یا آخر میں آتے ہیں پراکرت میں اکثر حذف ہو جاتے تھے لیکن ان کی حرکات باقی رہ جاتی تھیں - پراکرت میں یہ حرکتیں اپنی حالت پر رہیں - بول چال کی زبانوں میں دوحرکتوں کا اجتماع ثقیل سمجھاگیا اس لئے یا توان حرکات کو سابق حرکت میں مدغم کردیا گیا یا ان کے درمیان 'ی' یا 'و' اور داخل کردئے گئے - مثلاً 'مِیلا' سنسکرت میں "میلَکہَ" تھا - 'ک' گر جانے پر ''میلَ ے'' رہا - اردو میں "ل' کے 'ـَ' اور اخری 'ـے' کے اجتماع کو ثقیل سمجھ کر دونوں کو مدغم کردیا گیا اس طرح ''میلا'' بنا (۱) - چَلِتہْ کی 'ت' گری تو ''چَلِ ـُو'' ہوا - یہاں इ اور अ کا ادغام دشوار تھا اس لئے ان کے درمیان ''ی'' داخل کردی گئی اس طرح چلیا (دکنی) اور چلیَو (برج) بنے - ڈاکٹر ویبر کا بیان ہے کہ جین پراکرت میں وقفیہ گرتے نہ تھے بلکہ ایک خفیف التلفظ 'ی' سے بدل جاتے تھے - بھنڈارکر نے اس کی تائید ہیم چندر کے بیان کردہ ایک اصول سے کی ہے - اس کے الفاظ

(۱) کیلاگ پارہ ۷۷

یہ ھیں کہ حروف صحیح کرنے کے بعد جو अ باقی بچ جاتا ہے وہ ایک خفیف 'ی' کی طرح ادا کیا جاتا ہے (۱) - دکنی اردو اور برج میں اسم مفعول کی "ی" ھیم چندر کے اس اصول کے مطابق ھے - میرا خیال ھے کہ یہ "ی" زیادہ قدیم ہے جو اردو اسم مفعول سے بعد میں تخفیف کردی گئی -

ماضی معطوفہ کا مفہوم ادا کرنے کے لئے کبھی اردو میں سیدھا سادہ فعل استعمال ھوتا ہے - جیسے وہ بات سن چلتا بنا - لیکن اکثر ماضی معطوفہ فعل پر 'کر' 'کے' یا 'کر کے' لگا کر بنائی جاتی ھے - جیسے مانگ کر، مانگ کے یا مانگ کر کے روٹی لایا - یہ ماضی غیر منصرف ہے - اور اس کا استعمال ھندایرانی عہد سے ہے - فارسی میں ماضی مطلق پر 'ہ' بڑھا کر یہ ماضی بناتے ھیں یا یوں کہئے کہ فارسی میں اسم مفعول ماضی معطوفہ کے معنی دیتا ھے - سنسکرت میں اس کے دو طریقے ھیں - عام مصادر میں "توا" لگا کر جیسے 'کرِتْوا' (کر کے 'پیتُوا' (پی کر) اور اپ سرگ یعنی سابقے والے مصادر میں صرف ایک "ی" بڑھا کر جیسے سنتاپ سے "سنتپیہ" (توبہ کر کے) غالباً اردو ماضی معطوفہ اول اول سنسکرت کے نہج پر فعل کے آخر میں "ی" لگا کر بنائی گئی - اس میں اس امر کا کوئی لحاظ نہ تھا کہ فعل بسیط ھے یا مرکب - چنانچہ برج اور قدیم ھندی میں ماضی معطوفہ کی جو مثالین ملتی ھیں ان کے آخر مین इ یا زیر ہے جو ظاھر ھے سنسکرت य کا بقیہ ھے - جیسے گول را آجِتِی (گوڑ کے را جا کو جیت کر) بلی چلی (بلی کو چھل دے کر) سنی کگ گرِ (کاغذ یعنی خط سن کر) یہ کسرہ کثرت استعمال سے اردو میں مٹ مٹا گیا اور خالص مادہ مدتوں بطور ماضی معطوفہ استعمال ھوتا رہا - جب مادے اور ماضی معطوفہ میں کوئی فرق نہ رہا اور ایک کا دوسرے سے اشتباہ ھونے لگا تو تمیز و تفریق کے خیال سے غالباً بہت بعد میں "کرِ" جو خود ماضی معطوفہ ھے مادہ

---

(۱) بھنڈارکر حاشیہ صفحہ ۲۷۰

پر اضافه کر دیا گیا - پڑھ کرِ - اٹھ کرِ وغیره - ”کرِ“ کا کسره بھی زیاده عرصه زنده نه ره سکا - آخر اس نے بھی فنا کی راه لی اور ’کر‘ کی ترکیب سے ماضی معطوفه بنائی جانے لگی - کچھ عرصے بعد توضیح و تعیین کے لئے پھر ایک لاحقے کی ضرورت پڑی - اس مرتبه ’کے‘ اضافه هوا - چل کرکے - پی کرکے - میرا خیال هے که ’کر‘ اور ’کے‘ اردو میں ساتھ ساتھ آئے - چنانچه الگ الگ ان میں سے هر ایک آج فعل کے ساتھ مستعمل هے - یه پہلے بھی اسی طرح استعمال هوتے تھے - اور کبھی مزید وضاحت کے لئے دونوں کو جمع کر دیا جاتا تھا -

’کے‘ کے باب میں چٹرجی کا خیال هے که وه دراصل لاحقه مفعول ثانی هے (۱) جو ماضی کی تاکید و توثیق کے لئے بڑھایا گیا هے - پلیٹس اسے پراکرت इअ سے ماخوذ بتاتے هیں -وه کہتے هیں که इअ اول ’ج‘ یا ’جے‘ بنا (سندھی میں لاحقه ماضی معطوفه هے) بعد میں ’ک‘ سے بدل گیا (۲) - بیمز ”کَرِ“ کا ایک روپ بتاتے هیں - کَرِ - کَ ← - کِے (۳) - بھنڈارکر کی رائے مجھے زیاده صحیح اور صائب معلوم هوتی هے - وه کہتے هیں که ”کے“ شورسینی میں किअ تھا - کِ ے - کَیَ - کے (۴) - ایک صورت اور بھی هے - وه یه که ’کے‘ کو ’کئے‘ سے مختصر مانا جائے جو ”کیا“ کی ظرفی حالت هے - جیسے مے پئے - رقیب کو لئے میں ”پئے“ اور ”لئے“ - همزه کی تخفیف کیجے اور لیجے میں بھی هوئی یه کیجئے اور لجیئے تھے - ”کھا کے چلا گیا“ - کھانا کئے هر چلا گیا یعنی کھانا کھائے جانے پر یا کھا کر چلا گیا - اس استعمال

---

(۱) بنگالی صفحه ۱۰۰۷

(۲) هندوستانی گرامر صفحه ۱۳۵

(۳) گرامر جلد ۳ صفحه ۲۳۱

(۴) بھنڈارکر صفحه ۲۲۵

کی مثالیں اور بھی ہیں - چار بجے اسکول بند ہو جاتا ہے - یعنی چار بجنے پر - انکھ مچے (پر) کون کس کا میت -

صاحب جلوۂ خضر نے لکھا ہے کہ اردو میں ماضی معطوفہ اور امر میں فرق نہ تھا - ناسخ نے امر پر "کر" بڑھا کر ماضی معطوفہ بنائی (۱) - یہ غلط ہے - ناسخ سے پہلے اردو میں 'کر' اور 'کے' مستعمل تھے لیکن ان کا ترک جائز سمجھا جاتا تھا - ناسخ نے اسے غیر فصیح قرار دیا اور 'کر' کا اضافہ ضروری بتایا - ترک 'کر' کی مثالیں بہت ہیں - خوب محمد چشتی کا شعر ہے -

یہ تو کہیا فلانے یار ایسا بوجھ کرے انکار

شاہ علی محمد جیوگام دھنی کے شعر میں 'کر' کا ترک بھی ہے اور اختیار بھی -

مکھ پر بال بکھیر سوساتی چھپ کر ہووے رات سنگاتی

باجن ہندی کا قدیم شاعر ہے - اس نے 'کر' استعمال کیا ہے -

محمد سرور پریم کا رحمت اللہ بھریا باجن جیوڑا وار کر سر آگیں دھریا

محمد افضل جھنجھانوی نے 'کر' کی جگہ 'کے' لکھا ہے (۲) -

ارے بھادوں کہاں ساون کہاں رے ملوٹک آئے کے فانی جہاں رے

کبیر کے ہاں بھی 'کے' ہے (۳) -

نینوں کی کر کو ٹھری پتلی پلنگ بچھائے
پلکوں کی چق ڈال کے پیا کو لیا رجھائے

"اسم استقبالیہ" کا ذکر میں مصدر کے ذیل میں کرچکا ہوں - 'نا' اور 'لی' اس کے دو روپ ہیں - سنسکرت "أنییہ" سے لیا گیا ہے - اس کی چند مثالین ملاحظہ فرمائیں - مجھے آج گھر جانا ہے - کلیاں بھیجنی ہیں - تعزیر دینی ہے - مصدر کے 'نا' اور استقبالی 'نا' میں صورۃً کوئی فرق

---

(۱) جلوۂ خضر حصہ اول صفحہ ۲۹۷

(۲) اردو شہ پارے صفحہ ۲۰۲

(۳) اردو ے قدیم صفحہ ۲۷

نہیں - معنوی طور پر یہ فرق ہے کہ استقبالی "نا" کی تفسیر فعل مستقبل سے کی جا سکتی ہے - مجھے گھر جانا ہے - میں گھر جاؤں گا - دونوں کا مفہوم واحد ہے -

۷ - معروف و مجہول

فعل کی دو قسمیں ہیں - معروف و مجہول - معروف وہ فعل ہے جس کا فاعل معلوم و مذکور ہو - جیسے حامد نے کھانا کھایا - مجہول اس کے خلاف اس فعل کو کہتے ہیں جس کا فاعل معلوم نہ ہو - جیسے کھانا کھایا گیا - سنسکرت میں مجہول بنانے کے لئے مادے کے آخر میں "ی" کا اضافہ کر دیا جاتا تھا جیسے "بُدھ" سے "بُدھیتے" (وہ جانا جاتا ہے) "پٹھ" سے "پٹھیتے" وغیرہ پراکرت میں کچھ افعال سنسکرت کے نہج پر "ی" کے اضافے سے مجہول بنائے گئے لیکن 'ی' 'ج' سے بدل گئی (شورسینی اور ماگدھی میں حذف ہو جاتی تھی) اور کچھ इज्ज یا इय مادے کے آخر میں اضافہ کر کے - سندھی "کریجے" مارواڑی "کریجنو" قدیم اودھی "دیجئے" پراکرت "اِجّ" ہی کی اعانت سے ڈھلے ہیں -

پروفیسر میکس مولر نے لکھا ہے کہ سنسکرت مادہ या (جانا) کی اصل य ہے - سنسکرت فعل مجہول "ی" بمعنی 'جانا' کی مدد سے بنا - "بدھیتے" کے لفظی معنی ہیں وہ جاتا ہے جاننا یعنی وہ جانا جاتا ہے (۱) - اردو فعل مجہول بھی مادہ "جانا" سے جس کی اصل سنسکرت "یا" ہے بنا لیا گیا - ممکن ہے اردو کی یہ وضع اتنی ہی قدیم ہو جتنی خود سنسکرت کی - اردو مادہ جانا بعض علماء کے نزدیک سنسکرت "گم" (جانا) اور "یا" (جانا) دونوں کے اختلاط و آمیزش کا نتیجہ ہے - اس کا اسم حالیہ "جاتا" سنسکرت "یاتہ" سے لے لیا گیا اور اسم مفعول "گیا" سنسکرت

---

(۱) مقالات جلد ۱ صفحہ ۵۷

''گتہ'' سے - اردو میں مجہول بنانے کا کام ''جاتا'' اور ''گیا'' دونوں سے لیا جاتا ھے - جیسے پڑھا جاتا تھا - پڑھا گیا تھا وغیرہ -

برج اور اودھی میں کچھ مجہول صیغے ایسے ھیں جو سنسکرت یہ لگا کر بنائے گئے ھیں - جیسے ''مارے'' (مارا جاتا ھے) کریت (کیا جاتا ھے) پو جیت - چاھیت -

چاھیت یگل کشور لکھی   لوچن یگل انیک بہاری لال)

(نو جوان جوڑا دیکھنے کے لئے بہت سی آنکھوں کے جوڑے چاھئیں) - اردو ''چاھئے'' بھی مجہول ھی ھے - یہ درمیانی عہد کی ھندی بولی ''چاھیا ٔ ڈی'' سے بنا ھے جو قدیم ھندآر یائی میں ''چاگھیاتے'' تھا - چاھیت - پوجیت - کریت وغیرہ سب اسم حالیہ ھیں جو چاھت - پوجت کرت سے ''ی'' لگاکر مجہول بنا لئے گئے (۱)

۸ - افعال کا استعمال

سنسکرت میں افعال کے استعمال تین تھے - یہ پریوگ کہلاتے تھے - معروف - مجہول - لازمی یاذاتی - معروف استعمال میں فعل معروف ہوتا تھا اور اس کا فاعل کسی صلے یاعلامت کی مدد کے بغیر لایا جاتا تھا - اردو میں یہ استعمال پایا جاتا ھے - سورج نکلتا ھے - احمد کتاب پڑھتا ھے - ان مثالوں میں نکلتا ھے اور پڑھتا ھے فعل معروف ھیں - سورج اور احمد ان کے فاعل ھیں جو 'نے' علامت آلی فاعل کے بغیر استعمال ھوئے ھیں - مجہولی استعمال میں فعل مجہول کے ساتھ ساتھ اس کے فاعل کا ذکر بھی کیا جاتا تھا اور اس پر ''ے ین'' علامت آلہ' جو اردو نے کی اصل ھے' اضافہ کر دی جاتی تھی - اس استعمال میں نعل فاعل کی جگہ مغعول کے مطابق ھوا کرتا تھا - اردو میں یہ استعمال نہیں - فعل مجہول ہر چند تذکیر و تانیث اور افراد و جمعیت میں مغعول یا نائب فاعل کے مطابق

---

(۱) کیلاگ گرامر صفحہ ۲۲۸

ہوتا ہے - لیکن اس کے ساتھ فاعل مذکور نہیں ہوتا - جیسے کتاب پڑھی جاتی ہے - خط لکھا جاتا ہے - پھل لائے جاتے ہیں - عورتیں بلائی جاتی ہیں - سنسکرت کا یہ استعمال اردو ماضی مطلق اور ان تمام ماضیوں میں ہے جو ماضی مطلق سے بنائی گئی ہیں - ماضی مطلق اصلاً اسم مفعول ہے - اور ظاہر ہے اسم مفعول مفہوم کے اعتبار سے مجہول ہوتا ہے - ”گیا“ کے معنی ہیں ”گیا ہوا“ - اور لایا کا مفہوم ہے لایا گیا - اس نے کتاب پڑھی - شکاری نے ہرن مارا - ان مثالوں میں ’پڑھی‘ اور ’مارا‘ افعال ’کتاب‘ اور ’ہرن‘ کے مطابق ہیں جو ان کے مفعول ہیں اور سنسکرت کی طرح ’اُس‘ اور ’شکاری‘ پر جو معنوی طور پر ان کے فاعل ہیں ’نے‘ علامت آلہ داخل کی گئی ہے - یہ استعمال سنسکرت ”کرمنی پر یوگ“ (طور مجہول) کے مطابق ہے -

تیسرا استعمال جسے سنسکرت میں ”بھاوی پر یوگ“ کہتے ہیں لازمی افعال کے ساتھ خاص ہے - یہ ایک طرح سے فعل لازم کا مجہولی استعمال ہے - اس میں ’ی‘ بڑھا کو فعل لازم کو مجہول بنا لیا جاتا ہے اور عام معروف استعمال کے خلاف فعل ہر حالت میں ایک جیسا رہتا ہے - فاعل کے اختلاف سے اس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں ہوتا - اس کے فاعل پر مجہولی استعمال کی طرح آلی علامت بھی آتی ہے - मया गम्यते (میں (نے) گیا ہوں) یہ استعمال اردو میں مفقود ہے - البتہ ماضی متعدی میں جب مفعول پر ”کو“ ہوتا ہے تو فعل غیز منصرف ہو جا تا ہے اور اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں ہوتا - ماہرین لسانیات اردو کے اس استعمال کو ذاتی یا لازمی استعمال بتاتے ہیں - اور کہتے ہیں کہ وہ سنسکرت کے ”بھاوی پر یوگ“ سے ماخوذ ہے (۱) - جیسے شکاری نے ہرن کو مارا یا ہرلون کو مارا - احمد نے کتاب کو پڑھا - لڑکی نے پھول کو کاڑھا یا پھولوں کو کاڑھا -

---

(۱) چٹرجی صفحہ ۹۶۸

گریرسن نے لکھا ہے کہ بول چال کی زبان میں ماضی مطلق فعل لازم کا استعمال بطور ذات دیکھا گیا ہے - جیسے "کنھیانے چلا" جو ترجمہ ہے کرشنینِ چلتَمْ" کا (۱) - چٹرجی نے گریرسن کی ھمنوائی مین اس استعمال کو عام بول چال میں صحیح بتایا ہے - مگر یہ غلط ہے - شستہ اور معیاری زبان اور روزانہ بول چال میں کنھیا نے چلا کی جگہ "کنھیا چلا" کہتے ھیں - یہ معروف استعمال ہے - فعل ماضی متعدی کا مجہولی استعمال براہ راست سنسکرت سے ماخوذ ہے - اردو پنجابی اور مغربی ھند و پاکستان کی جدید زبانوں میں یہ استعمال عام ہے - اس لحاظ سے یہ زبانیں زیادہ قدیم سمجھی جاتی ھیں - ماضی متعدی کا لازمی استعمال نئی چیز ہے - اس کے متعلق چٹرجی کا خیال ہے کہ وہ فعل لازم کے ذاتی استعمال پر قیاس کر کے بعد میں گھڑ لیا گیا (۲) - اردو میں مجہولی استعمال کی صورت میں مفعول فاعل ھو جاتا ہے جو اصطلاح میں نائب فاعل کہلاتا ہے اور فعل تذکیر و تانیث میں اس کے مطابق ھوتا ہے - لیکن مفعول پر "کو" آجانے کی بعد اس میں یہ صلاحیت نہیں رھتی کہ وہ فاعل کی جگہ لے سکے - اس لئے اس میں کوئی تغیر نہیں ھوتا - اردو کے مجہولی استعمال کی کڑیاں اس طور پر ھیں - کرشنین پستکا پٹھِتا - کرشن کرنین پستکا پٹھِتکا - کنھیا انے پوتھیا پڈھی آ - کنھیانے پوتھی پڑھی -

---

(۱) جائزہ جلد ۹ صفحہ ۵۰

(۲) چٹرجی صفحہ ۹۶۸

۹ . صورتیں

اردو میں فعل کی چار صورتیں ھیں خبر - شرط - امر اور دعا - تمنا شرط میں داخل ھے - بعض عالموں نے دعا کو امر میں شامل کیا ھے(۱) - امر کی ایک صورت امر احترامی ھے - چٹرجی کا خیال ھے کہ امر کے دو زمانے ھیں حال اور استقبال - امر حال اصل میں امر ھے - امر استقبالی کو دعا کہتے ھیں - فعل کی صورت اصل میں فعل کی حالت ھے - فعل کی حالتیں صرف دو ھیں جیسا کہ عربی لغویوں کا خیال ھے - خبر اور انشا - شرط، امر، نہی، دعا، تعجب، استفہام یہ سب حالتیں انشا کی ھیں -

امر، دعا، اور امر احترامی تینوں کے لئے اردو میں جدا جدا صیغے ھیں :-

		واحد	جمع
(۱)	امر	کر	کرو
(۲)	دعا	کریو - کیجیو	کریو - کیجیو
(۳)	امراحترامی	کرئیے - کیجئے	کرئیے - کیجئے -

یہ حاضر کے صیغے ھیں - غائب کے صیغے امر، دعا، شرط سب کے لئے ایک سے ھیں - وہ کرے - وہ کریں - لڑکے سے کہو کہ سبق یاد کرے یا لڑکوں سے کہو کہ سبق یاد کریں (امر) خدا اس کی عمر دراز کرے - یا دیوتا انھیں اشیرواد دیں - (دعا) اگر وہ سبق یاد کرے - اگر لڑکے روزانہ سبق یاد کریں (شرط) "ج" کا اضافہ ان افعال کے ساتھ مخصوص ھے جن کے آخر میں 'ی' (معروف و مجہول) یا 'و' ھے (۲) - جیسے دے سے دیجئے - پی سے پیجئے - لے سے لیجیو ھو سے ھوجیو - لیکن یہ کلیہ نہیں - 'سی' سے سیو - 'چھو' سے چھوؤ - سوئیے - سوؤ -

امر کے دونوں صیغے سنسکرت سے ماخوذ ھیں - 'کر' تو ظاھر ھے سنسکرت صیغۂ امر حاضر کے مطابق ھے - البتہ 'کرو' صیغہ جمع حاضر سے

(۱) پلیٹس اردو گرامر صفحہ ۱۳۶

(۲) ایضاً صفحہ ۱۳۷ (حاشیہ)

ذرا مختلف ہے ۔ بھنڈارکر کے نزدیک یہ صیغہ اپ بھرنش करहु سے لیا گیا ہے (۱) ۔ کرہُ ۔ کر ے ۔ کروُ ۔ لیکن میں اس کی ضرورت نہیں سمجھتا کہ اس کا جوڑ اپ بھرنش سے لگا یا جائے اس لئے کہ واحد کا صیغہ اپ بھرنش میں 'کر' نہیں ''کری'' ہے جیسا کہ مرہٹی میں ہے ۔ یہ بعیداز قیاس ہے کہ ''کر'' تو سنسکرت اور پراکرت روپوں کے مطابق ہو اور 'کرو' اپ بھرنش ''کرہو'' سے ڈھالا جائے ۔ اغلب یہ ہے کہ اردو ''کرو'' اصل میں ''کَرَہ'' تھا جو پالی ''کَرَتَھ'' سے مہاراشٹری کَرَہ کے ڈھنگ پر بنایا گیا تھا ۔ 'ے' سنسکرت گچّھتُ اور گچّھنتُ پر قیاس کرکے بعد میں اضافہ کر دیا گیا ۔ اس قیاس کی مثالیں پراکرت میں بھی ہیں جیسے پُچّھامُو (میں پوچھوں) پُچّھسُو (تو پوچھے) ان میں سے سنسکرت امر ''گچّھتُ'' کو سامنے رکھ کر بڑھا یا گیا ہے (۲) ۔ اپ بھرنش اور قدیم ہندی دونوں میں اس کا روپ 'کرہو'' ہے ۔ بھنڈارکر نے تلسی داس کا مصرعہ

پاروتی پہَمَ جائیِ تم پریم پریکشالیہو ۔

نقل کیا ہے ۔ چند کے یہاں بھی اس کا روپ یہی ہے ۔ جیسے ''تمہ لیہو ! تمہ لیہو'' (تم پکڑو ! تم پکڑو) (۳) کیلاگ نے پروفیسر لاسن کی ہم نوائی کرتے ہوئے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ یہ صیغہ سنسکرت کی گردان آتمنے پد کے لاحقہ ''دھوم'' کے سہارے بنایا گیا تھا ۔ اشتقاق کی ترتیب اس طور پر ہے ۔ چَلَدْ ھوم ۔ چَلَہوم ۔ چلسوں چلوں ۔ چلو (۴) ۔

یہ اشتقاق اس صورت میں ہے کہ ان صیغوں کو براہ راست سنسکرت یا پراکرت سے ماخوذ مانا جائے ۔ بہت ممکن ہے کہ یہ

---

(۱) بھنڈارکر صفحہ ۲۱۴
(۲) ولنر صفحہ ۳۷
(۳) بیمز جلد ۳ صفحہ ۱۰۹
(۴) ہندی گرامر صفحہ ۲۴۶

سب سنسکرت اخذ و اشتقاق کے نہج پر معاون افعال اور لاحقات و علامات کی مدد سے آزادانہ طور پر ڈھال لئے گئے ہوں - سنسکرت افعال کو 'اس' (ہونا) اور 'یا' (جانا) مادوں کی مدد سے گردانا جاتا تھا (۱) - مثلاً فعل حال کی گردان میں "اس" کے حسب ذیل صیغے مادے کے آخر میں جوڑے جاتے تھے -

اسمی - اسمہ - اسی - استھ - استی - سنتی -

مادہ چل پر یہ صیغے جوڑنے سے ذیل کے روپ بنے -

چل اسمی چل اسمہ چل اسی چل استھ چل استی چل سنتی

یہ روپ زیادہ قدیم ہیں - "س" کی تخفیف کے بعد ان کی یہ شکلیں رہیں -

چلامِی چلامَہ چلَسی چلَتھ چلَتی چلنتی

واحد حاضر کا "س" اب بھی موجود ہے - یہ فارسی میں حذف ہو گیا ہے - پراکرت کے قدیم صیغوں میں بھی "س" تھا مگر 'ہ' سے بدل گیا تھا -

چلَمِہی چلَمِہہ چلَہی چلَہا چلتھی چلنتی

پراکرت کی 'ہ' قدیم ہندی کے بعض صیغوں میں ہے (۲) - چلَہی (واحد حاضر) چلَہَو (جمع حاضر) چلہی (واحد غائب) چلہیں (جمع غائب) چلہیں (جمع متکلم) واحد متکلم 'چلئوں' اصل میں 'چلہوں' تھا -

اردو صیغے 'ہو' کی مدد سے بنائے گئے جو سنسکرت 'اس" کے ہم معنی ہے - چل + ہوں = چلوں - چل + ہیں = چلیں - چل + ہے = چلے - چل + ہو = چلو - چل + ہے = چلے - چل + ہیں = چلیں - قدیم

---

(۱) مقالات مولر صفحہ ۵۷

(۲) ہندی گرامر صفحہ ۲۴۵

ہندی میں امر حاضر کے آخر میں इ بھی تھی - جیسے کرِ - دھرِ - تلسی داس کا مصرعہ ھے - دَھرِ بٹوروپ اودھ پُرِجاءِ (لڑکے کا روپ بدل کر اودھ شہر میں جاؤ) یہ صیغہ فعل حال سے مستعار ھے - قدیم ہندی میں اکثر حال کے صیغے امر کے معنی میں استعمال ہوتے تھے - واحد حاضر کو چھوڑ کر اردو میں بھی امر کے لئے حال ھی کے صیغے استعمال ہوئے ھیں - جاء کی اصل سنسکرت ''یاس'' ھے - یاسِ - یاہِ - جاہِ - جاءِ -

کرئے اور کیجئے سنسکرت ''کُریات'' سے لئے گئے ھیں - سنسکرت میں ''یا'' لاحقہ دعا ھے - یہ پالی میں य्य اور پراکرت میں ज्ज ہوا - لیجئے میں ''ج'' ''ی'' کا بدل ھے - ''کرئے'' میں ''ی'' اپنی حالت پر قائم ھے - اور کیجئے میں ''ج'' سے بدل گئی ھے - کیجئے اصل میں ''کِجّے'' تھا - ڈاکٹر چٹرجی فرماتے ھیں کہ کرئے اور کیجئے سنسکرت

فعل دعائی پر خبری ति - اِیٓ - 'ی' لگا کر بنائے گئے ھیں - زیادہ اچھا یہ ھے کہ ''کرے'' کی ''ی'' سنسکرت مفتوح الاواخر اسماء کے لاحقہ य اور دوسرے اسماء کے لاحقہ या دونوں کی آمیزش کا نتیجہ سمجھی جائے - چٹرجی کریو اور دیجیو کو بھی سنسکرت 'کُریات' اور 'ددیات' ھی سے مشتق بتاتے ھیں - کرئے اور دیجئے پر خبری علامت ''تی'' اضافہ کی گئی تھی اور 'کریو' اور 'دیجیو' پر امری علامت ''تو'' بڑھائی گئی - 'دیجیو' = دجّ (ددیات) + ـُـ (تُ) (1) - اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں - ایک یہ کہ کریو - کیجیو - کرئے - کیجئے یہ سب صیغے غائب کے ھیں اور سنسکرت غائب کے صیغوں سے ڈھالے گئے ھیں - دوسرے کریو کیجیو اصلاً مفرد ھیں - جس طرح یہ غائب کے صیغے ہوتے ہوئے بھی اردو میں حاضر کے لئے استعمال ہوتے ھیں اسی طرح اصلاً مفرد ہوتے ہوئے جمع کے لئے ان کا استعمال کیا جاتا رہا ھے - پلیٹس نے ''کریو'' کو 'کرے' کی

---

(1) چٹرجی صفحہ ۹۰۰

جمع بتایا ہے اور ایتھرنگٹن کے اس خیال کا رد کیا ہے کہ 'کریو' اور کیجیو کرے اور کیجئے کی طرح مفرد ہیں (۱) - سب سے بڑا ثبوت اس امر کا کہ یہ صیغے مفرد ہیں ''ہوجیو'' کا استعمال ہے - خدا کی لعنت مشرکوں پر ہوجیو - پراکرت پنگل میں دجّو (دیجو) '' سو تھا سنکر دجو مو کھا (وہ شنکر تمہیں نجات دے) مفرد بھی ہے اور غائب بھی (۲) -

بھنڈارکر کہتے ہیں کہ امر احترامی سنسکرت امر مجہول سے لیا گیا ہے - امر مجہول غائب کا استعمال سنسکرت میں احترام کے مواقع پر ہوتا تھا - امر حاضر معروف میں براہ راست تخاطب مخاطب کے درجے اور مقام عالی کے منافی ہے - غائب مجہول میں براہ راست تخاطب نہیں ہوتا اس لئے یہ پیرایہ بیان رفیع المرتبت اصحاب کے شایان شان سمجھا جاتا ہے - امر مجہول سنسکرت میں 'ی' کی مدد سے بنتا تھا - اردو میں بھی 'ی' ہی سے کام لیا جاتا ہے جو پراکرت کے عام اصول کے مطابق کبھی इय سے اور کبھی इज्ज سے بدل جاتی ہے (۳) - لاحقہ بدستور امر معروف کا 'تُ' ـُ یا آتمنے پد کا 'ـِـے' ہوتا ہے - جیسے दीजिए दीजिते—दीइयते—दीयते اور دیجے - یا —दीयतु दीजिउ दीजितु دیجیو یا دیجو (۴) -

یہ اشتقاق زیادہ واضح ہے اور ساتھ ہی اس سے اردو میں ان صیغوں کے مختلف استعمالات بھی سمجھ میں آجاتے ہیں - فعل مجہول کی نسبت فاعل کی طرف نہیں ہوتی اس لئے فاعل کے اعتبار سے اس کی وحدت و جمعیت کا سوال پیدا نہیں ہوتا - حاضر میں خاص طور سے استعمال

---

(۱) اردو گرامر حاشیہ صفحہ ۱۳۶

(۲) بحوالہ چٹرجی صفحہ ۹۰۰

(۳) ولنر صفحہ ۴۹

(۴) لیکچرز صحفہ ۲۱۶

ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ صیغے امر کے ہیں اور امر میں عام طور سے خطاب ہوتا ہے -

شرط اور تمنا کے لئے اردو میں ایک گردان ہے - ماضی تمنائی یا شرطیہ حالیہ سے بنتی ہے - اگر (یا کاش) وہ آتا - اگر (یا کاش) وے آتے - حاضر اور متکلم میں بھی یہی روپ ہوتے ہیں - فعل حال میں مضارع کے صیغے استعمال کئے جاتے ہیں - اگر دھوپ نکلے تو سردی جاتی رہے - مستقبل کے لئے خبر و شرط کے صیغے ایک ہیں - اگر تم بازار جاؤ گے تو میں بھی چلوں گا - کبھی ماضی شرط کے معنی دیتی ہے - اگر میں کامیاب ہو گیا تو کالج میں داخلہ کراؤں گا -

چٹرجی کا بیان ہے کہ فعل کی شرطیہ صورت قدیم ویدک زبان میں تھی - مگر اولی سنسکرت میں یہ نہیں ملتی - پراکرت کے عہد اولیں یعنی پالی میں اس کے آثار پائے جاتے ہیں (۱) -

اپ بھرنش اور اوہٹھ میں بھی شرط کے لئے کوئی خاص فعل یا اس کا کوئی خاص روپ نہ تھا - فعل حال ہی اپنی اصلی صورت میں شرط کے لئے استعمال ہوتا تھا - مثلاً سیرایکّ جئی پاؤں گھتّا (جو ایک سیر گھی پاؤں) جئی ایتھّی دگنتر جائہی کنتا (اگر محبوب اب بھی دوسرے دیس جائے) جئی جڈا روسئی، چتا باسئی، پیٹے اگیّ تھپّیا (اگر سردی روٹھے، دل سکڑے، اور آگ پیٹ پر رکھی جائے) (۲) - یہ چند مثالیں ہیں ان میں پاؤں - جائہی 'روسئی' باسئی یہ سب فعل حال کے صیغے ہیں -

---

(۱) چٹرجی صفحہ ۹۰۱

(۲) پراکرت.پنگل بحوالہ چٹرجی صفحہ ۹۰۲

۱۰ - افعال کی گردان

سنسکرت افعال کی گردان دو طرح کی تھی - پرسمے پد - آتمنے پد (عرضی - ذاتی) اور دونوں کے لاحقے الگ الگ تھے - افعال کے دس گنڑ یا ابواب تھے - ہر گنڑ کے افعال کو دوسرے سے الگ اور مختلف انداز میں گردانا جاتا تھا - اس کے علاوہ دس بحثیں، اور گردانیں تھیں - زمانے کی الٹ پھیر کے ساتھ سنسکرت فعل کی یہ پچیدگیاں کم ہوتی چلی گئیں - پالی میں پہنچ کر صرف پرسمے پد رہ گیا - گنڑون میں سے چھٹ کر صرف پانچ بچے - گردانون میں سے بھی دو کی تخفیف ہوئی - پراکرت عہد میں یہ کاٹ چھانٹ اور زیادہ ہوئی - دو گنڑ اور چار گردانیں پراکرتوں کا کل قدیم سرمایہ بس اسی قدر ھے - اپ بھرنش میں افعال کے گردانے کا صرف ایک طریقہ تھا - یہی آج اردو میں ھے - البتہ گردانوں کی کمی کو اسم مفعول اور اسم حالیہ کی مدد سے پورا کر لیا گیا ھے -

اردو کی گردانیں دو طرح کی ھیں - (الف) جو اصل مادے میں کسی قدر تصرف کرکے حاصل کی گئی ھیں - (ب) جو اسم حالیہ، اسم مفعول یا اور کسی معاون فعل کا نتیجہ ھیں - پہلی قسم کی گردانیں تین ھیں - (۱) مضارع (۲) مستقبل (۳) امر -

دوسری قسم کی گردانیں تعداد میں سات ھیں - جو اسم حالیہ کی مدد سے بنی ھیں وہ یہ ھیں فعل حال، ماضی تمنائی یا شرطیہ، ماضی استمراری، مندرجہ ذیل گردانیں اسم مفعول کی مدد سے بنی ھیں -

ماضی مطلق - ماضی قریب - ماضی بعید - ماضی شکی یا احتمالی -

ان میں مضارع کو قدیم ھندایرانی گردانوں کا بقیہ سمجھنا چاہئے - اس کی تاریخ مسلسل اور مربوط ھے - یہ سنسکرت 'لٹ لکار' (فعل حال) کی پرسمے پد گردان سے ماخوذ ھے - اور پراکرت واپ بھرنش عہد سے گزرتا ہوا اردو میں آیا ھے - میں ذیل میں اس کی گردان سنسکرت پراکرت اور اپ بھرنش روپوں کے ساتھ دے رہا ہوں -

	سنسکرت	پراکرت	اپ بھرنش	اردو
مفرد	متکلم - چلامی	چلامی	چل ءُوں	چلوں
	حاضر - چلسی	چلسی	چل ھی - چلئی	چلے
	غائب - چلتی	چلئی	چلئی - چلہی	چلے
جمع	متکلم - چلامہ	چلامُو	چلہوں	چلیں
	حاضر - چلتھ	چلہا	چلہو	چلُو
	غائب چلنتی	چلنتی	چلہیں	چلیں

پراکرت اور سنسکرت روپوں میں جو تال میل ھے وھی اپ بھرنش اور اردو روپوں میں ھے - اپ بھرنش روپوں کی 'ہ' سنسکرت کے قدیم لاحقات "اسمی" وغیرہ کے "س" کی نشانی ھے - یہ پہلے عرض کیا جا چکا ھے کہ کسی قدیم زمانے میں یہ لاحقے سنسکرت مادوں کے آخر میں جوڑے جاتے تھے - بعد میں دست برد زمانہ کی نذر ھوگئے -

ان صیغوں کا ارتقا واضح ھے - صرف دو میں کسی قدر الجھن ھے - ایک تو اپ بھرنش چل ءُوں میں سنسکرت اور پراکرت ے کا ۓ سے بدل جانا بظاھر بعید نظر آتا ھے - دوسرے اپ بھرنش "چلہوں" (جمع متکلم) سے اردو چلیں نہیں بنتا - اس الجھن کو بیمز نے اس طرح سلجھانے کی کوشش کی ھے کہ اپ بھرنش "چلؤُں" سنسکرت صیغہ جمع متکلم "چلامہ" سے متاثر ھوا ھے - چلامہَ . چلامُو - چلاؤں - چل ءُوں - چلوں اور اردو "چلیں" سنسکرت "چلامی" سے - چلامی - چلائیں - چلَیں - چلیں (۱) - ایک صیغے کا دوسرے سے تاثر لسانیات میں بہت عام ھے - اس کی

---

(۱) تقابلی گرامر جلد ۳ پارہ ۳۲

ایک مثال ''میں'' اور ''ہم'' ہے جن کی بابت میں پہلے عرض کرچکا ہوں کہ یہ ادل بدل گئے ہیں - ''میں'' مفرد ہے اور ضمیر جمع سے لیا گیا ہے اور 'ہم' جمع ہے لیکن اس کا ماخذ ضمیر مفرد ہے - یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اردو ''چلوں'' یا اپ بھرنش ''چلئوں'' ''چلامی'' سے اس طرح بنے ہوں کہ اول ''می'' کی ی حذف ہوئی اور بعد میں 'م' غنہ کر دیا گیا - جیسے گرام سےگاؤں اور نام سے ناؤں - لیکن سکسینہ کو یہ ناممکن اور بعید نظر آتا ہے (۱) -

مضارع کا صیغہ جمع حاضر 'چلو' اور امر حاضر 'چلو' دیکھنے میں ایک جیسے ہیں لیکن دونوں میں فرق ہے - ''چلو'' سنسکرت چلتھ - پراکرت چلہا اور اپ بھرنش ''چلہو'' سے لیا گیا ہے - اور امر حاضر کا چلو پالی ''چلتھ'' پراکرت چلہہ پر ــُـ (تُ) لگا کر بنا ہے -

اردو مستقبل کے صیغے وہی ہیں جو مضارع کے ہیں - ان پر گا' گی' اور گے اور بڑھا دئے گئے ہیں - 'گا' کا اشتقاق اوپر دیا جاچکا ہے - اس فن کے علماء کا خیال ہے کہ اردو مستقبل کے صیغے سنسکرت فعل مستقبل سے نحت صوتی کے زیر اثر بنے تھے - ''چلشیتِ'' پراکرت میں ''چلِسئِ'' ہوا - اس سے اپ بھرنش 'چلَسئی' یا 'چلِہئی' - اور پھر چلے - بعد میں مضارع سے تمیز دینے کے لئے ''گا'' علامت استقبال اس پر اور اضافہ کر دی گئی - در اصل مضارع کے صیغے' جن کی بابت میں نے ابھی بتایا کہ وہ سنسکرت فعل حال سے لئے گئے تھے' قریب قریب تمام جدید آریائی زبانوں میں ملتے ہیں اور افعال کے سلسلے میں بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں - قدیم اردو میں ان صیغوں پر ''ہے' اور اس کے دوسرے تغیرات لگا کر

---

(۱) اودھی صفحہ ۲۵۸

فعل حال کی گردان کی جاتی تھی - ہوسکتا ہے کہ یہ صیغے قدیم زمانے سے دلی اور میرٹھ کی بول چال میں رائج ہوں - یہ بھی ممکن ہے کہ اس زمانے میں جب برج بھاشا کو فروغ ہوا اور وہ آس پاس کی بولیوں پر چھاتی چلی گئی یہ صیغے دبے پاؤں اردو میں داخل ہوگئے اور کسی کو محسوس تک نہ ہوا - بہرحال ناسخ کی تحریک اصلاح سے پہلے یہ صیغے عام طور سے شستہ اور معیاری زبان میں رائج تھے - ناسخ نے ان کو ٹکسال باہر قرار دیا اور ان کی جگہ اسم حالیہ پر ''ہے'' بڑھا کر فعل حال بنایا - اردوے قدیم میں اسم حالیہ کے پہلو بہ پہلو تنہا فعل مضارع بھی حال کے معنی میں مستعمل تھا - قیاس چاہتا ہے کہ 'ہے' اور 'گا' قریب قریب ہم عمر ہوں - تنہامضارع حال اور مستقبل دونوں کے معنی دیتا تھا - سیاق سے اس کے معنی متعین کئے جاتے تھے - بعد میں مزید تعیین و تشخیص کے لئے 'ہے' اور 'گا' بڑھادئے گئے - لیکن اس اضافے کی ٹھیک تاریخ بتانا دشوار ہے - اس کی وجہ یہ ہے کہ اردو کے قدیم سرمایہ ادب میں ہمیں یہ سب استعمالات ملتے ہیں - جب تک ہم سارے ادب کو نہ کھنگالیں قطعیت کے ساتھ نہیں کہ سکتے کہ ان میں سے کون زیادہ قدیم ہے - کبیر کا ایک دوہا ہے -

غوطہ مار سندھ میں موتی لاے پیٹھ
وہ کیا موتی پائیں گے جو رہے کنارے بیٹھ

شیخ وجیہ الدین گجراتی (متوفی سنہ ۹۹۸ھ) کا ایک مقولہ صاحب اردو ئے قدیم نے نقل کیا ہے -

''جب ترقی پکڑیں گے تو آپیں درس کہیں گے'' (۱) -

اس کے علاوہ شیرانی نے ہندی کا ایک قدیم دوہا دیا ہے (۲) -

''سجن سکارے جائیں گے اور نین مریں گے روے''

---

(۱) اردو ئے قدیم صفحہ ۲۷

(۲) پنجاب میں اردو صفحہ ۱۱۴

ان مثالوں میں مستقبل مضارع پر "گا" لگا کر بنایا گیا ہے -

اس کے علاوہ قدیم اردو میں پراکرت کا تالیفی فعل مستقبل بھی تھا - لیکن لاحقہ استقبال 'س' کو 'گا' کی طرح کلمے سے الگ کر کے کسی قدر تحلیلی بنا لیا گیا تھا - سنسکرت' پراکرت اور اپ بھرنش زبانوں میں فاعلی لاحقے "سی" "سس" یا "س" کے بعد جوڑے جاتے تھے اور مادہ بدستور ایک حالت پر قائم رہتا تھا مگر اردو میں اصل مادے کو گردانا جاتا تھا اور اس پر "س" اضافہ کر دیا جاتا تھا - لیکن یہ عام اور مطرد نہ تھا) - اپ بھرنش کی طرح "س" کے بعد بھی فاعلی لاحقہ دیکھا گیا ہے - مثلاً دھر سوں (دھروں گا) جو اپ بھرنش "دھَرْ سَوْنْ" یا "دھر سُوں" کے مطابق ہے - لیکن 'ملوں سو' 'ملوں' اور 'سو' سے مرکب ہے - محمود شیرانی نے جواھر اسرار اللہ شاہ علی جیو گام دھنی سے انتخاب کر کے فعل مستقبل کے حسب ذیل صیغے لکھے ہیں - واحد غائب -

کریسو (کرے گا) جاسی (جائے گا) ملاسی (ملائے گا)

واحد حاضر - دیکھ سی توں - توں کرسی - وغیرہ - واحد متکلم جان ندیسوں (جانے نہ دوں گا) دھر سوں - ملے سوں - ملوں سوں - کروں سوں - یہ "سی" دکنی اردو میں بھی تھا - احمد دکنی کا شعر ہے -

کدھیں سیج سُک سنگ ملسی نہ مُنجھ
کدھیں من کمل پھول کھل سی نہ منجھ

'ولی' نے کہا ہے -

کہا ہے زہر کا تاثیر اس میں نہ چل سی کچھ مرا تدبیر اس میں

لیکن شمالی اردو میں اس کی جگہ "گا" مستعمل تھا - اس لئے قیاس کیا جاتا ہے کہ یہ روپ دکنی اردو میں گجراتی سے آیا - اردو کا اپنا صیغہ وہی ہے جس میں مضارع پر 'گا' 'گی' 'گے' بڑھائے جاتے ہیں - سکھوں کے 'گرنتھ' میں دو طرح کے مستقبل ملتے ہیں -

ایک تو ''گا'' کے اضافے سے دوسرا 'سا' 'سہی' اور 'سی' لگا کر جو پراکرت ''سسامی'' (متکلم) ''سسی'' اور ''سسدی'' کے مطابق ھیں (۱)

'اردو' میں امر کے دو صیغے ھیں - ان کی تاریخ اوپر دی جا چکی ھے - بقیہ صیغے مضارع کے ھیں جو امر کے معنی بھی دیتے ھین - ان کے متعلق گریرسن کی رائے ھے کہ وہ سنسکرت فعل حال سے ماخوذ ھیں - لیکن بیمز انہیں سنسکرت امر سے ڈھلا ھوا بتاتے ھیں - دھیریندر ورما کا خیال ھے کہ ان پر حال و امر دونوں کا پرچھانوا پڑا ھے (۲) - ذیل میں ان روپوں کے ساتھ ساتھ سنسکرت اور پراکرت کے امر کے صیغے بھی دئے جارھے ھیں -

	سنسکرت	پراکرت	اردو
متکلم	چلانی	چلوُ	چلوں
	چلام	چلامُو	چلیں
غائب	چلتوُ	چلدوُ - چلئوُ	چلے
	چلنتوُ	چلنتوُ	چلیں

اردو کے متکلم صیغے پراکرت کی جگہ سنسکرت صیغوں سے زیادہ قریب ھیں' لیکن جیسا کہ بیمز کے حوالے سے اوپر عرض کیا گیا' ان میں الٹ پھیر ھوئی ھے - واحد متکلم جمع متکلم سے لیا گیا تھا اور جمع متکلم واحد سے - چلانی - چلائیں - چلئیں - چلیں اسی طرح چلام - چلاؤں - چلئوں - چلُوں - غائب کے صیغے فعل حال سے ماخوذ ھیں - اس کی تفصیل اوپر آچکی ھے -

فعل حال کے اردو میں دوروپ ھیں - ایک سنسکرت فعل حال سے ڈھلا ھوا مضارع دوسرا اسم حالیہ - یہ دونوں روپ قدیم ھیں اور قدیم زمانے سے برابر استعمال ھوتے چلے آئے ھیں - ان پر

---

(۱) ڈرمپ مقدمہ گرنتھ صفحہ ۷۷

(۲) ھندی کا اتہاس صفحہ ۲۸۴

"ہے" فعل معاون کا اضافہ بعد میں ہوا - یہ اضافہ اول اول اسم حالیہ پر ہوا - بعد میں فعل مضارع پر بھی اسے بڑھا دیا گیا - آدی گرنتھ کے مصنفین عام طور سے فعل مضارع بغیر الحاق "ہے" استعمال کرتے ہیں - چند مثالیں ملاحظہ ہوں - گرو ملئے ہری منی وسے سبھائی (۱) (گرو کے ملنے پر ہری خود بخود من میں سما جاتا ہے) و نوستی گرو پرتیتی نہ آوے (بناست گرو ایمان نہیں آتا) سپنے سکھ نہ پاوے (۲) (خواب میں سکھ نہیں پاتا) وسئے - اوے اور پاوے سب فعل حال کے صیغے ہیں - اسم حالیہ بھی فعل معاون سے خالی ہے - کچھ نہ ہوت آپائی (۳) (کچھ تدبیر نہیں ہوتی ہے) اردو مصنفین کے یہاں بھی مضارع اور اسم حالیہ بغیر اضافہ "ہے" ملتے ہیں - خسرو کہے باتاں غضب دل میں نہ لاوے کچھ عجب (۴) -

احمد دکنی کا شعر ہے -

مجھے لوگ کہتے کہ سٹ دے پرت
پرت چھوڑ دینی کسے ہے سکت

لیکن "ہے" کا اضافہ بھی کچھ کم قدیم نہیں - خواجہ بندہ نواز گیسودراز رح چودھویں صدی عسیوی کے ایک بزرگ ہیں - ان کا ایک مقولہ ہے - "بھوکوں موے سوں خدا کچھ اپڑ تیا ہے (۵)" - امیر خسرو کا شعر ہے -

یار نہیں دیکھتا ہے سوئے من - بے گنہ ہم ساتھ عجب روٹھ ہے

---

(۱) آدی گرنتھ صفحہ ۲۲۲
(۲) ایضاً صفحہ ۹۰
(۳) ایضاً صفحہ ۲۰۸
(۴) پنجاب میں اردو صفحہ ۱۲۷
(۵) اردوئے قدیم صفحہ ۲۲

شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیری رحمة اللہ علیہ کا ایک کج مندرہ مشہور ھے - اس میں یہ جملہ بھی ھے (۱) - "تمہیں ساکھی دھرت ھوں" - شیخ فرید الدین گنج شکر رحمة اللہ علیہ بارھویں صدی میں تھے - ان کا یہ مقولہ شیر انی نے سیر الاولیاء سے نقل کیا ھے (۲) - "پونوں کا چاند بالا ھوتا ھے" - ان مثالوں سے ظاھر ھوتا ھے کہ قدیم اردو میں حال کے لئے عام طور سے اسم حالیہ "ھے" اور اس کے تغیرات کے ساتھ استعمال ھوتا تھا - اور شاید اردو کا اصلی روپ یہی ھے - اس لئے ناسخ لے جائے ھے اور کھائے ھے وغیرہ افعال کو غیر فصیح سمجھ کر چھوڑ دیا -

ماضی تمنائی یا شرطیہ اسم حالیہ سے بنتی ھے - اس میں حاضر، غائب، اور متکلم کی جگہ مذکر مؤنث کا فرق کیا جاتا ھے -

	مفرد	جمع
مذکر -	اگر (یا) کاش آتا	اگر (یا) کاش آتے
مؤنث -	اگر (یا) کاش آتی	اگر (یا) کاش آتیں

ماضی استمراری بناتے وقت "تھا" اور اس کے صیغے فعل حال پر بڑھادئے جاتے ھیں -

آتا تھا	آتے تھے
آتی تھی	آتی تھیں

یہ گردانیں اوران کے صیغے نوساختہ ھیں -

سنسکرت میں جہاں متصرفہ صیغوں سے گزرا ھوا زمانہ ظاھر کیا جاتا تھا وھاں اسم مفعول سے بھی یہ کام لیا جاتا تھا - پراکرت عہد میں متصرفہ صیغے مٹ مٹا گئے اور ماضی کی گردان تمامتر اسم مفعول کی مدد سے کی جانے لگی - چٹرجی نے اشوک کے کتبوں اور تحریروں سے ثابت کیا ھے کہ پراکرت کے اولیں عہد میں اسم مفعول کا استعمال ماضی کے لئے ھونے لگا تھا - اردو میں ماضی کی گردان اس طور پر ھے -

---

(۱) پنجاب میں ردو صفحہ ۱۸۵

(۲) ایضاً صفحہ ۲۲۹

	مفرد	جمع
مذکر	گیا	گئے
مونث	گئی	گئیں

اسم مفعول پر بحث کرتے ہوئے لکھا جا چکا ہے کہ سنسکرت میں لاحقات اسم مفعول ''اِتَ'' ۔ ''تَ'' اور ''ن'' ہیں ۔ جن میں سے پہلے دو پراکرت میں بترتیب ''اِءَ'' اور 'آ' ہوگئے ۔ ان پر ''ک'' الحاقی اضافہ ہوا تو وہ اپنے پیچھے ایک ''ے'' اور چھوڑ گیا ۔ اردو کا ''ــا'' ان دونوں کے ادغام و ارتباط کا نتیجہ ہے ۔ چلتکہ ۔ چلتاہ ۔ چَلِ ـ ـ ۔ چلِ ـا چلیا ۔ چلا ۔ دکنی اردو میں 'ا' سے پہلے ''ی'' ہر جگہ ملتی ہے ۔ جیسے پڑھیا ۔ چلیا ۔ دھریا ۔ سنیا ۔ لکھیا وغیرہ ۔ امین ایاغی علی عادل شاہ ثانی (۱۰۶۷ ؛ ۱۰۸۳) کے عہد کا ایک شاعر ہے ۔ 'نجات نامہ' کے عنوان سے اس نے ایک مثنوی لکھی تھی ۔ اس میں کئی جگہ ماضی بغیر 'ی' استعمال ہوئی ہے ۔ مثلاً ذیل کے شعر میں (۱) ۔

جو کوئیں سنا ہے محمد کی بات قیامت میں جائےگا حسرت کے سات

گریرسن کی رائے میں یہ ''ی'' سنسکرت इ کے عوض میں ہے جو بعض صیغوں میں ''ت'' سے پہلے پائی گئی ہے ۔ جیسے چَلِتَہ ۔ مارِتَہ وغیرہ ۔ وہ کہتے ہیں سنسکرت اور پراکرت इ کا य سے تبادل تلفظ سے زیادہ تہجی کی چیز ہے (۲) ۔ اس اعتبار سے یہ ''ی'' زیادہ قدیم ہے ۔ اردو ماضی کے صیغے بھی کسی زمانے میں اس 'ی' کے حامل تھے ۔ لیکن اردو کے قدیم ادبی سرمایہ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ شمالی ہند کی زبان میں اس ''ی'' کا وجود نہ تھا ۔ محمد افضل کا ذکر شیرانی کیا ہے اور انہیں ضلع مظفر نگر کا باشندہ بتایا ہے ۔ امیرخسرو کو چھوڑ کر شمالی ہند کے قدیم ترین شاعر یہی ہیں ۔ انہوں نے ۱۶۲۶ع کے لگ بھگ ایک نظم بارہ ماسہ لکھی تھی ۔ اس میں ماضی مطلق بغیر ''ی'' استعمال ہوئی

(۱) بحوالہ ہندستانی اپریل سنہ ۱۹۴۰ صفہ ۱۸۶

(۲) جائزہ جلد ۶ صفحہ ۴

ہے - حالانکہ ان کے ہم عصر دکنی اور گجراتی مصنف اور شاعر سب ماضی میں ''ی'' لگاتے تھے - ''کیا'' اور ''گیا'' مستثنیات میں سے ہیں - ان صیغوں میں ''ی'' کے وجود کی علت اوپر بیان کی جا چکی ہے -

اپ بھرنش میں بھی ''ی'' پائی جاتی تھی لیکن اس زمانے میں یہ صیغے ماضی مجہول کے معنی دیتے تھے - ''ماریا (مارا گیا) ہیم چندر کی کتاب میں ہے (۱) -

''بھلّا ہوا جو ماریا بہنی مَہارا کنتُ'' (بہن ہمارا شوہر مارا گیا تو بھلا ہی ہوا) اس لئے صحیح بات یہ ہے کہ یہ ''ی'' مجہول کی ہے اور قدیم اسم حالیہ مجہول ''پڑھینت'' سے ماخوذ ہے (۲) -

تمت بالخیر

---

(۱) بحوالہ شیام سندر صفحہ ٦٦

(۲) اودھی کا ارتقا صفحہ ۲۵۲

کتابیات

(۱)	احسن مارہروی	اردو نثر کے نمونے
(۲)	اے - سی ولنر	مبادی پراکرت
(۳)	بھنڈارکر	ولسن لسانیاتی خطبات
(۴)	بلاک (جولس)	مرہٹی گرامر
(۵)	پلیٹس	ہندستانی گرامر
(۶)	,,	فارسی گرامر
(۷)	پی - ڈی گنے	مقدمہ تقابلی لسانیات
(۸)	ٹرمپ	آدی گرنتھ - ترجمہ انگریزی
(۹)	ٹرنر	نیپالی ڈکشنری
(۱۰)	جان بیمز	جدید ہند آریائی زبانوں کی تقابلی گرامر ہرسہ جلد
(۱۱)	,,	ہندوستانی لسانیات کا خاکہ
(۱۲)	جانسن	قدیم فارسی کی تاریخی گرامر
(۱۳)	جرجی زیدان	الفلسفۃ اللغویّہ
(۱۴)	چٹرجی (سنیتی کمار)	بنگالی کا آغاز وارتقا ہردو جلد
(۱۵)	,, ,,	ہندآریائی اور ہندی
(۱۶)	دین محمد	دستور پہلوی
(۱۷)	دھیرندر ورما	ہندی بھاشا کا اتہاس
(۱۸)	زور (محی الدین قادری)	ہندوستانی لسانیات
(۱۹)	,, ,,	اردوشہ پارے
(۲۰)	سکسینہ (بابورام)	اودھی کا ارتقا
(۲۱)	شمس اللہ قادری	اردوئے قدیم
(۲۲)	شیام سندرداس	ہندی بھاشا اور ساہتیہ
(۲۳)	شیرانی (محمود خان)	پنجاب میں اردو
(۲۴)	صفیر بلگرامی	جلوۂ خضر

(۲۵) عبدالحق (بابائے اردو) مقدمہ سب رس

(۲۶) ,, اردو گرامر

(۲۷) کیلاگ ہندی گرامر ہردو طبع

(۲۸) گریرسن ہندوستانی زبانوں کا جائزہ

(۲۹) ,, بہاری زبان کی سات گرامر

(۳۰) میکس مولر سائنس آف لینگویج

(۳۱) ,, مقالات منتخبہ

(۳۲) میگڈانل تاریخ ادب سنسکرت

(۳۳) میسن پالی گرامر (کچھاین)

(۳۴) وحیدالدین سلیم وضع اصطلاحات

(۳۵) وھٹنے لسان ومطالعہ لسان

(۳۶) ,, نموو ارتقاء لسان

(۳۷) ,, سنسکرت گرامر

(۳۸) ویبر تاریخ ادب ہند

(۳۹) ہری آودھ ہندی اور اس کے ساہتیہ کا وکاس

(۴۰) ہنری سویٹ تاریخ لسان

(۴۱) ہورنلے گوڑین زبانوں کی تقابلی گرامر

اردو - ہندستانی - نگار - جرنل ایشیاٹک سوسائٹی - بلیٹن اسکول آف اور ینٹل لینگویجز - کلکتہ ریویو وغیرہ -

DATE LOANED

A fine of **one anna** will be charged for each day the book is kept overtime

18 9/6			
27Ap59			
29Ap59			
9De58			
29Je69			